سلسلۂ نصابات علمیہ جامعہ عثمانیہ

یورپ کا عصر جدید

جلد اوّل

تصنیف

سی۔ اے۔ فائف، ایم۔ اے۔

ترجمہ

قاضی تلمذ حسین صاحب، ایم۔ اے۔

رکن شعبۂ تالیف و ترجمہ جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی

سنہ ۱۳۵۳ھ م سنہ ۱۳۴۴ف م سنہ ۱۹۳۵ء

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن


یوروپین سلطنتیں
سنہ ۱۷۹۲ء میں
برطانیہ عظمیٰ
لندن
بحیرۂ شمالی
سٹاک ہالم
پولینڈ
وارسا
روس
پیرس
سوئزرستان
بحیرۂ خزر
ترکی
دریائے ڈینوب
قسطنطنیہ
بحیرۂ روم

فہرست مضامین

یورپ کا عصر جدید جلد اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اوّل

۱۷۹۲ء میں انقلابی جنگ کا شیوع۔ اس کے اسباب قریبہ! اعلان پلنٹز کا اعلان و بازستانی۔ قسیسین وتارکین وطن میں اضطراب فریق جرانڈ کی جنگجویانہ روش۔ فرانس کو دول کی اشتعال دہی۔ ۱۷۹۲ء میں وسطی یورپ کی حالت۔ مقدس رومانی شہنشاہی۔ آسٹریا۔ خاندان ہیپسبرگ کی حکمرانی۔ میریا تھریسا اور جوزف دوم کے اصلاحات لیوپولڈ دوم کی حکمت عملی فریڈرکس دوم کی حکومت اور اس کی غیر ملکی حکمت عملی پرشیا فریڈرک ولیم دوم کی حکومت۔ پرشیا کی معاشری حالت۔ جرمانیہ کی دوسرے درجہ کی سلطنتیں۔ کلیسائی سلطنتیں۔ آزاد بلاد۔ نائٹ جرمانیہ کی کمزوری۔

پیرس میں ہفتوں تک طوفان خیز شوروشر برپا رہنے کے بعد، ۱۹؍ اپریل ۱۷۹۲ء کی صبح کو لوئس شانزدہم کے وزرا، فرانس کی مجلس تشریعی کے نام، بادشاہ کا ایک خط لے کر آئے۔ خط مختصر مگر پر از اہمیت تھا۔ اس خط میں یہ اعلان کیا گیا تھا کہ بادشاہ کا ارادہ دوسرے دن دوپہر کو ایوان مجلس میں رونق افروز ہونے کا ہے، خط میں اگرچہ بادشاہ کی تشریف آوری

کا منشا ظاہر نہیں کیا گیا تھا مگر یہ معلوم تھا کہ لوئس نے جنگ کے لئے اپنی وزارت اور قوم کی چیخ پکار کے دباؤ کو مان لیا ہے اور مجلس میں بادشاہ بذات خاص جس امر کی تجویز کرنا چاہتا تھا وہ آسٹریا کے خلاف جنگ کا اعلان کرنا تھا۔ دوسرے دن صبح ہی سے عوام کے مجمع نے ایوان کو گھیر لیا مجلس نے دوپہر کو اپنا مباحثہ بند کر دیا تاکہ بادشاہ کی آمد کے لئے تیار رہے لوئس جب ایوان میں داخل ہوا تو ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی، وہ صدر کے پہلو میں اُس کرسی پر بیٹھ گیا جو اب تخت فرانس کی بجائے رکھی گئی تھی۔ بادشاہ کے حکم پر جنرل ڈوموریا وزیر خارجہ نے دول غیر کے ساتھ فرانس کے تعلقات پر ایک رپورٹ (یادداشت) مجلس کے روبرو پڑھی۔ اس یادداشت میں آسٹریا کے خلاف الزامات کی ایک طویل فرد شامل تھی اور آخر میں جنگ کی سفارش کی گئی تھی۔ جب ڈوموریا اس یادداشت کو پڑھ چکا تو لوئس اٹھا اور بہت پست آواز میں یہ اعلان کیا کہ وہ خود اور کل وزرا اس یادداشت کو قبول کرتے ہیں جو مجلس کے سامنے پڑھی گئی ہے۔ اس نے یہ کہا کہ صلح کے قائم رکھنے کے لئے اس نے ہر ایک کوشش کی مگر سب بیکار ثابت ہوئی۔ اور اس لئے اب وہ نظام سلطنت کے شرائط کے مطابق یہ تجویز کرنے کے لئے آیا ہے کہ مجلس فرمانروائے آسٹریا کے خلاف اعلان جنگ کر دے۔ ابھی تین مہینے بھی نہیں گزرے تھے کہ خود اپنی رعایا کے خلاف مسلح امداد کے لئے لوئس نے یورپ کے درباروں سے التجائیں کی تھیں، اس وقت جو الفاظ اس نے کہے تھے وہ ان لوگوں نے اس کی زبان سے ادا کرائے تھے جن سے وہ نفرت کرتا تھا مگر ان کی مقاومت نہیں کر سکتا تھا۔ اس اعلان کے بعد جو شور تحسین بلند ہوا خود اسی سے یہ ثابت ہو گیا کہ بادشاہ اور قوم کے درمیان کس قدر خطرناک عناد قائم ہے۔ صدر مجلس کے مختصر جواب کے بعد لوئس ایوان سے چلا گیا خود مجلس بھی منتشر ہو گئی تاکہ چند گھنٹوں کے وقفہ کے بعد بادشاہ کی

تجویز پر بحث شروع ہو۔ جب شام کے وقت مجلس دوبارہ جمع ہوئی تو جن چند باہمت اشخاص نے قومی مفاد و انصاف کی بنا پر وقتی جوش کے خلاف گفتگو کرنا چاہی ان کی شنوائی بھی نہ ہوئی۔ دوسرے دن کے لئے بحث کی درخواست مسترد ہو گئی۔ مباحثہ دفعۃً بند کر دیا گیا اور سات مخالف رایوں کے خلاف اعلان جنگ منظور ہو گیا۔ اسی دن سے انقلابی فرانس اور یورپ کے قائم شدہ نظم کے درمیان کشاکش کا آغاز ہوا۔ ایک دور ایسا شروع ہوا جس میں فرانس کے دست تطاول، فاتح کے رائج کردہ قوانین و سیاسی تغیرات اور کامیاب مقاومت یا تذلیل کے نازک وقتوں میں قومی زندگی کے جدید قوی کی بیداری کے باعث براعظم کی ہر ایک سلطنت میں کچھ نہ کچھ نئی خصوصیت [illegible]۔ میرا ارادہ یہ ہے کہ اس وقت سے اس موجودہ زمانہ تک یورپی تاریخ کے نمایاں خط و خال کو واضح کروں اور انقلابی جنگ کے آغاز کے وقت بعض خاص سلطنتوں کی حالت کا مختصر خاکہ پیش کروں اور یہ کوشش کروں کہ ان کارروائیوں کو ممیز کر کے دکھاؤں جن کے ذریعہ سے ۱۷۹۲ء کا یورپ دائم التغیر حالات کے اندر سے گزرتا ہوا آج کے دن کا یورپ بن گیا۔

فرانس کے خلاف دربار ہائے غیر کے اولیں تہدیدات ۱۷۹۱ء

انقلاب کے پہلے دو سال اس طرح ختم ہو گئے کہ دول غیر کے ساتھ فرانس کا تصادم نہیں ہوا، لیکن اس کا باعث یہ نہیں تھا کہ یورپ کے دربار فرانسیسی قوم کی طرف سے کچھ اچھا خیال رکھتے تھے یا یہ کہ فرانسیسی امرا نے یورپ کی فوجوں کو اپنے ملک پر چڑھا لانے میں کوئی دقیقہ اٹھا رکھا تھا۔ ۱۷۸۹ء میں جس مجلس قومی کا اجتماع ہوا تھا اس نے اختیار شاہی کی جڑ کاٹ دی تھی امرا کو ان کے امتیازات سے محروم کر دیا تھا۔ کلیسا کے محاصل پر ہاتھ ڈال دیا تھا۔ لوئیس شانزدہم کے بھائی اور ان کے ساتھ امرا کے غول کے غول

دجن کی بے صبری اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ وہ وطن میں مستقل سیاسی مخالفت کی روش پر چلنا نہیں چاہتے تھے، فرانس کو چھوڑ کر نکل گئے تھے۔ اور مسلح امداد کے دونوں رستوں سے غیر ملکی درباروں کو پریشان کر رکھا تھا، براعظم کے مطلق العنان بادشاہوں نے ان کا خیر مقدم گرمجوشی بلکہ شان کے ساتھ کیا مگر انھوں نے اپنی تائید کو الفاظ اور علامات امتیاز تک محدود رکھا اور ۱۷۹۱ء کے موسم سرما تک انقلاب کو اجانب کی مخالفت سے شدید خطرہ نہیں محسوس ہوا۔ جون ۱۷۹۱ء میں لوئیس کے پیرس سے بھاگنے اور اس کے بعد گرفتار ہو کر محل ٹیولیرز کے اندر سختی کے ساتھ نظر بند کئے جانے سے پہلی مرتبہ غیر ملکی مداخلت کی قطعی تجویز کی صورت رونما ہوئی[علہ]۔ لوئیس اپنے دارالصدر اور مجلس ملکی سے بھاگا تھا اور وہ ایسے عوام الناس کا یرغمال بن کر واپس آیا جو غارت کے پہلے سے عادی ہو چکے تھے۔ ایک لمحہ کے [illegible] تو پیرس کے اشتعال نے شاہی خاندان کو واقعی خطرہ میں ڈال دیا تھا، میری انتوانتنٹ کا بھائی شہنشاہ لیوپولڈ اپنی بہن کی سلامتی کے لئے کانپ رہا تھا اور اس نے ۶ جولائی کو، پیڈوا سے ایک خط یورپی درباروں کے نام جاری کیا جس میں یہ تجویز کی کہ فرانس کے شاہی خاندان کو عوام الناس کی زیادتیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے دول کو متحد ہو جانا چاہیے۔ چند ہفتہ بعد شہنشاہ اور فرڈیننڈ ولیم دوم (شاہ پرشیا) پلنیز واقع سیکسنی میں ملاقی ہوئے۔ اور دونوں فرماں رواؤں کی طرف سے ایک اعلان اس مضمون کا شائع کیا گیا کہ وہ شاہ فرانس کی حالت کو ایک ایسا معاملہ سمجھتے ہیں جس کا تعلق تمام یورپ سے ہے اور اگر تمام دوسرے دول عظام متحدہ کارروائی پر رضامند ہو جائیں تو وہ فرانسیسی سرحد پر کارروائی کرنے کے لئے مسلح قوت کے مہیا کرنے کے لئے

علہ - رانکے: "جنگہائے انقلاب کا آغاز" Ursprung und der Beginn Revolution Skriege صفحہ ۹۰

وایونانٹ: "آسٹروی شہنشاہوں کی حکمت عملی کی تاریخ کے منابع" Quellen Zur Geschichte der Kai Ser Politik Oesterreichs صفحات ۱۸۵-۲۰۸

تیار ہیں

اگر مجلس قومی لیوپولڈ اور فریڈرک ولیم کے خلاف فوراً ہی اعلان جنگ کر دیتی تو اس کا یہ فعل بین الاقوامی قانون کے ہر ایک قاعدہ کے مطابق حق بجانب ہوتا، لیکن مجلس نے اعلان جنگ نہیں کیا اور اس کے لیے معقول وجہ تھی پیرس میں یہ معلوم تھا کہ یہ اعلان نامہ اس سے زیادہ کچھ نہ تھا کہ شہنشاہ نے شاہی خاندان کے دشمنوں کو ڈرانے کی ایک تدبیر اختیار کی تھی۔ لیوپولڈ نے جب تمام دول کے اتحاد میں شریک ہونے کا اقرار کیا تو وہ فی الواقع اس امر سے آگاہ تھا کہ انگلستان اس قسم کے کسی اتحاد کا فریق نہیں بنے گا۔ وہ یہ عزم کر چکا تھا کہ وہ کوئی ایسا فعل نہ کرے گا جس سے اُسے مجبور ہو کر جنگ کرنا پڑے اور اس کے ذہن میں یہ نہ آیا کہ فرانسیسی مدبرین اس کے ان خالی تہدیدات کو اس انتہائی طرح سمجھ جائیں گے جس طرح وہ خود سمجھا تھا۔ لیکن ہوا ایسا ہی۔ فرانس کے عامۃ الناس میں، پلنز کے اس اعلان نامہ سے جو کچھ بھی غیظ و غضب برپا ہوا ہو مگر جو لوگ معاملات یورپ کے واقفکار تھے وہ اسے خطرے سے زیادہ مضحکہ سمجھتے تھے۔ مجلس قومی کے تمام مدبرین یہ جانتے تھے کہ ابھی حال ہی میں مشرقی مسئلہ کے متعلق پرشیا اور آسٹریا میں جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی اور دول عظام کی موجودہ مخاصمت کے ساکت کر دینے میں فرانسیسی انقلاب کا جو اثر پڑا تھا اس کا بھی اندازہ انہوں نے کم کیا تھا۔ فرانس کے کسی با اہمیت فریق کا خیال یہ نہیں تھا کہ اعلان پلنز مخاصمات کے لیے کوئی وجہ ہو سکتا ہے

اعلان پلنز کی بازستانی

اور فرانس کو جو مبارزت نامہ پیش کیا گیا وہ بہت جلد واپس لے لیا گیا۔ جب لوئی شانزدہم نے مجلس قومی کے بنائے ہوئے نظام سلطنت کو قبول کر کے یورپ کی نظروں میں خود کو ایک آزاد کارکن کی حیثیت سے پیش کیا تو پھر یہ اعلان واپس لے لیا گیا۔ ۱۴ ستمبر ۱۷۹۱ء کو بادشاہ نے ایک عام اقرار صالح کے ذریعہ سے خود کو قوم کے ساتھ متحد کر دیا پیرس

میں یہ معلوم تھا کہ جلاوطنوں نے اس پر زور دیا تھا کہ اس کی منظوری سے انکار کر دے اور مجلس کے ساتھ علانیہ شکست تعلقات سے قوم کو خانہ جنگی کے گڈھے میں گرا دے مگر لوئس نے جب صفائی کے ساتھ نظام سلطنت کے قبول کرنے کا اقرار کیا اور اپنی وطن پرستی کو جس صادقانہ رنگ میں دکھایا اس سے رائے عامہ کا رُخ دوبارہ پھر اس کی جانب پھر گیا۔ اس کا فرار معاف کر دیا گیا۔ اس کی ذاتی آزادی پر جو قیود و عاید کئے گئے تھے وہ ڈھیلے کر دئے گئے یہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ لوئس ایک مرتبہ پھر فرانس سے رضامند ہو گیا تھا اور فرانس کو یورپ کی لعنت سے نجات حاصل ہو گئی تھی۔ شہنشاہ نے یہ تشہیر کر دی کہ جو حالات اعلان پلنز کا باعث ہوئے تھے وہ اب قائم نہیں رہے اور دول اگرچہ اس امر کے لئے تیار ہیں کہ آئندہ ضرورت پڑنے پر پھر اس معاہدے کی تجدید کریں مگر (سر دست) انھوں نے فرانس کے [illegible] معاملات کے متعلق ہر طرح کی متفقہ کارروائیوں کو معلق کر دیا ہے۔

قسیسین و تارکین وطن نے فرانس میں شور و شر برپا رکھا۔

مجلس قومی جس نے دو برس میں فرانس کو سیاسی و معاشری آزادی کی اس منزل تک پہنچایا تھا، اب اس نے یہ اعلان کر دیا کہ اس کا کام ختم ہو گیا ہے۔ قوم کے عامۃ الناس میں اب تغیر مزید کی کچھ خواہش نہیں تھی۔ لوگوں کی زندگی کی عام رفتار پر جن شکایات کا بہت سخت اثر پڑتا تھا وہ سب رفع ہو گئے تھے، نامناسب و ناروا محصول، خدمات سرکاری سے محرومیت، اہل شہر کے اندر اجارات، اور جاگیری مواجبات جو کسانوں کی پیداوار کو ہضم کر جاتے تھے، یہ سب ساقط ہو چکے تھے۔ پس فرانس اب جن ہنگامہ خیز تغیرات کے نئے سلسلہ میں مبتلا کیا گیا اس کا سبب مزید اصلاح کا عام مطالبہ نہیں تھا بلکہ اس کا سبب زیادہ تر وہ بغض و عناد تھا جو انقلاب سے بھڑک اٹھا تھا۔ خود بادشاہ بھی صدق دل سے قوم کے ساتھ متحد و متفق

نہیں تھا، اس کے ایمان و ایقان پر جن امور کا بہت سخت اثر پڑتا تھا، اُن میں سے ایک امر یہ بھی تھا کہ اس نے غیر رضامندانہ طور پر مجلس کے کاموں کو قبول کیا تھا۔ کلیسا اور امرا اس خیال پر جمے ہوئے تھے کہ جو کچھ ہو چکا ہے اُسے الٹ دیں، عقیدے یا شعار میں فرق کئے بغیر مجلس قومی نے فرانس کے کلیسائی نظم کو از سرِ نو مرتب کیا تھا، اور پادریوں پر سلطنت کی اسی قومیت کو عائد کر دیا تھا جس کے لئے اٹھارھویں صدی کے تمام دوران میں کیتھولک یورپ کی حکومتیں برابر سعی کر رہی تھیں۔

پادریوں کے ملکی نظم نے (جسے مجلس قومی نے ۱۷۹۰ء میں قائم کیا تھا)، پادریوں کو زمینداروں کے گروہ کے بجائے سلطنت کے تنخواہ دار عہدہ داروں کی جماعت میں بدل دیا تھا اور دگر وہ مذہبی سے خارج، عام اشخاص کو اپنے اساقفہ و قسیس کے تقرر و انتخاب کا حق دے دیا تھا۔ اس انتہائی شکل میں جو تغیر عمل میں آیا، اس نے اساقفہ کی تمام جماعت اور نیچے درجہ کے پادریوں کے بہت بڑے حصہ کو سرتابی پر آمادہ کر دیا۔ گرجا کی زمینوں کی فروخت سے ان کے مقاصد کو نقصان، اور عام انتخاب سے جسے پوپ نے مردود کر دیا تھا، ان کے ایمان کو صدمہ پہنچتا تھا۔ فرانس کے نصف منابر پر انقلاب کے اصول پر لعنت بھیجی جاتی تھی اور سلطنت کے زیر اختیار کلیسا کی زمینوں کے خریداروں کے خلاف خدائی انتقام کا اعلان کیا جاتا تھا، سرحد کے دوسرے جانب وہ جلاوطن امرا جو اپنے طبقے کے ان متعدد آزاد خیال اشخاص کے ساتھ مل کر جو وطن میں رہ گئے ہیں، انقلاب میں اعتدال پیدا کر دینے وہ مسلح ہو کر جمع ہو گئے تھے اور اس قوم کے خلاف جس میں انھیں اپنے باغی تابعین کے سوا اور کوئی نظر نہیں آتا تھا، غیر ملکیوں سے مدد مانگ رہے تھے، تارکان وطن کے صدر مقام والی ٹریوز کی مملکت کے اندر کابلنز میں تھا۔ انھوں نے اپنی رجمنٹیں (فوجی دستے) بنا لئے تھے جن میں کلہم چند ہزار آدمی تھے، اور ان تمام فرانسیسیوں کے

خلاف جنھوں نے ان کے طبقہ کے امتیازات کو تباہ کیا تھا، انتقام کی حد سے بڑھی ہوئی تجویزوں میں مشغول ہو گئے۔

مجلس تشریعی اکتوبر ۱۷۹۱ء

مجلس قومی کی برطرفی کے بعد جو انتخابات ہوے اگر ان انتخابات سے ایسے لوگ مجلس وضع قوانین میں آجاتے جو صرف حاصل آمدہ فوائد کے قائم رکھنے ہی پر تلے ہوتے تو پھر دربار، کلیسا اور جلاوطنوں کی قضیہ و علانیہ مخالفت کے مقابلہ میں فرانس کے امن کا قائم رکھنا آسان کام نہ ہوتا، مگر اس امتحان کی نوبت نہیں آئی۔ جدید نمایندوں میں سربرآوردہ اشخاص سازگاری کرنے والے لوگ نہیں تھے، ۱۷۹۱ء میں جو تشریعی جماعت مجتمع ہوئی اس میں ۱۷۸۹ء کی مجلس کا جوش تو بتمامہ موجودہ تھا مگر اس مجلس نے جو تجربہ حاصل کرلیا تھا اس کا کہیں نام و نشان بھی نہیں تھا۔ سیاسی حماقتوں میں ایک یادگار حماقت یہ ہوئی تھی کہ سابق ایوان کے ارکان کو دوبارہ انتخاب میں آنے سے ممنوع قرار دیدیا گیا تھا، نئی مجلس وضع قوانین ایسے لوگوں سے مرکب تھی جنھوں نے اپنا سیاسی عقیدہ تمام تر کتابی ذرائع سے حاصل کیا تھا، سابق مجلس کے نہایت ہی خطرناک ارباب نظریات پارلیمنٹی قیود سے آزاد ہوکر رابسپیر کی طرح بزمگاہوں کے مقرر بن گئے تھے۔ نئے وکلا میں سے زیادہ نمایاں اشخاص کا ایک گروہ بن گیا جو ضلع جرانڈ کے نام پر (جہاں سے اس گروہ کے اکثر سرگروہ منتخب ہوے تھے)، جرانڈ کہلانے لگا تھا۔ سرآمد فصحائے روزگار درنیو، فلسفی عدیم المثال کانڈارسٹ، صحافی باخبر پرلیسو، یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے اس فریق کو ایوان کے اندر فایق اور ملک کے اندر بااثر بنادیا تھا، یہ تفوق واثر اس وجہ سے اور بھی زیادہ خطرناک ہو گیا کہ اس کا تعلق بظاہر ایسے لوگوں سے تھا جو سیاسی مناقشہ کی سطحی باتوں سے اعلیٰ دارفع سمجھے جاتے تھے، اس قطعی ارادے کے بغیر کہ بادشاہی کو جمہوریت میں بدل دیں، فریق جرانڈ کے خطبا یہ چاہتے تھے کہ ۱۷۹۱ء کے نظام سلطنت نے

جو سد قائم کی تھی اسے توڑ کر انقلابی تحریک کو آگے بڑھا لیجائیں۔ مجلس کے افتتاح کے وقت سے ہی یہ عیاں ہو گیا تھا کہ اس فریق نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ جو مسائل فرانس کے شدید تفرقہ کے باعث تھے انھیں پر اپنی فصاحت و بلاغت کا زور صرف کر دے اور اس طرح دربار اور قوم کے درمیان جلد از جلد طوفانی تصادم برپا کر دے۔ برکیو اور ان لوگوں کو جو اس فریق کے خیالات کے مہیا کرنے والے تھے، ۱۷۹۱ء کے نظام سلطنت سے معقول طور پر کام لینا ایک مصیبت معلوم ہوتی تھی کیونکہ اس نظام سلطنت میں امتیاز شاہی کی وقعت اور ازمنۂ وسطیٰ کے اوہام پرستی کی رواداری

جرانڈ کی جنگی روش

قائم رکھی گئی تھی۔ رابسپیر کی اس پیشین گوئی کے باوجود کہ جنگ سے فرانس پر کمزور فرمانروا کے بجائے مضبوط فرمانروا متمکن ہو جائے گا، فریق جرانڈ نے اپنے دل کو اس طرح سمجھا لیا کہ فرانس میں شاہی طاقت کے کم کرنے یا اسے بالکل الٹ دینے کے لئے بہترین ذریعہ یہی تھا کہ یورپ کے بادشاہوں سے جنگ چھیڑ دی جائے اور اس وقت کے بعد سے انھوں نے بالکل بے حجاب ہو کر جنگ کے لئے کوشش شروع کر دی۔[1]

فرانس کے لئے اگر جنگ کی ضرورت تھی تو اس کے لئے مواقع کی بھی کمی نہیں تھی۔ والئی ٹریوز نے کالنز میں جلا وطنوں کی فوج کو جو حمایت عطا کر رکھی تھی وہ بین الاقوامی قانون کی ایسی صریح خلاف ورزی تھی، کہ فریق جرانڈ نے جب بادشاہ سے یہ چاہا کہ وہ نہایت ہی قطعی و غیر مشروط طور پر ان جلاوطنوں کے منتشر کر دینے

[1] وان سبل "تاریخ زمانۂ انقلاب" Geschichte der Revolutionszeit جلد اول صفحہ ۲۸۹۔

کا مطالبہ کرے، تو اس خواہش میں فریق مذکور کو تمام قوم کی تائید حاصل تھی۔ تارکانِ وطن کی فوجی تیاریوں اور غیر ملکی حکمرانوں کی طرف سے ان کی ہمت افزائیوں پر جب جنوب کی فصاحت و بلاغت کے پورے زور کے ساتھ لعنت و ملامت بھیجی جانے لگی تھی ان مباحث سے قومی جوشش میں سخت اشتعال و برانگیختگی پیدا ہوگئی۔ ۱۳ر دسمبر کو لوئس نے والیان ٹریوز اور منیز کو یہ اعلان دے دیا کہ اگر ۱۵ر جنوری تک ان کے حدود مملکت کے اندر کا سامان جنگ منتشر نہ کر دیا گیا تو وہ ان کے ساتھ دشمن کا سا برتاؤ کرے گا، اور اس کے ساتھ ہی اس نے شہنشاہ لیوپولڈ سے یہ خواہش کی کہ جرمانی جماعت کے سرگروہ کی حیثیت سے وہ اپنے اثر سے ان حکمرانوں کو عقل سے کام لینے پر مائل کرے۔ ۱۶ر جنوری ۱۷۹۲ء کو لوئی نے مجلس کو یہ اطلاع دی کہ تارکان وطن ان امارتوں سے خارج کر دیئے گئے اور اس نتیجہ کے حاصل ہونے کے لئے لیوپولڈ کی مساعدت نیک کا اعتراف کیا۔

یادداشت کونیز
۲۱ر دسمبر
۱۷ر فروری

جنگ کا اصلی سبب بظاہر ناپید ہو گیا مگر اس کے بجائے دوسرا سبب پیدا ہو گیا۔ آسٹریا کے وزیر کونیز نے اپنی ۲۱ر دسمبر کی ایک یادداشت میں ایسے الفاظ استعمال کیے تھے جن سے مفہوم یہ پیدا ہوتا تھا کہ فرانس کے خلاف ہنوز دول کا کوئی اتحاد موجود ہے، مجلس کے جنگجو فریق کے لئے اس سے زیادہ موقع کی کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی، برلیسو نے فوری اعلانِ جنگ کے لئے شور مچا دیا اور فرانسیسی قوم سے یہ التجا کی کہ وہ تارکان وطن اور ان کے حمایتی شہنشاہ دونوں پر حملہ کر کے اپنی عزت کو برقرار رکھے۔ اس معاملہ کا انحصار تاج اور فریق مخالف کی نسبتی قوت پر تھا۔ لیوپولڈ نے یہ دیکھ لیا تھا کہ اگر آئینی فریق نے (جو ہنوز برسر اقتدار تھا) ایک آخری کوشش کر کے اپنے مخالفوں پر قطعی فتح نہ حاصل کر لی تو جنگ

کا ہونا لابدی تھا۔ عام رائے کو فریق جرانڈ کے خلاف پھیر دینے کی امید میں اس نے کوئنٹز کو پیرس میں ایک ایسا مراسلہ بھیجنے کی اجازت دیدی جس میں جنگجو فریق کے سرگروہوں پر اچھی طرح سے تعن طعن کیا گیا تھا اور فرانسیسی قوم کو یہ نصیحت کی گئی تھی کہ وہ ان لوگوں سے خلاصی حاصل کرے جو تمام یورپ کو اس کا دشمن بنادیں گے (۱۷ فروری)[علہ]۔ اس مراسلہ سے اپنے وقت کے سب سے زیادہ ہوشیار بادشاہ اور سب سے زیادہ تجربہ کار وزیر کی اس عدم قابلیت کا ثبوت مل گیا کہ وہ ایک کمزور دل وزارت کے اندیشوں اور ایک مشتعل قوم کے جذبات میں فرق و تمیز کرنے سے قاصر رہے۔ لیوپولڈ کی یہ زجر و توبیخ اگر بیڈن کے سردار، یا وینس کے ڈوج (صدر) کے خلاف ہوتی، تو اس سے غرض حاصل ہو جاتی مگر جب روئے سخن فرانسیسی قوم اور اس کی مجلس عمومی کی جانب ہو اور وہ بھی ملکی تصادم کے انتہائی حد کو پہنچی ہوئی حالت میں تو پھر یہ جلتی ہوئی آگ پر تیل ڈالنا تھا۔ لیوپولڈ جس فریق کو تقویت دینا چاہتا تھا اُسے اس نے تباہ کر دیا۔ اس نے قوم کو ان لوگوں کے ہاتھ میں دے دیا جن پر اس نے اعتراض کیا تھا۔ مجلس میں اس کے مراسلہ کا خیر مقدم اس طرح ہوا کہ کبھی لوگ بڑبڑاتے تھے اور کبھی قہقہہ لگا کر ہنس پڑتے تھے۔ اور بزمگاہوں میں اس سے دیوانہ وار غیظ و غضب بھڑک اُٹھا۔ چند ہفتوں اور سفارتی یادداشتوں کا تبادلہ ہوتا رہا مگر آسٹریا کے نام فرانس کا اصلی جواب نغمہ مارسیلز تھا، جو اسٹراسبرگ میں تقریباً اسی زمانہ میں مرتب ہوا تھا، کونٹز نے فریق "جیکوبن" پر حملہ کیا تھا۔ یکم مارچ کو شہنشاہ کے دفعۃً انتقال کر جانے سے اس مباحثہ میں کوئی

علہ دالیوناٹ "منابع" (Quellen) جلد اول صفحہ ۳۷۲۔ بیو سنتے اور رو۔ جلد سیز دہم صفحہ ۴۰۳، جلد چہار دہم صفحہ ۲۴۔

وقفہ نہیں پڑا۔ لوئس کا وزیر خارجہ ڈسمارٹ عہدے سے ہٹا دیا گیا اور اس کے بجائے جنگجو فریق کا نمایندہ ڈوموریا مقرر ہو گیا۔

اعلان جنگ
۲۰- اپریل ۱۷۹۲ء

باہمی عتاب و خطاب کا انداز اور سخت ہو گیا، شکایتوں کے پرانے مباحث از سر نو کھولے گئے، اور جانبین سے فوجیں سرحد کی طرف بڑھائی جانے لگیں، یہی وقت تھا جب بد قسمت لوئس کو وزرا مجلس میں لے آئے اور اسے اعلان جنگ کی تجویز پر مجبور کیا۔

ادعائے وجوہ جنگ

ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ جنگ کے لئے جن وجوہ کا اظہار کیا جاتا ہے وہ مقاصد دلی سے متفق ہوتے ہوں اور ۱۷۹۲ء میں بھی یہ صورت نہیں تھی۔ آسٹروی حکومت کے بلاغ نہائی میں یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ الساس میں جن جرمانی امرا کے حقوق جاگیری ان کے کاشتکاراں پر سے منسوخ کر دئے گئے ہیں ان کا معاوضہ دیا جائے۔ پوپ کو اونیاں اور وینس کا ہرجانہ دیا جائے جنھیں فرانس نے پوپ سے لے لیا تھا، اور یہ کہ پیرس میں ایک ایسی حکومت قائم کیجائے جو دول یورپ کو عمومی شور انگیزی کے پھیلنے کی طرف سے اطمینان دلا سکے۔ پہلی دو بناؤں کو کسی نے بھی مخاصمت کے لئے قوی وجہ نہیں خیال کیا۔ اس میں شک نہیں کہ الساس میں جرمانی امرا کو اپنے اہل دہ پر جو حقوق حاصل تھے وہ ان معاہدات میں محفوظ رکھے گئے تھے جن کے بموجب یہ اضلاع فرانس کو دئے گئے تھے مگر یورپ کا ہر مدبر اس حکومت پر ہنستا جو ڈیڑھ صدی قبل کی قرارداد کے پاس خیال کی وجہ سے اپنی مملکت کے ایک کونے میں جاگیری طریق کو باقی رہنے دیتی، اس کے سوا مجلس نے ان غیر ملکی رؤسا کے لئے اس معاوضہ سے انکار بھی نہیں کیا تھا جس کے لیے لوئس نے فرانسیسی امرا کے واسطے کوشش کی، اور کچھ حاصل نہ ہوا۔

اونیان اور وینس کے الحاق کی کیفیت یہ ہے کہ آسٹریا کے مانند جس طاقت نے پولینڈ کے ٹکڑے کرنے میں شرکت کی ہو اور حال ہی میں ترکی کو تقسیم کر لینے کی ناکام کوشش کر چکی ہو، وہ فی الواقع فرانس کو اس امر پر ملامت نہیں کر سکتی تھی کہ اس نے ایک ایسے ضلع کو ملحق کر لیا تھا جو دراصل اسی کے حدود کے اندر واقع تھا، اور جس کے باشندے اور ان باشندوں کا ایک بڑا حصہ فرانس کی رعایا (شہری) بننے کے لئے مضطرب تھا، تیسرا مطالبہ یعنی ایک ایسی حکومت کا قائم کرنا جسے آسٹریا قابل اطمینان سمجھے کسی بلند خیال قوم سے اس کے قبول کرنے کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ درحقیقت آسٹریا کو بھی اس کی توقع نہیں تھی، لیوپولڈ کی خواہش فرانس پر حملہ کرنے کی نہیں تھی مگر اس نے تہدیدات کا استعمال کیا تھا اور ان سے رجوع کرنے کی ذلت کو وہ گوارا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ شہنشاہ فرانس کو خلاصی دلانے کے لئے وہ جنگ کا آغاز نہ کرتا مگر جب اسے یہ معلوم ہو گیا کہ خود اس پر حملہ کا ہو جانا یقینی ہے تو اس نے انقلاب کے خلاف بلا تاسف جنگ کو قبول کر لیا۔ دوسری طرف جرانڈ نے جب "معاقدۂ شاہاں" کو مردود قرار دیا تو انھوں نے اپنی خانگی حکمت عملی کی ضرورت سے ایک دور دست خطرے میں مبالغہ سے کام لیا۔ درحقیقت براعظم کے تاجداروں نے انقلاب کے متعلق اپنی نفرت کو راز میں نہیں رکھا تھا، روس کی ملکہ کیتھرین نے یورپ کے ہر ایک دربار کو جنگ کے لئے ابھارا تھا، گسٹیوس (شاہ سویڈن)، فرانس کے خلاف تیاریاں کرتے ہوئے دفعتہً ناگہانی موت سے انتقال کر گیا۔ اسپین، نیپلز اور سارڈینیا اپنے سے قوی تر گروہوں کی تبعیت کے لئے تیار تھے مگر فرانسیسی مجلس کے مدبرین اچھی طرح سمجھتے تھے کہ معاندانہ خیالات اور واقعی حملہ کے درمیان

بیرونی حملہ کا اندیشہ فرانسیسی قوم میں واقعتاً موجود تھا مگر فرانسیسی مدبروں میں واقعتاً نہیں تھا

کتنا وقفہ ہوتا ہے، اور شمالی و جنوبی طاقتوں کی جانب سے فرانس کے خطرے کی نوعیت کا بے اصل ہونا خود اس واقعہ سے ثابت تھا کہ فرانس کے موروثی دشمن اور مبغوض میری آنٹوانٹ کے وطن آسٹریا ہی کو فی الحقیقت خاص دشمن سمجھا جاتا تھا۔ تاہم ان درباروں نے اتنا کچھ کیا تھا کہ اس سے فرانسیسی قوم کے ان لاکھوں آدمیوں کا غصہ بھڑک اٹھا تھا جو ان کے خطروں سے تو واقف تھے مگر ان کے تذبذب و احتیاط سے آگاہ نہ تھے۔ جس شخص نے "مارسیلز" کا نغمہ بنایا تھا وہ عیارانہ قصوں کا گھڑنے والا نہیں تھا۔ عوام کے جن گروہوں نے اس نغمہ کو اول اول گایا انھیں اس میں مطلق شک نہیں تھا کہ مجلس کے مقررین جن خطرات کا اندیشہ ظاہر کر رہے تھے وہ حقیقۃً موجود تھے۔ یورپ کے درباروں نے لکڑیوں کا انبار لگا دیا تھا، فریق جرانڈ کے لوگوں نے اسے مشعل دکھا دی۔ یورپ میں کیا کچھ ہو رہا تھا، اسے صحیح طور پر سمجھنے کے لئے فرانسیسی قوم کے عامۃ الناس کے پاس کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ وہ واقعات کو اپنے سرگروہوں سے اخذ کرتے تھے اور یہ سرگروہ اسے کوئی بڑی بات نہیں سمجھتے تھے کہ اندرونی آزادی کو آگے بڑھانے کے لئے ایک قوم کو جنگ میں مبتلا کر دیں۔ وقت قریب تھا کہ فریق جرانڈ کے تدبر کی دانائی پر خود واقعات اپنا سخت و ہتک آمیز فیصلہ صادر کر دیں۔

جرمانیہ نے جنگ میں آسٹریا کی اقتدا کی

اعلان جنگ پر رائے دینے کے بعد مجلس فرانس نے ایک اعلام نامہ قبول کیا جسے کنڈارسٹ نے مرتب کیا تھا اور جس میں فرانسیسی قوم کے نام سے فتح کے ہر طرح کے ارادے سے تبرا کیا گیا تھا۔ اس اعلامنا میں ان امور کا لحاظ کیا گیا تھا جنھیں کنڈارسٹ کے ایسے لوگ دل سے مانتے تھے اور جن کے نزدیک انقلاب ہنوز ایک ایسا مقدس معاملہ تھا کہ اسے توسیع مملکت کی حرص دنی سے ملوث

نہ کرنا چاہئے تھا، مگر اہل فرانس نے جس ارادے سے جنگ کا آغاز کیا، اس کی واقعی رفتار کا تعین ان ارادوں سے اتنا نہیں ہوا جتنا ان سلطنتوں کی سیاسی حالت سے ہوا جو فرانسیسی سرحد پر واقع تھیں۔ اولاً واقعاً جنگ آسٹریا کے ساتھ تھی مگر فرمانروائے آسٹریا جرمانیہ کا سرگروہ بھی تھا، جرمانیہ کے وہ کلیسائی والیان ملک جو صوبہ جات رائن میں حکمراں تھے، وہی فرانس کے تارکان وطن کے سب سے زیادہ پرجوش محافظ تھے۔ پس اب یہ غیر ممکن تھا کہ وہ غیر جانب داری کے سایہ میں پناہ لے سکیں۔ پرشیا نے فرانس کے خلاف شہنشاہ سے محالفہ کیا تھا، اور دوسری جرمانی سلطنتیں بھی کسی نہ کسی بڑی سلطنت کے تبع میں چل نکلی تھیں۔ اگر فرانس اپنے دشمن سے زیادہ قوی ثابت ہوتا تب بھی آسٹریا کے علاوہ اور ایسی حکومتیں تھیں جنھیں انقلاب کے متعلق اپنے طور پر سمجھنا تھا، درحقیقت آسٹریا وہ سلطنت نہیں تھی جو ہر اشتداد تغیر کے لئے سب سے زیادہ وقف ہو، اس کی مملکت کا بیشتر حصہ فرانس سے بہت دور واقع تھا، زیادہ سے زیادہ

جرمانیہ کی حالت

یہ کہ اسے لمبارڈی اور نیدرلینڈ کے نکل جانے کا خطرہ ہو سکتا تھا، جس رقبہ کو واقعی جنگ کا خطرہ تھا وہ جرمانیہ کا کل ملک تھا، اور اٹھارھویں صدی کے آخر میں کسی حملہ کی مدافعت کے لئے جرمانیہ جس قدر کم تیار تھی، یہ حال کبھی کسی سیاسی جماعت کا نہ رہا ہوگا۔ جنگ انقلاب کے دوران میں فرانس کو سب سے زیادہ یقینی تائید اور فتح کے لئے سب سے زیادہ قوی محرک جرمانی قوم کے تفرقوں اور دونوں سربرآوردہ جرمانی حکومتوں کی رقابتوں سے حاصل تھا۔ اگر ہم اس موقع پر ذرا توقف کر کے آغاز جنگ کے وقت جرمانیہ کی حالت کا مختصراً تبصرہ کر لیں، اس کے حکمراں تاجداروں کے شمائل اور خصائل

اور ان کی حکمت عملی کو سمجھ لیں، اور ان حالات گردوپیش پر ایک سرسری نظر ڈال لیں جو وسطی یورپ کے اس حالت میں، آنے کے واقعی باعث ہوئے، تو اس سے ان تغیرات پر روشنی پڑے گی جو اب یورپ میں آناً فاناً رونما ہونے لگے تھے۔

مقدس رومانی شہنشاہی

ملک جرمانیہ نے اب تک ازمنۂ وسطیٰ کی "مقدس رومانی شہنشاہی" کا نام اور اس کے اشکال کو باقی رکھا تھا، لیکن اس نام نہاد شہنشاہی کے ارکان خودمختار سلطنتوں کی ایک جماعت پر مشتمل تھے، اور ان سلطنتوں میں سے خاص سلطنت آسٹریا اپنے جرمانی صوبوں کے ساتھ ایک بہت بڑی مملکت ایسی بھی رکھتی تھی جو رسماً بھی جرمانی جماعت کا جزو نہیں تھی۔ حکومتوں کا یہ معجون مرکب ہر درجہ کی قوی و کمزور سلطنتوں سے بنا تھا۔ آسٹریا اور پرشیا کو ایسے سیاسی روایات و وسائل حاصل تھے جنھوں نے ان کو اعلیٰ یورپی طاقتوں کے درجہ پر پہنچا دیا تھا مگر سیکسنی اور بویریا کی ایسی دوسرے درجہ کی بادشاہیوں کو نہ تو قوت کی طمانیت حاصل تھی اور نہ وہ آزادانہ زور یا زر میسر تھا جو اکثر چھوٹی جماعتوں میں پایا جاتا ہے۔ ان کے سوا جرمانیہ کی اور چھوٹی چھوٹی سلطنتوں میں جن کی تعداد سو کے قریب تھی، مدتوں قبل ہر طرح کی زندگی عامہ دلوں سے محو ہو چکی تھی، اگر کچھ تھا تو یہی کہ عہدہ داروں کے رحم و کرم یا ظلم وستم کا ایک چکر جاری تھا، اور اسی میں لوگ اونگھ رہے تھے۔ اصولاً اس وقت تک ایک متحدہ جرمانی جماعت موجود تھی، واقعاً جرمانیہ دو جلیل القدر بادشاہوں سے مرکب تھی جنھیں ایک دوسرے سے سخت رقابت تھی اور ان کے سوا خودمختار امارات و بلاد کا ایک غول تھا جن کی رکنیت شہنشاہی کا مطلب اس سے زیادہ کچھ نہیں تھا کہ اپنے سے زیادہ طاقتور ہمسایوں کے مناقشات میں کھنچ آنا ان پر بھی لازم تھا، کسی قسم کا جرمانی قومی احساس موجود نہیں

تھا جس میں تمام جرمانیہ کے اغراض متحد و متفق ہوں، یا سیاسی اتحاد کے اسما و اشکال بہت بعید زمانہ گزشتہ سے چلے آرہے تھے اور اور اٹھارھویں صدی کے واقعات کے درمیان ایک مضحکہ خیز خارج الوقت شے معلوم ہوتے تھے۔ جرمانی جماعت کا سرگروہ موروثی حق کے ذریعہ سے قابض نہیں ہوتا تھا بلکہ شارلیمین اور رومانی قیاصرہ کے منتخب شدہ جانشین کی حیثیت سے قابض ہوتا تھا۔ پندرھویں صدی سے شہنشاہی اعزاز ہیپسبرگ کے آسٹروی خاندان میں رہا تھا، مگر باستثنار چارلس پنجم اس خاندان کے کسی فرماں روا کے پاس اتنی قوت نہیں تھی جو ایک متحدہ جرمانی سلطنت کے پیدا کرنے کے لئے کافی ہو اور اس وقت جو موقع آگیا تھا ہاتھ سے نکل جانے دیا گیا۔ "اصلاح" نے شمالی جرمانیہ کو جنوب کی کیتھولکی بادشاہی سے جدا کر دیا تھا۔ جنگ سی سالہ جس کا خاتمہ سترھویں صدی کے وسط میں ہوا، اس نے براعظم یورپ پر مذہب پروٹسٹنٹ کے وجود کو مستحکم کر دیا مگر یہ استحکام جرمانیہ کو کھو کر ہوا جو اس جنگ کے بعد خستہ و منتشر ہو گئی تھی۔ ۱۶۴۸ء کے معاہدہ وسٹ فیلیا کی رو سے شہنشاہی کے ہر رکن کی خودمختاری تسلیم کی گئی تھی، اور اس کے بعد سے مرکزی اقتدار محض ایک سایہ رہ گیا تھا۔ شہنشاہی کی ڈائیٹ جہاں انتخاب کنندگان، والیان ملک اور آزاد شہروں کے نمایندے جمع ہوتے تھے وہ ازمنۂ وسطیٰ کی ترتیب میں منعقد ہوتی تھی اور اب اس کی حالت "جامعۂ نقبا" کی سی ہو گئی تھی جو خطابات و تقدمات کے مسائل میں مصروف رہا کرتی تھی۔ اصل اہمیت کے مسائل وہ ایلچی طے کرتے تھے۔ جو ایک دربار سے دوسرے دربار میں جایا کرتے تھے، جنگ کے اغراض کے لئے "شہنشاہی"

۱۶۴۸ء کے بعد سے تمام جرمانی سلطنتیں شہنشاہ سے خودمختار ہو گئی تھیں۔

حلقوں میں منقسم تھی اور نظریہ کی رُو سے ہر حلقہ فوج کا ایک رسالے (رسالہ) مہیا کرتا تھا مگر اس فوجی تنظیم کا وجود صرف کاغذ پر تھا، اعلیٰ اور اوسط درجہ کی سلطنتیں اپنی حکمت عملی کے پابند اپنے سلاح جنگ کا انتظام بھی ریشسالن کی ڈائٹ سے مستغنی ہو کر کرتی تھیں، چھوٹے درجے کی بادشاہتوں اور آزاد شہروں کے رسالے ہر اعتبار سے نامکمل، ناقص اور بے ترتیب تھے اور جرمانی سپاہیوں کی شجاعت کے باوجود یورپی جنگ میں اس سے کچھ بھی فرق نہیں پڑ سکتا تھا کہ آیا کوئی رجمنٹ جس کا کپتان (قائد) شہر گمنڈ کی طرف سے، اس کا لفٹنٹ (مددگار) خانقاہ رائنمنسٹر کی طرف سے اور اس کا علمبردار جگنیاک کے شیخ الصومعہ کی طرف مقرر ہوا ہو، وہ اپنے کاغذی شمار سے پچاس فی صدی کم کی تعداد میں میدان میں آتی ہے یا نہیں آتی۔ شہنشاہی کے ارکان کے درمیان جو تعلقات قائم تھے وہ کس درجہ کمزور تھے[1]، اس کی آئینی کل کس قدر سست اور بے ہنگام تھی، اس کا نمایاں ثبوت اس وقت ملا جب فرانسیسیوں نے ۱۷۹۲ء میں پہلی مرتبہ جرمانیہ پر یورش کی اور وائٹ شہنشاہی کے فوجیں طلب کرنے کے قبل چار ہفتے تک اور اعلان جنگ کرنے سے قبل پانچ مہینے تک بحثیں کرتی رہی۔

آسٹریا

درحقیقت جرمانیہ کی مدافعت کا انحصار آسٹریا اور پرشیا کی فوجوں پر تھا، آسٹریا کے خاندان ہیپسبرگ کو شہنشاہی کا لقب حاصل تھا اور اس لئے اپنے گرد کم ترقی کن جرمانی سلطنتوں کے بادشاہوں کو جمع کر لیا تھا، دوسری طرف شمالی جرمانیہ کی پروٹسٹنٹ جماعتوں نے اپنے اغراض کو ترقی کن پرشیاوی شہنشاہی کے اغراض کے ساتھ متحد کر دیا تھا، مذہبی ہمدردی اور مدتوں کے روایات نے چھوٹے چھوٹے کیتھولک درباروں کو وائنا کے سیاسی نظم سے مربوط کر دیا تھا۔ آسٹریا کو اپنی اس سرپرستی سے کچھ فائدہ بھی ہوا، مگر

[1] ہاسر: "تاریخ جرمانیہ" Deutsche Geschichte صفحات ۱-۸۸-

وائی ناٹ: "ہرزاگ البرکٹ" Herzog Albrecht صفحات ۱-۸۰

حقیقت میں وہ جرمانی خاندان کی رکن نہیں تھی، اس کے اغراض جرمانیہ کے نہیں تھے، اس کی طاقت اگرچہ عظیم الشان اور بہت برداشت کن ثابت ہوئی مگر اس حالت کا انحصار زیادہ تر جرمانی عناصر پر نہیں تھا اور نہ اس کا استعمال زیادہ تر جرمانی اغراض کے لئے ہوتا تھا۔ آسٹروی فرمانروا کے لقب سے ان نسلوں اور قوموں کی عجیب و غریب گوناگونی کا اظہار ہوتا ہے جن کے سیاسی اتحاد کا باعث صرف یہ تھا کہ وہ سب کے سب ایک مشترک سرگروہ کے تابع تھے۔ سرکاری حیثیت سے مختصر صورت میں خاندان ہیپسبرگ کے حکمراں کے القاب یہ ہوتے تھے۔ شاہ ہنگری، بوہیمیا، کروشیا، سلیونیا، وگلیشیا، آرچ ڈیوک آسٹریا، گرینڈ ڈیوک ٹرینسلونیا، ڈیوک آسٹریا، کینیز نمسا، دکا نیوالا اور حکمراں کاونٹ ہیپسبرگ وٹرول۔ ۱۷۹۲ء کی جنگ کے آغاز کے وقت، خاندان ہیپسبرگ کی قلمرو میں اس وسیع الرقبہ مملکت کے علاوہ جس پر وہ اب تک حکمراں ہے، جنوبی ندرلینڈ، اور ملان کی ڈچی بھی شامل تھی۔ آسٹروی بادشاہی کے اندر گیارہ مختلف السنہ اور بے شمار مقامی زبانیں بولی جاتی تھیں آبادی کے عناصر میں سلافی عنصر اوروں سے بدرجہا زیادہ بڑھا ہوا تھا اس کا شمار تقریباً ایک کرور نفوس کا تھا اس کے برخلاف جرمانی پچاس لاکھ اور ہنگیر (مجر) تیس لاکھ تھے، لیکن جو خاندان کہ اپنی تمام ماتحت قوموں کی نسبت بے پروائی کے ساتھ یہ سمجھتا ہو کہ وہ صرف اس کی شان وشکوہ کے بڑھانے کا ذریعہ ہیں اس سے یہ توقع نہیں ہوسکتی تھی کہ اس کی حکمت عملی تعدادی قوت یا قومی مقاصد کے مطابق رنگ اختیار کرے گی۔ ملان اور ندرلینڈز تو اٹھارھویں صدی کے آغاز سے آسٹریا کے قبضہ میں آئے تھے مگر خاندان ہیپسبرگ کے قدیم ممالک کی قسمت جنگ سی سالہ کے دوران میں کئی نسلوں سے متعین ہو چکی تھی۔ اس کشمکش سے آسٹریا کو جہاں تک تعلق تھا قدیم وجدید عقیدے کے تصادم کے معنی

یہ ہو گئے تھے، کہ ایک طرف شاہی تھی اور کلیسا اس کے ساتھ تھا دوسری طرف قومی زندگی اور آزادی کا ہر ایک عنصر تھا اور "اصلاح" اس کی جائداد تھی، اور فریقین میں تصادم برپا تھا، مذہب پروٹسٹنٹ کو اس زمانہ میں خاندان "ہیپسبرگ" کے تقریباً تمام ممالک میں قبضہ حاصل ہو چکا تھا اور اس کا زیر کرنا بغیر اس کے نہ ہو سکا کہ آسٹروی جرمانیہ کی سیاسی آزادی بوہیمیا کی قومی زندگی، ہنگروی امرا کا جوش و حوصلہ سب ایک طرف سے فنا کر دیا جائے۔ شہنشاہ فرڈیننڈ کی یہ قابل نفرت خواہش کہ ملک میں زندیقوں کے بھرے رہنے سے ملک کا ویران ہونا بہتر ہے" اس کے مملکت کی آیندہ کی تاریخ میں بہت اچھی طرح پوری ہو گئی۔ ٹرول کے سوا اور دوسرے جرمانی صوبوں میں، قدیم پارلیمنٹیں اور ان کے ساتھ آزادی کے تمام علامات ناپدید کر دیے گئے، بوہیمیا میں قومی پروٹسٹنٹ امرا کی جائدادیں جاتی رہیں اور اگر باقی بھی رہیں تو اس کی قیمت مذہب، زبان، اور جذبات نسلی کے ترک سے ادا کرنا پڑی، تا آنکہ اس کا ملک متمدن یورپ کی نظروں سے غائب ہو گیا، اور بوہیمیا کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں رہ گی کہ وہ زمین جوتنے والوں کا ایک بے حقیقت ملک ہے جس پر کسی کی نظر بھی نہیں پڑتی ہنگری جنگ سی سالہ کے دوران میں اس قدر کامل طور پر پامال نہیں ہوئی تھی اور مذہب پروٹسٹنٹ کچھ باقی رہ گیا تھا، وہاں، ۱۶۸۶ء میں عدالت مشہور بہ "مذبح اپیریس" کے ہیبتناک فتاوائے موت نے صاف روشن کر دیا کہ قومی آزادی کے جذبات کی جانب بادشاہ کی روایتی حکمت عملی کیا تھی۔ آسٹروی ممالک میں صرف دو طاقتوں کو باقی رہنے کی اجازت تھی، ایک تاج کی طاقت اور دوسری قسیسوں کی اور چونکہ محکوم نسلوں میں کسی قسم کا حقیقی قومی اتحاد نہیں قائم رہ سکتا تھا، اس لئے سلطنت کا تمام اقتدار اس امر پر صرف

کر دیا گیا تھا کہ بادشاہی کے بیشتر حصہ پر مذہب کیتھولک کا کورانہ اتباع بزور قائم رکھا جائے۔

اس ہیجان مطلق العنانی کے دباؤ کے نیچے یہ معلوم ہوتا تھا کہ انسان کی تمام نازک و لطیف قوتیں زائل ہو جائیں گی۔ سترھویں اور اٹھارھویں صدیاں جن میں انگلستان و فرانس میں کوئی عشرہ ایسا نہیں گزرتا تھا کہ کوئی نہ کوئی استادانہ ادبی تصنیف یا کوئی نہ کوئی علمی تحقیقات یا سیاسی بحث و استدلال میں کسی نہ کسی طرح کی ترقی نہ ہو، مگر ان صدیوں میں آسٹریا کے اندر ایک ہیڈن مغنی کے سوا اور کوئی درخشاں نام نظر نہیں آتا۔ جنگ سی سالہ کے جمود کے تین پشتوں بعد جب وکلمین اور لیسنگ نے پھر لوگوں کے دلوں کو ابھارا اور وسیع الشیوع تعلیم سے طبقہ متوسط کو سیاسی آزادی کے فقدان کلی کا کچھ عوض مل گیا) اس وقت بھی اس تجدید کا کوئی اثر آسٹریا میں نہیں ظاہر ہوا۔ امرا شکار کھیلتے اور سوتے تھے، زرعی نیم غلام روح فرسا محنت برداشت کرتے تھے، جہاں کوئی مدرسہ موجود ہوتا وہاں فرقۂ جزوٹ کے پادری طلبہ کو کلیسائی لاطینی سکھاتے تھے اور مدرسہ سے انھیں فارغ التحصیل کر کے اس طرح واپس کرتے تھے کہ وہ اپنی مادری زبان نہیں پڑھ سکتے تھے۔ ایسے کاہل اور بے استعداد نظم معاشرت میں ترقی کا شیوع صرف فوجی بربادی ہی سے ہو سکتا تھا۔

میریا تھریسیا کے اصلاحات ۱۷۴۰ء - ۱۷۸۰ء

میریا تھریسیا کے اوائل عہد میں سلیشیا کے نکل جانے سے حکومت کے خواب خرگوش میں ذرا فرق پڑا اور اصلاح کا آغاز ہوا، اگرچہ ہنگری اور نذر لینڈز کے سوا قدیم صوبجاتی مجلسوں کے اختیارات مدت سے زائل ہو چکے تھے مگر تاج نے کبھی یہ سعی نہیں کی تھی کہ انتظام مملکت کا کوئی یکساں نظم قائم کرے۔ محصولوں کا جمع کرنا، رنگروٹوں کا بھرتی کرنا، ابھی تک ہر ضلع کے جاگیری زمینداروں کا کام تھا، کسی مستعد کار دشمن کے مقابلہ میں اس قسم کے دقیانوسی انتظام سے تاب مقاومت

کی کس قدر توقع ہوسکتی تھی اس کا حال فریڈرک اعظم کے پہلے حملہ میں روز روشن کی طرح واضح ہوگیا۔ بہتر فوجی تنظیم کی بنیاد رکھنے اور رعایا میں قوی تر قومی مقصد پیدا کرنے کی امید میں تھریسا نے مرکزی بادشاہی کے بعض عہدے اسی زمانے میں قائم کیے جب اس نے وابستہ اراضی غلاموں کی حالت کو ترقی دی، اور جزوٹ کی تعلیم اور جزوٹ معلموں کے بجائے جرمانی تعلیم اور جرمانی معلم مقرر کیے۔ کسان، جو بادشاہی کے بیشتر حصص میں اب تک زمین سے وابستہ تھے انھیں اب اپنے آقا کی زمین کے چھوڑ دینے کی آزادی مل گئی، اور جب تک کہ وہ سال کے چند مقررہ ایام میں اپنے آقا کے لیے مزدوری کی خدمت انجام دیتے رہیں اس وقت تک وہ اخراج سے محفوظ کر دیے گئے۔ تھریسا کی اصلاح اس سے آگے نہیں بڑھی، اسے ملک کی زندگی کی جاگیری نوعیت کے بدلنے کی مطلق خواہش نہیں تھی، وہ نہ تو مذہب کیتھولک کے تسلط و اقتدار میں کسی قسم کا اعتدال پیدا کرنا چاہتی تھی اور نہ ان صوبجاتی اشکال کو محو کرنا چاہتی تھی۔ جن سے امرا کو ان کے اضلاع کے اندر سیاسی خود مختاری کا انداز حاصل ہوجاتا تھا، اس کے خیالات خود قدامت پرستانہ تھے، طبقۂ امرا اسے عزیز تھا، اور ذاتی طور پر اسے مذہب سے توغل تھا، اندریں حالات، اس نے صرف اسی تغیر کو منظور کیا جس کے لیے اس کے معتمد علیہ مشیروں نے صلاح دی، اور اس نے اس سے زیادہ کا مطالبہ بھی نہیں کیا جتنا خود اس کی بیگماتی خصوصیت کی دلفریبی سے حاصل ہوسکتا تھا۔

جوزف دوم ۱۷۸۰ - ۱۷۹۰

۱۷۸۰ء میں میریا تھریسا کے فرزند جوزف دوم کی تخت نشینی کے وقت سے آسٹریا کے لیے ایک نئے دور کا آغاز ہوا، جس کام کو تھریسا نے تعویق میں ڈال دیا تھا اسے اب ایک ایسے بادشاہ نے اپنے ہاتھ میں لیا کہ مذہبی و معاشری اصلاح کے متعلق اس کے تخیلات نے

دس برس بعد فرانس کے بڑے سے بڑے مبدعین کے لئے کچھ اٹھا نہ رکھا۔ اس میں شک نہیں کہ جوزف کے دل میں ہمیشہ یہ خیال رہا کہ ممالک غیر کی فتح کے مبادرات کے لئے ایک عظیم الشان فوجی قوت مہیا کرے، اور بیقید مطلق العنان قوت کا شوق بھی اس کے دل سے کبھی رفع نہیں ہوا مگر ان درشت عناصر کے ساتھ، جوزف کی فطرت میں اس شخص کے دل کی سی سچی آگ بھی بھڑک رہی تھی جو تخیلات کے لئے زندگی بسر کرتا ہو، ۔ اپنی رعایا کے ہر طبقہ کو ایک سطح پر بلند کر دینے کی پرجوش خواہش کے ساتھ ہی اس نے ان کے عادات و میلانات کو فراموش کر دیا تھا، اور اسی کا نتیجہ تھا کہ اس نے یہ کوشش کی کہ اپنی زیر حکومت قوموں کے اس معجون مرکب مجموعے کو جس پر قیسیوں کا تسلط تھا ایک ہم رنگ جماعت میں بدل دے اس کی تنظیم فرانس یا پرشیا کے طرز پر ہو، طریق عبادت روادارانہ و روشن خیالانہ عیسائیت کے انداز کا ہو، اور طبقات کے باہمی تعلقات میں اٹھارھویں صدی کا فلسفہ حب انسانی جوشزن ہو۔ اپنے عہد حکومت کے پہلے سال میں جوزف نے ان تمام عدالتی اختیارات کو منسوخ کر دیا جو براہ راست بادشاہ سے نہ ماخوذ ہوں اور آسٹنڈ سے نسٹر تک عہدہ داروں کی ایک فوج پھیلادی کہ اس کی کل قلمرو کے تمام سرکاری کاموں کو وائنا کے مرکزی اقتدار کے بلاواسطہ ہدایت کے تحت میں انجام دیں، بعد کے برسوں میں فرامین پیاپے جاری ہوتے رہے، خانقاہیں توڑ دی گئیں، گرجا کی تقریبیں اور زیارتیں ممنوع قرار پا گئیں، مسیحی عبادت کے ہر طریق کے لئے سلطنت کی حفاظت کا اطمینان دلایا گیا، امرا کی معافی لگان اور سرکاری عہدوں پر ان کا بلا شرکت غیرے قبضہ منسوخ کر دیا گیا، جامعات (دارالعلوم) راہبانہ جہالت کے حجرہائے تاریک کے بجائے دنیاوی علوم کے مدارس بنا دئے

گئے۔ کسانوں کی شخصی خدمت کو نقدی معاوضے میں بدل دیا گیا، اور اپنے آقا کے ساتھ ان کے تمام معاملات میں ان کے لئے شاہی عہدہ دار کی حیثیت میں ایک محافظ اور ایک حکم مہیا کر دیا گیا۔ جوزف اپنے مقاصد میں ضرور شریف الطبع و روشن خیال تھا مگر اٹھارھویں صدی کے ہر ایک مصلح کی طرح اس نے اس قوت کا اندازہ کم کیا جو گزشتہ کو موجودہ پر حاصل ہوتی ہے۔ صوبجاتی رواج یا مدتوں کی باوقعت رائے کے ساتھ وابستگی میں اسے سوائے تعصب اور بدعقلی کے اور کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ وہ اس اخلاقی قانون کے نسبت کچھ جانتا ہی نہ تھا جو انقلابات کی کامیابی کو حالات ماقبل سے محدود کر دیتا ہے۔ اس کے اصلاحات کی مقاومت کے لئے بدترین، بہترین کے ساتھ متحد ہو گئے۔ دار العلوم لوئن کے متعصبوں نے جواب تک نیوٹن کے انکشافات کے خلاف جمے ہوئے تھے، جوزف کو مذہب کا دشمن بتا کر عوام کو بھڑکا دیا اور شورش برپا کرا دی، ہنگری میں قوم مگر کے زمینداروں نے اس نظم و طریق کی مقاومت کی جس نے ان کی قومی خود مختاری کے آخری نشانوں کو فنا کرنے کے ساتھ ہی ان کے اس سخت تسلط کو بھی نیست و نابود کر دیا تھا جو وہ اپنے کسانوں پر عمل میں لاتے تھے۔ جوزف کبھی مراعات کرتا اور کبھی انتہائی خود مختارانہ زیادتی پر اتر آتا۔ ایک وقت میں اس نے یہ عزم کر لیا کہ اس کے اختیار کے عمل درآمد میں جس حق سے خلل پڑتا ہو ان سب کو دریابرد کر دے، اس کے بعد، جب ندرلینڈز میں کامیاب بغاوت ہو گئی اور ہنگری نے بھی مجبور ہو کر ہتیار سنبھالے تو اس نے اپنے غیر آئینی احکام منسوخ کر دیئے (۲۸ رجنوری ۱۷۹۰ء)۔ اور ہنگروی بادشاہی کے جو تنظیمات اس کی تخت نشینی کے وقت قائم تھے انھیں بحال کر دیا۔

لیوپولڈ دوم (۱۷۹۰-۱۷۹۲)

ایک مہینہ بعد موت نے جوزف کو اس کی کشمکش اور اس کے ہم و غم سے نجات دلائی۔ اس کے جانشین لیوپولڈ دوم نے یہ دیکھا کہ روس کے حلیف کی حیثیت سے اس کی بادشاہی ترکی پر حملہ کرنے کی پابندی میں مبتلا ہے، پرشیا، انگلستان اور ہالینڈ کے معاہدۂ شمالی سے اسے خطرہ درپیش ہے، ندرلینڈز کی قیادت نے اسے کمزور کر دیا ہے، اور ہر صوبہ میں قدیم و جدید نظم حکومت کے تصادم سے اور جدید معاشری حقوق کے دعاوی سے (جو صرف فنا کرنے کی غرض سے پیدا کئے گئے تھے) ابتری برپا ہے۔ بلجیم کی بازستانی اور ترکی سے صلح ایسے حالات کے ساتھ بروئے کار آئیں جن سے لیوپولڈ کی آباد کاری اور حازمانہ تدبّر کی واجبی و بجا تعریف نکلتی ہے۔ تاج اور صوبجات، کلیسا اور تعلیمات، امرا اور کسانوں کے درمیان جو تصادم برپا تھا انھیں جس طرح اس نے طے کیا اس سے وہ روش قائم ہو گئی جس پر آسٹریا کی حکمت عملی آئندہ ساٹھ برس تک چلتی رہی خواہ اس میں بہتری ہوئی ہو یا ابتری۔ لیوپولڈ نے صوبجاتی حقوق اور طبقات و مشخصہ جماعات کے امتیازات خاص کو بحال کر دیا۔ اپنے خاندان کی شخصی فرمانروائی کو اس نے بے خرخشہ قائم رکھا۔ جوزف کے وضع کردہ قوانین کے زیادہ حریت پسند اجزا یعنی تعلیم کی پادریوں کی نگرانی سے آزادی محصولات میں ناروا امتیاز کی بندش، کسانوں کی جاگیری خدمات کی منسوخی، ان تمام معاملات میں لیوپولڈ کلیسا اور طبقۂ امرا کے ساتھ مراعات کرنے پر آمادہ تھا۔ مگر بوہیمیا اور نیز ہنگری میں اس کے پیشرو کی دست اندازی سے قومی خودمختاری کا جو جذبہ بھڑک اٹھا تھا اس کی نسبت اس نے کسی طرح کی مراعات نہ کی بجز اس کے کہ بعض دلپذیر اشکال ظاہری کو بحال کر دیا۔ میگیر (مجر) امرا کی اس کوشش کو شکست ہو گئی کہ لیوپولڈ کو شاہ ہنگری تسلیم کرنے کے لیے وہ بعض شرائط عائد کرنا چاہتے تھے، اور آسٹریا اور ٹرینسلونیا کے معاملات

کے لئے وائنا میں کئی عہدے قائم کر کے اور ان صوبوں کو ہنگری کی ڈائٹ سے آزاد کر کے لیوپولڈ نے یہ ظاہر کر دیا کہ ہنگروی بادشاہی کے سلافی و رومانی عناصر بادشاہ کے ہاتھ میں ایک ایسا آلہ ہیں جسے وہ حادی و غالب مجر لنسل کے خلاف استعمال کر سکتا ہے۔ دوسری طرف لیوپولڈ[1] اس امر پر راضی ہو گیا کہ اعلیٰ تعلیم پر کلیسا کی نگرانی کو بحال کر دے اور محصول کا بار پھر اس زمین پر ڈال دے جو طبقۂ امرا کے مالکوں کے قبضہ میں نہ ہو۔ مطابع کے احتساب میں اس نے نئی سختی قائم کر دی مگر اس کا نفع کلیسا کو نہیں پہنچا جس سے قبل ازیں احتساب کا تعلق تھا بلکہ نفع حکومت کو ہوا جس نے اب احتساب سے سلطنت کے آلہ کار کے طور پر کام لینا شروع کر دیا۔ زرعی نیم غلاموں کی آزادی کے مسئلۂ عظیم میں، لیوپولڈ کو امرائے ہنگری کی اس جماعت سے دوچار ہونا پڑا جن سے زیادہ صادق العزم و طاقتور جماعت امرا کی اور صوبے میں نہیں تھی۔ امرا کا یہ حق کہ وہ کسانوں کو زمین کا پابند بنائے رکھیں اور ان کے عقد کو اپنی نگرانی میں رکھیں، اسے تو اپنی قلمرو کے کسی حصہ میں بھی بحال کرنے سے لیوپولڈ نے انکار کر دیا۔ لیکن جہاں بوہیمیا میں اسے جوزف کے اس عطا کردہ حق کے قائم رکھنے میں کامیابی ہو گئی کہ کسان اپنی شخصی خدمت کو نقدی معاوضہ سے تبدیل کر لیں، وہیں ہنگری میں اسے مجبور ہو کر تھریسیا کے طریق کی طرف پلٹنا اور اس مسئلہ کے آخری تصفیہ کو ڈائٹ کے اوپر چھوڑ دینا پڑا۔ بیس برس بعد جس مدبر نے پرشیا کے کسانوں کو آزادی دی اس نے یہ خیال ظاہر کیا کہ آسٹریا کے تمام قلمرو میں ہنگری ہی وہ ملک ہے جہاں کے کسان شمالی جرمانیہ کے کسانوں سے بہتر حالت میں نہیں ہیں[2] مگر ڈائٹ کی مردم ترسی تنجیبی کے اس درجے پر پہنچی ہوئی

---

۱ - اسپرنگر: "تاریخ آسٹریا" (Geschichte Oesterreichs) صفحات، ۱-۴۶

۲ - پرٹز: سوانح اسٹین۔ (Leben Stein) جلد دوم صفحہ ۴۰۲۔

پیگٹ: "اسفار ہنگری" (Travels in Hungary) جلد اول صفحہ ۱۳۱۔

تھی کہ ۱۸۳۵ء تک قید خانہ اور تختہ بید زنی ہنگری کے ہر ایک تعلقہ کا جزو ہوا کرتا تھا۔

جوزف میں ایثار نفس کا جو جوش تھا، لیوپولڈ کی طینت میں اس کا کہیں پتہ بھی نہیں تھا۔ تاہم اس کے سیاسی مقاصد پست درجے کے نہیں تھے۔ تشکنی کی چوبیس برس کی حکومت میں اس نے امن، مذہبی روشن خیالی اور اپنی چھوٹی سی بادشاہی کی مادی ترقی کی فکر کے لحاظ سے اپنے کو تقریباً ایک تجربہ کار حکمران ثابت کر دیا تھا، تخت آسٹریا پر جلوہ فرما ہو کر اس نے کلیسا اور طبقۂ امرا سے جو مصالحت اختیار کی وہ اس کے طبعی میلان کے بجائے زیادہ تر ایک مفروضہ سیاسی ضرورت کا نتیجہ تھی۔ جب تک لیوپولڈ زندہ رہا، آسٹریا کو ایک ایسے شخص کی کمی محسوس نہ ہوئی جس میں سیاسی معاملات کے تمام عرض و طول پر نظر ڈالنے کی ذہانت اور سلطنت کے جملہ ملازمین سے متحداً کام لینے کی قابلیت موجود ہو، لیکن یورپ اور اس سے بڑھکر خود اس کے ممالک کی بدقسمتی تھی کہ لیوپولڈ عین اس وقت نذر اجل ہو گیا جب انقلابی جنگ کا آغاز ہوا ہے۔ وائنا کے سرکاری حلقہ میں جوزف کے اصلاحات کے خلاف بیچین کن بازگشت اور ہنگری اور ندرلینڈز میں قومی تحریکات کا صحیح البیان خوف پہلے ہی سے خاص زور پیدا کئے ہوئے تھا، اب انقلاب کے بزور سلاح تبدیل خیال کی نئی بلا اور مستزاد ہوئی، لیوپولڈ کا جانشین فرینسس دوم، ایک مریض سا شہزادہ تھا، جس کے خانہ پسند اور بے تخیل دل میں جوزف کے جلیل القدر مبادرات کی طرف سے صرف تنفر ہی تنفر تھا، حالانکہ اس نے خود اسی عالم میں پرورش پائی تھی۔ جو لوگ اس کے گرد و پیش جمع تھے وہ ایک مقررہ روش پر چلتے رہنے کے خواہاں اور تغیر سے خائف تھے، اس سے سیاسی زندگی کی تمام صورتوں کا خاتمہ ہو گیا۔ حکومت

لیوپولڈ کا انتقال یکم مارچ ۱۷۹۲ء

نے علانیہ یہ اعلان کر دیا کہ جب تک جنگ جاری ہے جملہ تغیرات بند رہنا چاہئیں۔ یہاں تک کہ زمیندار کے ساتھ کسان کے تعلق کے ایسے وزن دار مسئلہ کو بھی ہنگری کی ڈائٹ نے بلے تصفیہ چھوڑ دیا کہ مبادا مباحث کے اندر قومی خود مختاری کے جذبات کا اظہار ہونے لگے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ آسٹریا کے تمام اندرونی نظم ونسق پر پھر وہی جمود چھا جائے گا جو تھر یسیا کے قبل تھا۔

لیکن اس حکومت کی غیر ملکی حکمت عملی میں اس ہراسان و متحفظ طبیعت کا مطلق اظہار نہیں ہوتا تھا۔ جوزف اپنے وطنی معاملات میں جیسی بیچین طبیعت کا شخص تھا وہی حال ان کا بیرونی معاملات میں بھی تھا، وہ روس کی ملکہ کیتھرائن کی حرص وہوس میں شریک ہو گیا تھا، اور ترکی، وینس اور بویریا کے متعلق اپنے منصوبوں سے یورپ کو پریشان کر رکھا تھا۔ یہ تجویز اور مملکتی توسع کی اسی قبیل کے دوسرے تجاویز آسٹریا کے درباریوں اور سفیروں کے دلوں میں بھرے ہوئے تھے۔ فرانس کے ساتھ جنگ کے شروع ہونے کے تھوڑے ہی زمانہ بعد معمر وزیر کوئنز جو تین عہدوں میں دفتر خارجہ کا سرگروہ رہ چکا تھا، اپنے عہدہ سے علیحدہ ہو گیا۔ ۱۷۷۲ء میں روس اور پرشیا کی شرکت میں پولینڈ کو تقسیم کر لینے اور بعد میں ترکی اور بویریا پر جوزف کے ہاتھ بڑھانے کے باوجود کوئنز کی حکمت عملی محض مباودرات اور ادھر ادھر حملہ کر دینے کی نہیں تھی۔ وہ فرانس کے ساتھ اتحاد اور پرشیا سے مخالفت کے اصول پر فی الجملہ صداقت کے ساتھ جما ہوا تھا، اور جب انقلاب کی وجہ سے جنگ آنکھوں کے سامنے آگئی تو اس کی خواہش یہ تھی کہ جنگ کے مقصد کو فرانس میں شاہی حکومت کے بحال کر دینے تک محدود رکھا جائے۔ جن حالات کے تحت میں نوعمر شہنشاہ اور شاہ پرشیا نے جنگ کو توسع ممالک کی اغراض کی طرف پلٹ دینے پر اتفاق کیا، اسکی وجہ سے کوئنز نے صدق دل سے یہ سمجھ کر کہ اس

کی حکمت عملی سے مہلک کام لیا جائے گا، اس اقتدار سے دست برداری کی جس سے وہ چالیس برس تک کام لیتا رہا تھا۔ دونوں درباروں میں خفیہ طور پر یہ قرارداد ہو گئی تھی کہ پرشیا اپنے اخراجات جنگ کو پولینڈ کے ایک حصہ پر قبضہ کر کے پورا کریں اور آسٹریا کی طرف سے یہ مطالبہ ہوا تھا کہ شہنشاہ بویریا کو ملحق کر لے اور والی بویریا کو بلجیم بطور معاوضہ کے دیدے۔ کونِتز جسے صحیح حکمت عملی سمجھتا تھا یہ دونوں تجویزیں اس کے برعکس و منافی تھیں۔ اُس کا یقین یہ تھا کہ آسٹریا کے اغراض کا اقتضا پولینڈ کو مستحکم و مجتمع کرنا تھا نہ کہ اسے تباہ کرنا۔ اور یہ تو اس نے صاف کہدیا تھا کہ معاملات کی صورت واقعیہ کے دیکھتے ہوئے ندرلینڈز کا بویریا سے بدل لینا ناممکن العمل ہے۔[1] اگر ۱۷۹۲ء کا اتحاد ان اصولوں پر مرتب ہوا ہوتا جن کی وکالت کونِتز کر رہا تھا تو اگرچہ آسٹریا کو فرانس میں شاہی طاقت کے بحال کر دینے میں کامیابی نہ ہوتی، تو بھی اس مخالفہ کی شکست پولینڈ کی تقسیم ثانی کے جرموں اور رسوائیوں کی ذلت پر نہ ہوتی۔

جس ساعت سے کونِتز عہدے سے ہٹا، اسی ساعت سے مملکتی توسیع، دربار آسٹریا کا مقصد عظیم ہو گیا۔ آسٹروی سلطنت کے منتشر صوبوں اور اس کی مختلف النوع آبادی کی وجہ سے عاقبت اندیش مدبروں کے ذہن میں یہ خیال آجاتا کہ اس روش میں وہ تمام یورپی سلطنتوں کے بہ نسبت آسٹریا کا نقصان زیادہ ہو گا۔ لیکن ۱۷۹۲ء کے افراد کو یہ نظر آتا تھا کہ نفع زیادہ ہو گا فرانسیسی فلینڈرز کے ایک ٹکڑے کے شمول سے ندرلینڈز میں اضافہ ہو جائے گا۔ بویریا، پولینڈ اور اطالیہ سب کمزور ہمسائے تھے اور ان سے اپنی اپنی جگہ پر آسٹریا کو دولتمند بنانے کا کام لیا جا سکتا تھا۔ حصول مملکت کے ساتھ کسی قسم کی سحر آفریں خوبی وابستہ ہو گئی تھی۔ اتنے مربع میل زمین اور

[1] رانکے: 'بُدو آغاز' (Ursprung und Beginn) صفحہ ۲۵۶

والونات: 'منابع' (Quellen) جلد اول صفحہ ۱۳۳۔ ۱۶۵

آسٹروی کابینہ بویریا کے اصول کو شاہی کے منافع اعلیٰ سے تعبیر کیا تھا۔

اتنے افراد آبادی کے حاصل ہو گئے خواہ غیر قوم کے ہوں یا اپنی قوم کے، غدار ہوں یا دوست، اس سے بحث نہیں، مدبری کا مآل کار ہاتھ آگیا اور جان و مال کی شدید سے شدید قربانی کا عوض مل گیا۔ آسٹریا نے ظاہرا یہ رنگ اختیار کیا کہ وہ ایک مدافعتی محالفہ کے مرکز کے طور پہ کام کرتا اور اس مقصد مشترک کے لئے لڑنا چاہتی ہے کہ فرانس میں ایک ایسی حکومت قائم ہو جائے جو اپنے ہمسایوں کے حقوق کا پاس و لحاظ کرے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ خود اس کی فوجی کارروائیوں کی کیفیت یہ تھی کہ ایک وقت میں اس کا رخ فرانسیسی فلینڈرز کی طرف ہوتا، دوسرے وقت پولینڈ یا بویریا کی سازش اس پر غالب آجاتی اور تیسرے وقت اطالیہ کے فتوح اس پر حاوی ہو جاتے اور اس وجہ سے پرزور مشترک جنگ درہم برہم ہو جاتی تھی۔ خاندان ہیپسبرگ کے سرگروہ کی ذات میں جتنے مقاصد و اغراض مجتمع تھے ان میں سے وائنا میں سب سے کم محبوب شہنشاہی اور جرمانیہ کا مقصد تھا۔

پرشیا

لیکن اگر آسٹریا میں کمی تھی تو اس کی رقیب پروٹسٹنٹ سلطنت کی ذات سے جرمانیہ میں بھی کوئی مستقل تحفظ نہیں تھا۔ جرمانی طاقتوں میں دوسرے درجہ پر سب سے بڑی طاقت اور آسٹریا کی بیرونی دشمن پرشیا کو فریڈرک اعظم اور اس سے قبل کے حکمرانان خاندان ہوہنزولرن کی ذہانت و طباعی سے یورپ میں وہ اثر حاصل ہو گیا تھا جو اس کے محقر وسائل کے تناسب سے بہت بڑھا ہوا تھا، اس کی آبادی فرانس یا آسٹریا کی ایک تہائی بھی نہیں تھی، اور اس کی دولت غالباً جمہوریہ وینس سے زیادہ نہیں تھی۔ جو سلطنت آدمی اور روپیہ دونوں اعتبارات سے ایسی کم حیثیت ہو اس کا یورپ کے دول عظام میں سے ایک دولت ہونا صرف اسی وقت ممکن تھا جب تک کہ کوئی مستعد کار حکمراں اس پیچیدہ کل کی ہر ایک حرکت پر نظر رکھے جس نے فوج اور قوم دونوں کو حکمرانی کے طرز پر ڈھال دیا

تھا۔ فریڈرک نے اپنی رعایا کو قانون کا منصفانہ انتظام عطا کیا، اس نے انھیں پُر نفع حرفتیں سکھلائیں، اس نے تعلیم کو ان کے دروازے تک لیجانے کی کوشش کی[1] مگر اس نے یہ بھی چاہا کہ شہریوں کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ سب سے اول سلطنت کے خادم ہیں۔ ہر ایک پرشیاوی یا تو بذات خود عہدہ داروں کے وسیع دائرہ کے اندر کام کرتا تھا یا اس کی طرف اس نظر سے دیکھتا تھا گویا وہی وہ قدرت کاملہ ہے جس سے اس کے تمام افعال کی رہبری اور اس کے تمام ارادوں کی کفالت ہوتی تھی۔ فوج تناسبی اعتبار سے کسی دوسری سلطنت کے مقابلہ میں سہ چند زائد تھی مگر اتنی بڑی فوج کے ضروریات قیام کے لئے جو محصول لگایا جاتا تھا اسے فریڈرک کی جزرسی نے حیرت انگیز طور پر ہلکا بنا دیا تھا، فریڈرک کی زندگی میں اس کی رعایا تنبا کو کے اجارے اور چارے گھاس کی بندش کے متعلق کتنا ہی کچھ گلہ شکوہ کیوں نہ کرتی رہی ہو مگر اس سے اتنا خطرہ نہیں تھا جتنا خطرہ اس امر کا تھا کہ جس قوم نے سیاسی عظمت صرف اس سخت گیر نظم ونسق کی اطاعت سے حاصل کی ہو، وہ اس وقت سیاسی بے بسی کے گرداب میں پھنس جائیگی جب اس کا وہ حکمراں باقی نہ رہے گا جس کے عزم صادق وفکر واثق کے بغیر یہ سارا نظم ایک قالب بے جاں ہو کر رہ جائیگا۔ انگلستان میں لوگ جس شے کو سیاسی زندگی کی روح رواں سمجھنے کے عادی ہو گئے ہیں پرشیا میں اس کا کہیں ذکر بھی نہیں تھا۔ وہ روح رواں سیاسی مقصد ورائے کا وہ مجموعہ عام ہے جو کسی نہ کسی حد تک تمام طبقات میں جاری وساری ہے، اور جس سے سلطنت کے ملازمین کی تائید بھی ہوتی ہے اور ان کے افعال کی جانچ

---

[1] بیڈرمان: "جرمانیہ اٹھارھویں صدی میں" (Deutschland im Acht zehnten Jahrhumdert) جلد چہارم صفحہ ۱۴۴،

بھی ہوتی ہے۔ فریڈرک کی رعایا اپنے بادشاہ کی اطاعت کرتی اور اس پر اعتماد رکھتی تھی، ملازمان سرکاری کے زمرے سے شاید پانچسو آدمی بھی ایسے نہ رہے ہوں گے جن کی اپنی سیاسی رائے ہوتی۔ پرشیا میں قومی نیابت کا ظاہری وجود تک نہیں تھا، اور اگرچہ بعض صوبجاتی مجلسوں کا انعقاد ہوتا رہتا تھا مگر ان کا انعقاد اپنے ضلع کے حکام شاہی کے ہدایات کے قبول کرنے کے لئے ہوتا تھا اور بس۔ انتقاد عام کے فقدان کلی کے ہوتے ہوئے، فریڈرک کی پیرانہ سالی۔ اس فوجی نظم کے لئے جس نے پرشیا کو دفعۃً اس عروج پر پہنچا دیا تھا، بجائے خود باعث خطرہ تھی؀۱، فریڈرک کے جانشین کا میلان طبع اس امر کے لئے کافی تھا کہ وہ پرشیا کی خارجی حکمت عملی کے تمام نظام کو بدل دے اور اپنے ملک کو آسٹریا کا حلیف بنا کر ایک وہی (وبے ضرورت) جنگ میں پھنسا دے۔

فریڈرک ولیم دوم ۱۷۸۶

۱۷۸۶ء میں فریڈرک کے انتقال کے بعد تاج اس کے بھتیجے فریڈرک ولیم دوم کی طرف منتقل ہو گیا فریڈرک ولیم تمام طرز کا ایک نمائش پسند و عیش پرست شخص تھا معاملات عامہ سے دلچسپی ضرور تھی مگر کسی معین اصول پر کام کرنے کی قابلیت اس میں نہیں تھی۔ درباریوں کا گروہ بادشاہ پر قابو حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے کے خلاف سازشیں کرنے لگا اور جب ایک غیر مستقل جذبہ کے بجائے دوسرا غیر مستقل جذبہ پیدا ہوتا تو اسی کے موافق پرشیا کی حکمت عملی بھی ادھر ادھر گھوم جاتی۔ بادشاہ کی شخصی مستعد کاری پر جس ملک کا انحصار پرشیا کا اتنا نہ ہوتا وہاں فریڈرک ولیم کے نقائص، قابل وزرا کی وجہ سے رفع ہو جاتے، مگر پرشیا میں بادشاہ کی کمزوری سلطنت کے زوال کے مرادف تھی، قومی عظمت کی ساری عمارت شاہی طاقت کی

؀۱ کارلائل، فریڈرک، جلد ششم صفحہ ۶۶۷

بنیاد پر قائم تھی، عمال سرکاری کو چھوڑ کر اس قوم کی کوئی سیاسی ہستی نہیں تھی اور عمال کی خوبی متعلق تھی سرگروہ (بادشاہ) کی خوبی پر جب محل میں فریڈرک اعظم کی بے تکان محنت کے بجائے شان ونمائش اور سازشوں کا بازار گرم ہوا تو پھر صداقت، محنت، اور قطعیت کے وہ پرانے اوصاف جن پر پرشیاوی نظم ونسق کو فخر وناز تھا، ہر جگہ خارج از بحث ہو گئے۔ پھر بھی دربار کی خفیف الحرکاتی قومی تنزل کا اتنا زوردار سبب نہیں تھی جتنا کہ پرشیاوی حکمت عملی کے اصول اولین کا ترک کر دینا اس کا باعث ہوا[1]۔ قوم میں اگر کوئی سیاسی جذبہ موجود تھا تو وہ آسٹریا کی مخالفت کا جذبہ تھا، شاہ اعظم کے تمام روایات کے ساتھ، فوج کی حب الوطنی بالکلیہ اسی جانب میں تھی۔ جب خاندان نارمن اور جلاوطن فرانسیسی امرا کی ہمدردی میں فریڈرک ولیم (فروری ۱۷۹۲ء میں) آسٹریا کا حلیف بن گیا اور ایک ایسی قوم پر حملہ کرنے کے لئے جس نے اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا، اس نے خود کو اپنے قدیمی دشمن کے آغوش میں دے دیا، تو پھر اس نے اپنے خدام میں ہر طرح کی پرجوش اطاعت کا خاتمہ کر دیا۔ پرشیاوی سپہ سالار اعظم برنسوک جس قدر انقلاب سے نفرت رکھتا تھا اسی قدر فرانسیسی جلاوطنوں سے بھی متنفر تھا، اور جو سپہ سالار کہ ابتداً جنگ کے متعلق برنسوک کی نفرت میں شریک نہیں تھے، پہلی شکست کے بعد آسٹریا کے ساتھ ان کی رقابت بھی عود کر آئی اور انھوں نے کوشش یہ کی کہ جس ساعت سے بھی یہ ممکن ہو کہ پرشیا بغیر ذلت کے جنگ سے دست کش ہو جائے، اسی ساعت جنگ کو ترک کر دیا جائے۔ خود وہی مباورت جس کے متعلق آسٹریا اس امر پر رضامند

---

[1] باسر، جلد اول صفحہ ۱۹۷، ہارڈنبرگ "دریتکے"، جلد اول صفحہ ۱۳۹ اور ان سبل، جلد اول صفحہ ۲۰۲۔

ہو گئی تھی کہ دربار برلن اس کے ذریعہ سے اپنا انعام حاصل کرے یعنی پولینڈ کے ایک حصہ پر قبضہ کرے، وہی اس اتحاد کے لیے مہلک ثابت ہوئی۔ ملکہ کیتھرائن اس بدقسمت ملک پر اس سے پہلے ہی دوسری مرتبہ ہاتھ ڈال چکی تھی۔ آسٹروی محالفہ کے مخالفین جو شاہ فریڈرک ولیم کے گردوپیش جمع تھے، ان کے لئے یہ آسان تھا کہ وہ فرانس کے خلاف بے سود کوشش کا مقابلہ ان آسان وقطعی فواید سے کر کے دکھائیں، جو روس کے ساتھ شریک ہو کر ممالک پولینڈ کے الحاق سے حاصل ہوتا۔ ان دونوں میں سے کسی ایک مقصد کو زور کے ساتھ چلانے کے لئے یہ ضروری تھا کہ دوسرے مقصد کو ترک کر دیا جائے۔ پرشیا اتنی دولتمند نہ تھی کہ دریائے وسٹولا اور دریائے رائن دونوں پر فوجیں، قائم رکھے اور اپنے حکمرانوں کے خیال میں وہ اتنی دولتمند بھی نہ تھی کہ اسے اپنے پاس عزت کا بہت زیادہ احساس ہو یا وہ اپنے حلیفوں کی بہت زیادہ وفادار رہے[1]

---

[1] خاندان آسٹریا سے تعلق اور موجودہ مہم دونوں بدستور بہت ہی غیر ہر دلعزیز ہیں۔ یہ علانیہ کہا جاتا ہے کہ نصف خزانہ بے مصرف طور پر ریکنباک میں خرچ کر دیا گیا، اور اب نصف ثانی اس موجودہ موقع پر خرچ ہو جائے گا اور بادشاہ سرحد دار برینڈنبرگ کی سابق سطح پر آجائے گا۔" اڈن از برلن ۱۹ رجون ۱۷۹۲ء دفاتر پرشیا جلد ۱۵۱ = اس نے (ہولنڈ ارف) آسٹریا کے ساتھ محالفہ پر لعنت بھیجی اور معاملات فرانس میں اس وقت کی دخل‌دہی کو زیانکارانہ بتایا اور پولینڈ کی قسمت کا روس کو تنہا فیصلہ کن چھوڑ دینے پر ملامت کی کہ اس ملک کے نہایت ہی اہم مقاصد کے دون مرتبت و مخالف ہے لیکن اس نے یہ بھی کہا کہ یہ ملک اس پر ہرگز رضامند نہ ہوگا کہ پولینڈ میں کوئی اچھی حکومت قائم ہو جائے۔ کیونکہ تھوڑے ہی دنوں میں اس حکومت کو قطعی غلبہ حاصل ہو جائے گا اور یہ ایسی بات ہے کہ بغیر کسی شریفانہ

پرشیا کا معاشری نظم

پرشیا کے تنظیمات میں دو مخالف یک دگر نظم ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو موجود تھے، اور ان سے نہایت قوی صورت میں اس اجتماع ضدین کا اظہار ہوتا تھا جو اس سے کم درجہ میں براعظم کی بیشتر سلطنتوں میں موجود تھا۔ امرا کی سیاسی خود مختاری مدتوں سے پامال ہو چکی تھی، بادشاہ کی حکومت شہر اور دیہات کے نظم ونسق کی ہر ایک جزئیات کا انتظام وانصرام کرتی تھی لیکن سلطنت کے اتحاد واقتدار کے اس عقیدۂ جدیدہ کی پرزور ترقی کے باوجود اس کے ساتھ ہی ساتھ ایک ایسا معاشری نظم بھی قائم تھا جو ازمنۂ وسطیٰ کے بہتر دوروں کے بہ نسبت زیادہ صحیح طور پر دقیانوسی طرز کا تھا۔ پرشیا کے باشندے، امرا، اہالی شہر اور مزارعین کے تین طبقوں میں منقسم تھے، اور ہر ایک طبقہ اپنے معینہ مشاغل کے اندر محدود تھا اور اپنے طبقہ سے باہر عقد نہیں کرتا تھا۔ ملک کی زمین میں بھی یہی امتیاز قائم تھا۔ کسان کی زمین کسی شہری کے قبضہ میں نہیں آسکتی تھی۔ امرا جو بالعموم غریب شرفا سے زیادہ حیثیت نہ رکھتے تھے، ان کے لئے سلطنت کی خدمت کے سوا اور کوئی شغل حسب قانون نہیں تھا اور کسان جہاں آزاد تھے وہاں بھی اہل شہر کی حرفت نہیں اختیار کر سکتے تھے۔ لیکن دریائے البی کے مشرقی جانب کے ملک میں کسان زیادہ تر زمین کے ساتھ وابستہ تھے۔ امرا جنھیں اپنے ملک کی حکومت پر ادنیٰ اثر ڈالنے کا موقع بھی نہیں حاصل تھا انھیں اپنے علاقہ کے ساتھ اس علاقہ میں بسنے والوں پر عدالت اور پولیس کے کے اختیارات بھی وراثتہً حاصل ہو جاتے تھے۔ فریڈرک نے نیم غلامی کے طریقہ کو اس وجہ سے جاری رہنے دیا تھا کہ اس طرح اسے ہر ایک

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بحث کے ہر ایک پرشیا وی یہی کہے گا" حسب بالا ۱۰ ر جولائی مسٹر کابڈن کے اس خطرے سے برلن میں کسی قدر استعجاب پیدا ہو گیا تھا کہ پولینڈ کی تقسیم محوہ حکومت کی غرض سے عمل میں آئی تھی۔

علاقہ کے مالک کی صورت میں ایک کارگزار مل جاتا تھا جس سے وہ اپنا کام لے سکتا تھا۔ نظم و اطاعت اس کے اختیار کے منابع تھے اور اگر اس کی رعایا میں ایک طبقہ ایسا ہوتا جسے حکومت کی تربیت ملی ہوتی اور دوسرے کو اطاعت کی تو اس سے اس کے لئے بہت کچھ آسانی اس امر میں پیدا ہو جاتی کہ وہ اپنے ملک میں محنت کی وہ عادت پیدا کر دے جس کا وہ خواستگار تھا۔ اسی خیال سے فریڈرک نے اپنی فوج میں صرف امرا کے طبقہ سے افسر مقرر کئے تھے۔ وہ حکومت کرنے کی بنی بنائی عادت پہلے ہی سے اپنے ساتھ لائے تھے۔ جو کسان ان کے حکم سے ہل جوتتے اور اور کھیت کاٹتے تھے اُن سے یہ اندیشہ نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ دشمن کے سامنے اُن کے حکم کی خلاف ورزی کریں گے۔ جب تک فریڈرک خرابیوں کے تحفظ کے لئے موجود تھا، اس وقت تک ممکن تھا کہ اس قسم کے نظم سے جلیل القدر نتایج پیدا ہوں لیکن فریڈرک کا گزرنا تھا کہ غلامی کی ذلت اور نسب کا تمرد باقی رہ گیا اور سب ہیچ ہو گیا۔ جب فرانس کی فوج نے (جس کی رہبری وہ لوگ کر رہے تھے جنھوں نے اپنے باپوں کے ساتھ کھیتوں میں کام کیا تھا)، شاہ پرشیا کا اس طرح پیچھا دبایا کہ اُس کے امرا خود کو حوالہ کرتے جاتے تھے اور شاہ اپنی مملکت کے مرکز سے دبتے دبتے آخری حد پر پہنچ گیا تو یہ ظاہر ہو گیا کہ اس نظم کی مستقل قدر و قیمت کیا تھی جو غربا کی طینت میں اس کے سوا کوئی اور قابلیت ہی نہیں مانتا تھا کہ وہ نسلاً بعد نسل اطاعت کرتے رہیں۔ فرانسیسی کسان جنھیں سلطنت لوٹتی تھی اور جاگیری مطالبات انھیں پریشان رکھتے تھے، وہ پرشیا کے نیم غلاموں کی سی کسی پابندی کو جانتے ہی نہ تھے، جو اس جگہ کو چھوڑ نہیں سکتا تھا جہاں وہ پیدا ہوا تھا۔ دونوں ملکوں کے کسانوں کی خودداری کا فرق اس سے ظاہر ہے کہ معمولی سپاہیوں کو مارنے کا رواج جو جرمانیہ میں عام طور پر شایع تھا، اور فریڈرک کے مداح اس پر عمل کرتے اور خود انھیں میں کے اچھے عہدہ دار اس

کی مذمت کرتے تھے، فرانس میں اسے نہایت مذموم سمجھا جاتا تھا۔

جرمانیہ کی چھوٹی سلطنتیں

جرمانیہ کی تمام دوسرے درجہ کی سلطنتوں میں حکومت کی شکل مطلق العنان شاہی کی تھی، تاہم ورٹمبرگ کی طرح جا بجا طبقات کی قدیم مجلس بھی باقی رہ گئی تھی اور ہینوور میں والی (یعنی شاہ جارج سوم) کی عدم موجودگی کی وجہ سے اختیار امرا کے ایک گروہ کے ہاتھ میں آگیا تھا۔ جو اس کے نام سے حکومت کرتے تھے۔ نظم معاشرت کی بنا ہر جگہ طبقات کے اسی قسم کی شدید تقسیم پر تھی جیسی کہ پرشیا میں رائج تھی، کسانوں کی حالت یہ تھی کہ مکلنبرگ[1] وغیرہ میں تو وہ نیم غلامی کی حد کو پہنچے ہوئے تھے اور جنوبی اور مغربی سلطنتوں کے حصص میں انھیں نسبتہً آزادی حاصل تھی، حکمرانوں کے طبائع میں حکومت کے معاملے میں روشن خیالی اور خود غرضی کے اعتبار سے بڑا فرق تھا، مگر بہ حیثیت مجموعی گزشتہ برسوں میں حکومت کی حالت بہتری کی طرف مبدل ہو گئی تھی اور بالتخصیص پروٹسٹنٹ سلطنتوں میں قوم کی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش میں کچھ کمی نہیں تھی۔ درحقیقت فریڈرک اعظم نے جرمانیہ میں بادشاہی کے لئے ایک نیا معیار پیدا

---

[1] مکلنبرگ کی حالت کو اسٹین نے اپنے ۱۸۰۲ء کے سفر کے دوران میں ایک خط میں اس طرح بیان کیا ہے: "میں نے اس ملک کی حالت کو ایسا ہی بے کیف پایا جیسا اس ملک کا کہر آلود شمال آسمانی ہے۔ بڑے بڑے علاقے ہیں جن میں سے بیشتر چراگاہ یا پرتی زمین ہیں آبادی بھی بہت ہی قلیل ہے، تمام مزدوری پیشہ طبقہ نیم غلامی کے بوجھ سے دبا ہوا ہے۔ زمین کے ٹکڑے ناقص التعمیر دیہاتی کسانوں کے ساتھ شامل ہیں جو بالکل یکہ و تنہا ہیں مختصر یہ کہ ایک طرح کا سکوت و جمود تمام ملک پر طاری ہے، زندگی اور سرگرمی کا ایسا فقدان ہے کہ میری طبیعت بالکل افسردہ ہو گئی۔ مکلنبرگ کے دیرہ کا مکان مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی وحشی جانور کا پیٹ ہے جو اپنے اردگرد کی تمام چیزوں کو خود برد کر ڈالتا اپنے کو قبر کی خاموشی سے گھیرے رہتا ہے۔ یہ امیر اپنے کسانوں کی حالت کو ترقی دینے کے بجائے ان کے اوپر ایک طرح کا بوجھ،

پیدا کر دیا تھا۔ چالیس برس قبل ورسیلز شاہی کا نمونۂ کمال تھا، بے فکرانہ جلالت و شوکت اور بادشاہ کے شخصی عیش و عشرت کی شان و بہجت نے جرمانی حکمرانوں میں ان کی پستی کا احساس پیدا کر دیا تھا اور انھوں نے تا بمقدور اس کی نقل کی کوشش کی تھی۔ بادشاہ ہونے کے معنی یہ تھے کہ بکھوں زمین پر شاہی عمارتیں بن جائیں، اوباش عورتوں اور شہدوں کا ایک غول جمع کر لیا جائے اور ملک کے محاصل بیدریغ ان پر نثار کئے جائیں، فنون لطیفہ کی سرپرستی کی جائے۔ قدیم مصوری کے استادانہ کام (جن سے ڈرسڈن کے اوراق کی زینت ہے) اسی ذوق و شوق سے جمع کئے جائیں جس شوق سے ان قیمتی چیزوں کا انبار جمع کیا جائے جن کی دلچسپی نقد کے ان صندوقوں سے زیادہ نہو جوان کی قیمت میں ادا کئے جائیں۔

کلیسائی سلطنتیں

کلیسائی سلطنتیں جن کی سرگروہ منیمن، ٹریوز اور کولون کی امارتیں تھیں، ان کی خالص مسیحی یا روحانی نوعیت کا ادعا مدت سے ضایع ہو چکا تھا، حکمران اساقفہ اور مقتدایان مذہبی جو کسی دوسرے صوبہ کے امرا ہوا کرتے تھے، اپنے زمانہ کی عام رنگینی کی شان میں زندگی بسر کرتے تھے اور یہ سب کچھ اس سرزمین کے صرف سے ہوتا تھا، جس کے متعلق انھیں کوئی غرض اپنی زندگی سے زائد نہیں ہوتی تھی۔ امرائے کلیسا اور چھوٹے درجہ کے دنیاوی حکمرانوں کی اقامت گاہوں کا فرق صرف یہ تھا کہ اول الذکر میں راہب گرجوں کے اندر صف آرائی کرتے تھے اور ثانی الذکر میں سپاہی میدان قواعد میں مشق سپہ گری کرتے تھے اور نازنین پریوں کی وجہ سے جو مجردین کے درباروں پر برابر جلوہ فگن ہوتی رہتی تھیں غیر متاہل زندگی کا ادعا بھی کچھ یوں ہی سا تھا، لیکن کنار راین اور کنار موسل پر بھی پرشیا کے شاہ اعظم کا اثر محسوس ہونے لگا تھا، فریڈرک کی شدید اور دوررس محنت ہر ذہین ہر اس ادنی فرمانروا کے بس کی بات

نہیں تھی جو اس کے نتائج پر حسد کرتا ہو مگر اس زمانے کے بہتر انداز کا اثر بعض کلیسائی حکمرانوں کے تحت میں اس صورت سے ظاہر ہونے لگا تھا کہ مدارس کی ہمت افزائی، سڑکوں کی درستی و ترقی اور درباری اخراجات کی تخفیف عمل میں آرہی تھی — وہ عمیق الاصل اخلاقی غرض جو صدیوں کی قسیسانہ حکومت کا نتیجہ تھی، وہ اس آسانی سے زائل نہیں ہو سکتی تھی۔ جن اقطاع ملک میں فطرت انسان کی محنت کا انعام نہایت فیاضی کے ساتھ عطا کرتی تھی وہاں آبادی کے ہر سو آدمی میں چوبیس آدمی، راہب، راہبہ یا گداگر تھے۔

ادنیٰ درجہ کی سلطنت، آزاد شہر، نائٹ،

دو سو چھوٹی چھوٹی امارتیں تھیں۔ جن میں گیٹی کا وطن ویمر نہایت تابناک طور پر شاہانہ دستور عمل اور خود کامی کی سطح سے بلند نظر آتا تھا، پچاس شہنشاہی شہر تھے جن میں سے اکثر شہروں میں کسی زمانہ کی مدنی زندگی کی پر زور تنظیم گھٹتے گھٹتے انگلستان کے بوسیدہ قصبات کے طرز پر آگئی تھی، اور پھر بھی جرمانیہ کی تفریق و تقسیم کا خاتمہ انھیں شہروں پر نہیں ہو گیا تھا، (ان کے علاوہ) شہنشاہی کے کئی سو نائٹ تھے جو شہنشاہ کے سوا اور کسی کی اطاعت کے پابند نہ تھے اور ہر ایک اپنے حدود کے اندر (باستثناء حق جنگ و معاہدات) فرمانروائی کے تمام حقوق عمل میں لاتا تھا، اور ان لوگوں کی قلمرو میں تین سو سے چار سو تک آدمیوں کا اوسط ہوتا تھا۔ جن اضلاع میں یہ طبقہ باقی رہ گیا تھا وہ جنوب مغربی جرمانیہ کے کیتھولک سلطنتوں میں پھیلے ہوئے تھے، اور وہاں یہ نائٹ آپس کے اتحادات اور شہنشاہ کی تائید سے (جسے وہ نقد رقوم دیا کرتے تھے) اپنے امتیازات خاص کو قائم کئے ہوئے تھے، ایسی مثالیں بھی تھیں جن میں فرمانروا اور زمیندار کے ان حقوق سے اچھا کام لیا جاتا تھا، مگر نائٹوں کی زمین بالعموم ایسی غربت و ذلت کا منظر پیش کرتی تھی کہ مسافر جب اس زمین میں داخل ہوتا تھا تو اسے اس امر کے بتانے کے لئے

کسی رہبر کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ ان زینوں کے تباہ حال ٹکڑے، آمدورفت کی ان شاہراہوں میں خلل انداز رہتے تھے جو دریائے رائن اور جرمانیہ بعیدہ کے درمیان جاری تھیں۔ ان زینوں کے ذلیل مکانات گردونواح کے تمام جرایم پیشہ اوراوباش لوگوں کے مامن تھے۔ وجہ یہ تھی کہ نائٹ انکے محصلوں کے سوااور کسی قسم کی کوئی پولیس نہیں تھی اور عدل گستری جو کچھ تھی وہ اس قانون پیشہ شخص کی تھی جسے نائٹ قریب ترین شہر سے لے آتا تھا۔ لیکن یہ نقصان صرف انہیں لوگوں کے سر نہیں تھا جن پر اس طرح حکومت ہوتی تھی، خود نائٹ خواہ وہ اس شہنشاہی کے سایہ کا کسی قدر روایتی احترام بھی مدنظر رکھتا ہو مگر اس کی بھی حالت یہ تھی کہ وہ ایک ایسا شخص ہوتا تھا جس کا تعلق کسی واقعی ملک سے نہ ہو، اس کے لڑکوں کی اگر یہ خواہش ہوتی کہ وہ اپنے خاندانی علاقہ کے گزارہ دار ہونے سے زائد کچھ کام کریں تو وہ صرف یہی کر سکتے تھے کہ کسی نہ کسی بڑے دربار میں کوئی خدمت حاصل کرلیں اور خود کو اس زمین کے اغراض سے متحد کردیں جہاں وہ بہ حیثیت اجنبی کے داخل ہوئے ہوں۔

جس وقت فرانسیسی انقلاب کی جدید وغیر معروف قوتوں سے جرمانیہ کا تصادم ہوا ہے، اس وقت اس کی حالت کا مختصر خاکہ وہ تھا جو اوپر بیان ہوا۔ چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کا وہ نظم جس نے زمانہ گذشتہ میں یونان واطالیہ کے اندر قوت عمل اور ذہانت کے بہترین نمونے پیدا کئے تھے، اس نظم کا نتیجہ جرمانیہ میں یہ ہوا تھا کہ تمام زوردار زندگی کا خاتمہ ہو گیا تھا اور کاہلی و نائت و تخریب کو ہر طرح کا فوق و غلبہ حاصل ہو گیا تھا۔ اگر انتشار، جوش عام کا انحطاط اور کسی قومی تخیل کا فقدان آنے والے زوال کے علامات تھے تو (اس وقت کی) جرمانیہ غیر ملکی فتح کے لئے بالکل تیار تھی۔

شہنشاہی کی متروک و ویران عمارت صرف توازن طاقت کی یورپی روایت کے سہارے پر قائم تھی یا اس وجہ سے ٹھری رہ گئی تھی کہ باہر سے کوئی اس پر حملہ کرنے والا نہیں تھا، آسٹریا ایک مرتبہ بے قابو ہو جاتی تو شہنشاہی کے از خود پرخچے اڑ جاتے اور پھر سوال یہ ہے کہ جرمانیہ کی قوم یا اس کے حکمرانوں میں وہ کون سے عناصر تھے جن سے شہنشاہی کے کسی بہتر شکل میں دوبارہ جنم لینے کی امید ہوتی۔

باب دوم

فرانسیسی اور آسٹری فوجیں فلینڈرز کی سرحد پر پرشیا کا جنگ میں داخل ہونا۔ برنسوک کا فرانس پر حملہ آور ہونا۔ برنسوک کا اعلان پیرس میں دسویں اگست کی شورش۔ ستمبر کے قتلہائے عام۔ جنگ کی نوعیت۔ برنسوک کا والمی میں روکا جانا، اسکی بازگشت فرانس کے لئے جنگ کا بمنزلۂ جہاد کے ہو جانا فرانس کے ہمسائیگان کسٹائن کا منیز میں داخل ہونا۔ ڈوموریا کا آسٹروی نیدرلینڈ کا فتح کرنا۔ نائیس و سیوائے کا الحاق۔ مجلس عارضی کا فیصلہ تمام حکومتوں کے خلاف۔ لوئیس شانزدہم کا قتل۔ انگلستان سے اور اس کے بعد بحر متوسط کی سلطنتوں سے جنگ۔ انگلستان کی حالت انگلستان کے فریق اور ان پر انقلاب کا اثر، فریق جرائڈو فریق ماؤنٹین آسٹریا کا نیدرلینڈ کو واپس لے لینا متخالفین کا فرانس پر حملہ کرنا۔ لاونڈی ۱۷۹۳ء کا انقلابی نظم متخالفین کی غلطیاں۔ جدید سپہ سالاران فرانسیسی و فوج عمومی۔ ژوردان اوش، اور پیگرو کے فتوحات پرشیا کا جنگ سے کنارہ کش ہو جانا۔

معاملات پولینڈ۔ آسٹریا کا نذرلینڈ کو چھوڑ دینا
معاہدات باسل۔ فرانس ۱۷۹۵ء میں نظامت ۱۷۹۵ء تک
یورپ کے طبائع پر انقلاب کا اثر۔

فرانس و آسٹریا کے درمیان جنگ کا آغاز

سرحد فلینڈرز پر جنگ، اپریل ۱۷۹۲ء

اپریل ۱۷۹۲ء میں فلینڈرز کی سرحد پر ہوا ابتدائی معرکے فرانسیسی سپاہیوں کے لئے باعث ننگ ثابت ہوئے کیونکہ انھوں نے نہ صرف راہ فرار اختیار کی بلکہ اپنے ایک سپہ سالار کو بھی مار ڈالا۔ ان نقصانات کے گوشزد ہونے سے قوم میں بد دلی پیدا ہوئی اور جب ہفتے اور مہینے گزر گئے اور فوجیں سرحد پر بے کار پڑی رہیں اور دشمن سے مقابلہ بھی ہوا تو خفیف معرکوں میں جن سے دونوں فریق اپنی اپنی جگہ پر جمے رہے، تو پھر دربار کے خلاف قوم کا خاموشانہ غصہ اور سخت ہو گیا۔ اگر انقلاب کے اس نازک موقع پر جب کہ فرانس کی ہر طرح کی حب الوطنی، ہر طرح کی شجاعت و بسالت، ہر طرح کی فوجی ذہانت و طباعی، خدمت ملک کے لئے مضطرب و بیچین تھی، حکومت نے جنگ کو اس طرح چلایا کہ اس کے نتائج مشتقی قواعد سے زیادہ نمایاں نہ نظر آتے ہوں تو پھر یہ بغایت اغلب تھا کہ دربار کی جانب سے غداری کا خیال دلوں میں پیدا ہو جائے۔ ملک کے اندرونی مشکلات بڑھتے جا رہے تھے مجلس یہ عزم کر چکی تھی کہ ان پادریوں کو فرانس سے نکال دے جنھوں نے جدید کلیسائی نظم کو مسترد کر دیا تھا اور بادشاہ نے اپنی طرف سے ان کے فیصلے کو محو کر دیا تھا۔ اس نے پیرس کے قرب میں رضاکاروں کے معسکر قائم کرنے کی اجازت دینے سے بھی انکار کر دیا تھا۔ اس نے اس عمومی وزارت کو بھی برطرف کر دیا تھا جسے فریق جرانڈ نے بزور مسلط کر دیا تھا۔ ۲۰ جون کے ایک غوغے سے (جبکہ انبوہ عوام بزور ٹیولیرز میں گھس گیا تھا) یہ واضح ہو گیا تھا کہ

اگر لوئیس قوم کے مطالبات کی یوں ہی مخالفت کرتا رہا تو بادشاہی پر آیندہ جو حملہ ہونے والا ہے اس کی نوعیت کیا ہوگی، مگر بادشاہ نے اس سے کچھ سبق نہ لیا۔

لوئیس جس طرح کلیسائی احکام کے متعلق اپنے دل کو تسلی نہیں دے سکتا تھا اسی طرح اس میں یہ قابلیت بھی کم تھی کہ وہ مسلح ہو کر عوام سے آمادہ پیکار ہو جاتا، اور جس وقت کہ غیر ملکی حملہ نے تمام فرانس میں انقلابی جوش کو دوبالا کر دیا تھا، اس وقت وہ ایک طرح کی منتقیانہ سہل انگاری کا مطیع بن گیا تھا۔ پرشیا نے فروری کے ایک معاہدے کے متابعت میں اپنی فوجیں آسٹریا کی فوجوں کے ساتھ ملا دی تھیں۔ فریڈرک کی آنکھیں دیکھے ہوئے سپہ سالاروں میں سے جو سپہ سالار اب باقی رہ گئے تھے، ان میں سے بہترین سپہ سالار ڈیوک برنسوک کے تحت میں چالیس ہزار پرشیاوی فوج دریائے موسیل کے برابر برابر آگے بڑھی۔ بلجیم اور بالائے رائن سے دو آسٹروی فوجیں خط جنگ پر ادو جانب سے بڑھیں اور جلاوطن امرا کو مخالفین کی فوجوں میں مناسب جگہیں دی گئیں۔

پرشیاوی فوج کا فرانس پر حملہ آور ہونا۔

جولائی ۱۷۹۲ء اعلان

۲۵ر جولائی کو ڈیوک برنسوک نے شہنشاہ اور شاہ پرشیا کے نام سے فرانسیسی قوم کے نام ایک اعلان شائع کیا، اور اس وقت کے بعد سے معاملہ عمومی کے دامن پر جن ستمگاریوں کا دھبہ لگا ہوا ہے ان کے دیکھتے ہوئے اس اعلان کی شکایت کی کوئی وجہ باقی نہ رہتی مگر ہے یہ کہ سخت الفاظ اور سخت افعال میں فرق ہے۔ اس اعلان میں یہ ظاہر کرنے کے بعد کہ مخالفین لوئیس کو قید سے آزادی دلانے کے لئے فرانس کے اندر داخل ہوئے ہیں اور قومی دستہ محافظ کے جو ارکان حملہ آوروں کے خلاف جنگ کریں گے انھیں اپنے بادشاہ کے خلاف بغاوت

کرنے والوں کی حیثیت سے سزا دی جائے گی۔ فرمانروایان پرشیا و آسٹریا نے شہر پیرس اور فرانسیسی قوم کے نمایندگان کو خطاب کر کے یہ کہا تھا کہ "شہر پیرس اور اس کے باشندوں کو متنبہ کر دیا جاتا ہے کہ وہ بلا تاخیر اپنے بادشاہ کے مطیع ہو جائیں اسے بالکل آزادی دیدیں اور قانون فطرت اور قانون اقوام کے مطابق رعایا پر اپنے فرمانروا کے لئے جو ناقابل شکست حرمت و وقعت عاید ہوتی ہے اسے شاہ مذکور اور جملہ شاہی خاندان کے ساتھ ملحوظ رکھیں۔ شہنشاہ آسٹریا اور شاہ پرشیا مجلس قومی، بلدیہ اور پیرس کے قومی دستہ محافظ کو تمام واقعات کے لئے فوجی عدالتوں کے سامنے ذمہ دار قرار دیں گے اور بغیر کسی امید رحم کے ان کے سر قلم ہونگے۔ اس کے سوا شاہان مذکور یہ بھی اعلان کرتے ہیں کہ اگر ٹیولرز پر بزور قبضہ کیا گیا، یا اس کی کسی طرح بے حرمتی کی گئی یا بادشاہ، ملکہ یا شاہی خاندان کے ساتھ ادنی زیادتی بھی روا رکھی گئی اور فوراً ہی ان کی حفاظت و آزادی کا انتظام نہ کر دیا گیا تو وہ ایسا انتقام لیں گے کہ یہ انتقام زمانہ میں یادگار رہ جائے گا، شہر پیرس کامل قتل و غارت کے لئے فوج کے حوالے کر دیا جائیگا اور جو باغی مذکورہ بالا جرائم کے ملزم ہوں گے انھیں وہ سزا دیجائیگی جس کے وہ مستحق ہوں گے" [1]

لوئیس کی قسمت کا فیصلہ کرنے کے لئے اس مبارزت نامہ کی ضرورت نہ تھی۔ انقلاب کے ابتدائی ایام میں بیسٹائل کے قبضہ کے وقت سے قومی حکومت دار الصدر کے عوام کے مقابلہ میں بہت، مشکلوں سے اپنے کو سنبھالے ہوئے تھی، اور اس کے قبل ہی کہ غیر ملکی پیرس کو آگ اور تلوار کا خوف دلاتے پیرس

عله ۔ بیو شے اور رو جلد شانزدہم صفحہ ۲۷۹-۱ اس اعلان کا ایک اصلی نسخہ جو برطانی سفیر کو دیا گیا تھا وہ لندن کے دفاتر میں موجود ہے پرشیا جلد ۱۵۱۔

نے یہ سیکھ لیا تھا کہ اسی کو فرانس کی مرضی کا آئینہ سمجھنا چاہیے۔ جب برنسوک کی فوج قطار در قطار شمال مشرقی سرحد سے پار ہو کر آگے بڑھی، اسی وقت میں ڈینٹن اور شہری عمومیت کے دوسرے سرگروہوں نے اپنے غریبوں اور دل چلوں کی فوج کو اس شاہی کا تختہ الٹ دینے کے لئے آگے بڑھایا جس کے معاملہ کو حملہ آورو نے اپنا معاملہ بنا لیا تھا۔ وہ جمہوریت جو اتنے دنوں تک فریق جرانڈ کے خیالوں میں چکر لگا رہی تھی، پیرس کے عوام نے اسے توپوں کی گرج اور سنگینیوں کی چمک کے اندر ایک دن میں حاصل کرلیا۔

شورش۔ ۱۰ اگست ۱۷۹۲ء

دسویں اگست کو ڈینٹن نے مسلح انبوہ عوام کو ٹیولیرز کیطرف بڑھا دیا۔ لوئیس نے محل کو چھوڑ دیا اور محافظین کو کوئی حکم اس باب میں نہ دیا کہ وہ لڑیں یا ہٹ جائیں مگر محافظین اس امر سے آگاہ نہ تھے کہ ان کے آقا کی خواہش یہ تھی کہ وہ کسی قسم کی مقاومت نہ کریں اور قبل اسکے کہ فوج کے پاس محل کے چھوڑ دینے کا حکم پہنچے عوام میں سے ایک سو سات آدمی نشانہ تفنگ ہو چکے تھے۔ قوم کی فتح کے بعد جو مظالم ہوئے ان سے یہ واضح ہو گیا کہ حملہ آور جنکی حفاظت کیلیے آئے تھے انکی قسمت میں کیا لکھا تھا۔ انقلاب کی وجہ سے فرانس میں جو شدید تغیرات پیدا ہو گئے تھے انکے پلٹ دینے میں غیر ملکی دربار کوئی تندید کوشش کرتے یا نہ کرتے۔ یہ امر معرض شک میں ہے مگر یہ کسی کا بھی گمان نہیں تھا کہ وہ ہزاروں تارک وطن امراء جو اب برنسوک کی توپوں کے عقب میں واپس آ گئے تھے وہ اس غرض سے واپس آئے تھے کہ نئی معاشری ترتیب میں پرامن طور پر اپنی جگہ پر آ جائیں جس طرح قوم کا خیال تھا اسی طرح انھوں نے بھی اپنے تصور میں یہ سمجھ رکھا تھا کہ وہ آگ اور تلوار لئے ہوئے اس غرض سے واپس آئے ہیں کہ جن حقوق سے انھیں محروم کر دیا گیا ہے ان پر دوبارہ قابض ہو جائیں اور جو لوگ کہ ۱۷۸۹ء کے بعد سے فرانس کے تغیرات کے ذمہ دار ہیں ان سے انتقام لیں[1]۔

---

[1]۔ لارڈ ایلجن جو برسلز میں ایلچی تھا اور سر جے۔ مرے جو برنسوک کی فوج کے

(بر صفحہ آئندہ)

ایک ایسے اضطراب کے عالم میں جو واقعی فوجی حالت کے اعتبار سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ساتھ انگریزی اتاشی تھا)، انھوں نے ان تارکان وطن کے جو حالات انگلستان کو روانہ کئے تھے وہ بہت سبق آموز ہیں (۔ فلینڈرز جلد ۲۲۱): "شہزادگان فرانس کے ماتحت فوج کے اعمال و اطوار کی عام مذمت ہو رہی ہے۔ ان کی ظاہری حالت، لباس، خدام، اور طیاریوں کے اعتبار سے مضحکہ انگیز ہے۔ اگرچہ یہ ایک خفیف سی بات ہے مگر مثالاً اس کا ذکر کرتا ہوں کہ ایک گاڑی کے اوپر یہ لکھا تھا کہ "سنگار کا سامان" لیکن انتقام کا جذبہ جوان میں ہر محل و موقع پر نظر آتا ہے وہ نہایت ہی شدید ہے۔ جہاں کہیں بھی ان کا گزر ہوا ہے، انھوں نے ظالمانہ افعال کئے ہیں" اور جن لوگوں پر پرشیا دی سپہ سالاروں نے ان کے مجرم ہونے کے باوجود ہاتھ نہیں ڈالا تھا، انھیں ان امرا نے جلا وطنی کی اور دوسری سخت سزائیں دی ہیں۔ یہ کارروائی اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ وردُن کے سپہ سالار نے کسی فرانسیسی (جلاوطن) کو بغیر اجازت کے قصبہ میں رات گزارنے کی اجازت نہ دی۔" ۱۲ر ستمبر۔ اس مہم کی ناکامی کے بعد اَلجن ان جلاوطنوں کے بارے میں یوں لکھتا ہے کہ: "انھوں نے ہر جگہ ان مظالم میں اضافہ کر دیا جن کے لئے متعدد سواروں کو سزائے موت دی گئی۔ ڈیوک برنسوک نے اپنے اعلان میں جس انتظام کی دھمکی دی تھی اسے انھوں نے انتہا کو پہنچا دیا۔ جہاں سے ان پر ایک گولی بھی چلی وہاں پورے پورے دیہاتوں کو جلا دیا" اور دوسری طرف خودداری، نقص فرماں برداری اور شخصی بے وقعتی کی وجہ سے متحدہ فوجوں کی نظروں میں اپنے کو حقیر بنا دیا ہے۔ ۶ر اکتوبر۔ ۱۷۹۶ء تک جلاوطن لوئس ہیژدہم نے اپنے اس ارادے کا اعلان کیا کہ وہ امیروں اور پادریوں کے "ملک و حق" (یعنی عشر و مواجبات جاگیری وغیرہ) کو بحال کر دے گا۔ ملاحظہ ہو پشگرو کا خط مورخہ ۴ر مئی ۱۷۹۶ء (لوئس ہیژدہم کے غیر شائع شدہ مسودات صفحہ ۴۶۴۔

ہیجانہ تھا، ڈینٹن نے قوم کو اپنی ہی سی پر جوش جرأت و استقامت سے مشتعل کر دیا لیکن بد قسمتی سے اس نے کامیاب قومی مدافعت کے لئے اسے بھی ضروری سمجھا کہ پیرس کے رجعت پسند فریق پیرس میں قتل عام | کو ایک ہولناک مثال سے بے حس و حرکت ۲ ستمبر تا | کر دینا چاہیئے۔ قید خانے ان لوگوں سے بھر دئے گئے جن پر غیر قومی معاملہ کی مخالفت کا شبہ تھا، اور ستمبر کے ابتدائی ایام میں ان بد قسمتوں میں سے کئی سو شخصوں کا قتل عام کر دیا گیا۔ یہ قتل عام قاتلوں کے ایک غول کے ذریعہ سے ہوا جسے بلدیہ کی ایک مجلس اس کام کا معاوضہ دیتی تھی۔ ڈینٹن نے اس فعل کے متعلق اپنی پسندیدگی کے اظہار کو پوشیدہ نہیں رکھا۔ اس نے اپنے دل میں یہ عزم کر لیا تھا کہ انقلاب کا کام صرف اسی طرح سے بچ سکتا ہے کہ انقلاب کے دشمنوں کے دلوں پر خوف و دہشت طاری ہو جائے، اور حامیان شاہی کو حملہ آوروں کے ساتھ اتحاد عمل سے روک دیا جائے مگر ۱۷۹۲ء کے جھنڈوں کے نیچے جو لوگ گروہ در گروہ جمع ہوئے تھے ان میں ڈینٹن کی سی حب الوطنی تو تھی مگر وہ اس کے جرائم کے دھبے سے پاک و صاف تھے۔ ابتدائے کار کے لحاظ سے صحیح ہو یا غلط مگر اس میں کوئی کلام نہیں کہ اب یہ جنگ فرانس کے لئے جائز و درست جنگ تھی۔ یہ جنگ ایک ایسے ذی امتیاز طبقہ کی خلاف تھی جس نے بزور اپنے ان نار و التفوق کو واپس لینا چاہتا تھا جنھیں وہ قائم نہ رکھ سکا تھا، یہ جنگ غیر ملکیوں کے خلاف قوم کے اس حق کی مدافعت میں تھی، کہ اسے خود اپنی حکومت سے ہر طرح کا برتاؤ کرنے کا اختیار ہے۔ مذہبی جنگہائے عظیم کے بعد سے کوئی معاملہ ایسا نہیں پیش آیا تھا جس نے لوگوں کے دلوں میں جو اس کے لئے لڑ رہے تھے اس طرح جڑ پکڑ لی ہو اور ان کی جانوں سے اس طرح پیوست ہو گیا ہو جیسے کہ یہ معاملہ تھا۔

ہر ایک سپاہی جو ۱۷۹۲ء میں فرانس کی فوجوں میں شامل ہوا وہ اپنی آزادانہ مرضی سے شامل ہوا۔ کسی عام فوجی خدمت نے کسانوں کو کشاں کشاں محاذ جنگ پر نہیں پہنچایا تھا۔ لوگوں نے اپنے گھروں کو اس غرض سے چھوڑا تھا کہ غریب آدمیوں کی محنت کا ثمر خود ان کے لئے ہو، فرانس کے بچوں کا پیدائشی حق محض زیر بار جبر ستانی و غربت سے کچھ زیادہ ہو، اور حق انسانی کا جو احساس حال ہی میں حاصل ہوا ہے وہ امتیاز و ذات کی ہتیاروں کے ذریعے سے دنیا سے ناپدید ہو جائے یہ زمانہ بہت بلند عمل امید اور فیاضانہ و دلگیر ایثار کا زمانہ تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جن لوگوں نے اپنی عینی شہادت سے اس پر رائے قائم کی ہے ان پر اس کا عمیق و ناقابل محو اثر پڑا۔ برسوں بعد شاعر ورڈسورتھ (جو اس وقت فرانس سے برگشتہ اور حریت کے معاملہ میں سرد دل ہو گیا تھا) جب ۱۷۹۲ء کے واقعات کو یاد کرتا تھا تو آبدیدہ ہو جاتا تھا۔[1]

برنسوک کا والمی میں روک دیا جانا۔ ۲۰ ستمبر

فرانس کی مدافعت کا انحصار سپہ سالار ڈوموریا پر تھا، لانگوی اور ورڈن کے قلعے جو میوز کے راستہ پر حاوی تھے، بہت ہی مختصر مقاومت کے بعد سر ہو گئے تھے۔ برنسوک کے پہنچ جانے کے قبل جو فوج جمع کی جا سکتی تھی وہ اتنی کم تھی کہ اس فوج کو لے کر کھلے میدان میں مقابلہ نہیں ہو سکتا تھا فرانس کی خوش قسمتی تھی کہ پرشیادی سپہ سالار کی سست قدمی کی وجہ سے ڈوموریا کو ارگون کے دشوار گزار ملک میں قدم جما لینے کا موقع مل گیا۔ اور یہاں وہ اس قابل ہو گیا کہ کمک کے انتظار میں کچھ دیر کے لئے حملہ آوروں کو روکے رکھے۔ آخر الامر برنسوک اس تنگ راستہ سے ہو کر آگے بڑھا جسے ڈوموریا نے اپنے پہلے خط مدافعت کے طور پر منتخب کیا تھا، اور یہاں اس

[1] ورڈسورتھ، مقدمہ، کتاب ہم۔

نے یہ دیکھا کہ فرانسیسی اس کے بازو پر اس استحکام سے جمے ہوئے ہیں کہ اگر وہ کچھ بھی آگے بڑھا تو خود اس کی فوج خطرے میں پڑ جائے گی اگر پیش قدمی کا جاری رکھنا منظور تھا تو ڈوموریا کو اس جگہ سے ہٹانا ضروری تھا۔ لہذا ۲۰ ستمبر کو برنسوک نے اپنے توپخانہ کا رخ والمی کی پہاڑیوں کی طرف پھیر دیا جہاں فرانسیسی میسرہ خیمہ زن تھا۔ گولہ باری چند گھنٹوں تک جاری رہی مگر اس کے بعد کوئی عام حملہ نہیں ہوا۔ برنسوک کی آتشباری کے اندر فرانسیسیوں کی استقامت نے یہ صاف ظاہر کر دیا کہ وہ بغیر شدید معرکہ آرائی کے جگہ سے ہٹنے والے نہیں ہیں۔ فتح سے ناامید ہو کر شاہ پرشیا ڈوموریا کی فرستادہ تجاویز صلح کے سننے پر مائل ہو گیا[1] گفت و شنید میں جو ایک ہفتہ کا وقت صرف ہوا اس کا حاصل صرف یہ تھا کہ فرانسیسی اور مستحکم ہو گئے اور جرمانی لشکرگاہ کے اندر گرانی بیماری اور بڑھ گئی۔ پرشیاوی اور آسٹروی سپہ سالاروں کے درمیان مناقشات برپا ہو گئے، بازگشت کا حکم دے دیا گیا؛ اور یورپ نے حیرت سے دیکھا کہ برنسوک کی آزمودہ کار فوجیں انقلاب کے غدر انگیز سپاہیوں اور غیر معروف سپہ سالاروں کے سامنے سے ہٹ گئیں، اور ان میں اتنی قوت بھی نہ رہی کہ فرانس کے تخلیہ اور اپنے قبضہ کردہ قلعوں کی حوالگی میں، ایک ماہ کی بھی تاخیر کر سکتیں۔

مجلس عارضی کا انعقاد، جمہوریت کا اعلان ۲۱ ستمبر سنہ

اسی اثنا میں دسویں اگست کو شاہی کا تختہ الٹ جانے کی وجہ سے، جمعیت تشریعی نے خود اپنی

[1] یہ مراسلت۔ رانکے کی تصنیف بدو آغاز (Urspreengund Beginn) صفحہ ۱۷۳، میں موجود ہے۔ پرشیاوی لشکرگاہ میں قحط کا یہ حال تھا کہ ڈوموریا نے شاہ پرشیا کے لئے بارہ روٹیاں، بارہ پونڈ کافی، اور بارہ پونڈ شکر بھیجی تھی۔ اس صلح کا سرکاری بیان "ووئنش زٹینگ" کو ۱۱ر اکتوبر سنہ ۱۷۹۲ء کی اشاعت میں ہے۔

برطانی کا فیصلہ صادر کر دیا اور یہ حکم دے دیا تھا کہ فرانس کے نظام سلطنت کے مرتب کرنے کے لئے نمایندگان کا انتخاب کیا جائے۔ انتخابات حملے کے نازک زمانہ میں عمل میں آئے جب کہ غیر ملکیوں کے ساتھ امرا کے اتحاد کے خلاف قومی غیظ و غضب انتہائی حد کو پہنچا ہوا تھا، اور بعض اضلاع میں تو یہ انتخابات خود ان لوگوں کے زیر اثر ہوئے جنھوں نے قید خانوں کے اندر قتل عام کے حکم دینے میں بھی باک نہیں کی تھی۔ فریق جرانڈ جو مجلس قومی کے اندر انتہا پسند فریق تھا وہ اس مجلس عارضی کے اندر اعتدال و امن کا فریق ہو گیا تھا۔ انہیں کے پہلو بہ پہلو وہ لوگ منتخب ہو کر آئے تھے جن کی کل ہستی ہی فوری تصادم سے مرکب معلوم ہوتی تھی۔ یہ ایسے لوگ تھے کہ بعض وقت بغیر کسی قسم کے اراد کے مفاسد کے، سیاسی اور معاشری جدو جہد میں قوت کے اس راست اور بے خرخشہ استعمال سے کام لیتے تھے جو عام طور پر جنگ یا عقائد مذہبی کی اشاعت کے لئے محفوظ سمجھی جاتی ہے! وہ اخلاقی اختلافات جو اس فریق کو فرقہ جرانڈ سے جدا کرتے تھے، فوراً ہی نمایاں ہو گئے۔ اول اول تو دونوں فریق کا سیاسی عقیدہ بہت کچھ یکساں معلوم ہوتا تھا۔ بادشاہی منسوخ کر دی گئی اور فرانس کے سلطنت جمہوری ہونے کا اعلان کر دیا گیا (۲۱ ستمبر)۔ عہدے بدستور فرقہ جرانڈ کے ہاتھ میں رہے۔ مگر ان کے رقیبوں کی پرانشداد وغیرہ مصالحانہ طبائع کا اثر غیر ملکی طاقتوں کے ساتھ فرانس کے تعلقات میں محسوس ہونے لگا۔ پانچ ماہ قبل کی طرح فتوحات کے ارادے سے تو اب بھی تجاہل برتا جا سکتا تھا مگر اب سوال یہ تھا کہ جو لوگ آزادی پر نیا نیا ایمان لائے تھے انھیں اپنی آزادانہ مرضی سے فرانس کے ساتھ متحد ہونے کے حق سے روکا جا سکتا ہے یا نہیں۔ ہ جب جمہوریت کی فوجوں نے اپنے حملہ آوروں کو ان سرحدی صوبوں سے

جنگ کا عمومیت کے لئے بمنزلہ جہاد کے ہو جانا۔

سے صاف کر دیا جدھر سے وہ فرانس میں داخل ہوئے تھے، تو آیا ان صوبوں کو اب پھر پادریوں اور امیروں کی حکومت میں واپس دے دینا چاہیئے یا نہیں۔ جس حزم و احتیاط نے ہر قسم کے الحاق ممالک کو ملعون قرار دیا تھا، وہ اس حب الوطنی کے جوش و خروش میں ہوا ہو گیا جو حملہ آوروں کے اخراج اور اس امر کے دریافت کے بعد پیدا ہوا کہ فرانس کے سوا اور ممالک میں بھی اس وقت تک انقلاب ایک طاقت بن چکا ہے۔ جس قوم کو پوری آزادی کی لڑائی لڑنا تھی اس کے لئے یہ ضروری تھا کہ جہاں سے بھی آزادی کی صدا بلند ہوا سے وہ لبیک کہے۔ بادشاہوں کے خلاف تصادم کو اسی طرح قائم رکھا جا سکتا تھا کہ ہر سرزمین ان کی رعایا کو ان کے خلاف مسلح کر دیا جائے۔ قوموں کے اس ہمہ گیر اتحاد کے تصور میں وہ حکومتیں جن سے فرانس سر دست برسر جنگ نہیں تھا، اور وہ حکومتیں جنھوں نے فرانس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا تھا، دونوں میں بہ مشکل کچھ تمیز ہو سکتی تھی۔ سرحدی خطوط جن کے نشان قدیم الایام متروک سیاست نے قائم کئے تھے، اور معاہدوں کی مصنوعی ضمانتیں یہ سب قوم کے زندہ و غیر قابل انفکاک اقتدار اعلیٰ کے مقابلہ میں ہیچ تھے۔ جن لوگوں کے سینوں میں ۱۷۹۲ء کے جذبات کی آگ بھڑک رہی تھی ان کے نزدیک قانون بین الاقوامی کی کسی بحث کی اس سے زیادہ کچھ حقیقت نہ تھی جتنی حقیقت اس بحث کی پیٹر راہب کے نزدیک ہوتی۔ دوسرے ممالک کے مدبروں کے نزدیک (جو ان تمام اصولوں کے ترک کر دینے کا مطلق ارادہ نہیں رکھتے تھے جنہیں یورپ کے حق عام کے طور پر تسلیم کیا جاتا تھا) وہ زبان جواب فرانس کی جانب سے استعمال ہوتی تھی ان کا مفہوم صرف یہی سمجھا جا سکتا تھا کہ فرانس بے سوچے سمجھے مداخلت و تطاول پر تلا ہوا ہے۔

ہمسایگان فرانس | فرانس میں انقلاب کا اظہار، اتحاد اور افتراق

دونوں قوتوں کی حیثیت سے ہوا تھا، اس نے امرا کو سرحد کے پار بھگا دیا تھا، اس نے پادریوں کو قربانگاہ سے الگ کر دیا تھا، مگر اس کے ساتھ ہی اس نے چیں بہ جبیں کارسیکا کو ہموار کر دیا تھا، اور جاگیری حقوق کو منسوخ کرکے فرانس کو الساس اور لوارتن کے ٹیوٹانی کسانوں کا حقیقی ملک آبائی بنا دیا تھا۔ اب وہ وقت آگیا تھا کہ یہ انقلاب غیر ممالک میں خود کو ایک دلکش قوت ثابت کردے۔ اٹھارویں صدی کے اواخر میں یورپ کی قومیتوں میں ارتباط باہمی اتنا مستحکم نہ تھا جتنا اس وقت ہے۔ صرف اسپین اور سویزرلینڈ کی جانب کی سرحدوں پر فرانس کے ایسے ہمسائے تھے جنہیں قوم کہا جا سکتا تھا۔ شمال کی جانب کا ملک جسے اب بادشاہی بلجیم کہتے ہیں وہ ۱۷۹۲ء میں خاندان آسٹریا کے تحت میں چند صوبوں کا مجموعہ تھا۔ رائن کے اضلاع مغربی اور الساس کے مقابل کی جرمانی آبادی متعدد چھوٹی چھوٹی امارتوں میں منقسم تھی۔ سیوائے اگرچہ سلسلہ ایلپس کے مغرب میں واقع تھا اور وہاں کی زبان فرانسیسی تھی مگر وہ پیڈمانٹ کی سلطنت کا ایک جزو تھا، اور پیڈمانٹ خود اپنی تاریخ اور قومی خصائص کے اعتبار سے شمالی اطالیہ کی دوسری سلطنتوں سے جدا تھا۔ ڈنکرک سے کوہستان ایلپس کے ساحلی حصص تک کہیں بھی کسی پرزور متحدہ وخود مختار قوم کے ساتھ فرانس کا ڈانڈا نہیں ملتا تھا، اور الساس کے بالمقابل ملک کے سوا، اس تمام سرحد کے حوالی میں، فرانسیسی انقلاب کا سلجبرداری کا جدید عقیدہ اختیار کر لینا، ان اثرات سے زیادہ قوی ثابت ہوا جن پر موجودہ نظم وترتیب کا انحصار تھا۔ اندرلینڈز امارتہائے رائن، سویزرلینڈ، سیوائے اور خود پیڈمانٹ میں انقلاب کے عقائد کا کم وبیش ایک کثیر التعداد طبقہ نے خیر مقدم کیا تھا، اور ایک ساعت ہی کے لئے سہی مگر فرانس کی فوجیں حملہ آور دشمن کے بجائے حق وآزادی کی مبشر ومبلغ معلوم ہوتی تھیں۔

کسٹائن کا مینز میں داخل ہونا۔ ۳۰ راکتوبر	مقام والمی میں برنسوک کا ڈوموریا کے سامنے

رکنا تھا کہ کسٹائن کے تحت میں ایک فرانسیسی لشکر، الساس کی سرحد کو عبور کر کے اسپائرز کی طرف بڑھ گیا جہاں برنسوک، بہت کچھ ذخائر حرب چھوڑ گیا تھا۔ قلعہ نشین فوج شہر سے باہر معرکہ میں شکست کھا گئی اور اسپائرز اور ورمز، کسٹائن کے مطیع ہو گئے۔ قریب ہی میں منیز کا قلعہ واقع تھا اور یہ مغربی جرمانیہ کی کلید تھا، یہاں، کے باشندوں میں ایک جمہوری فریق بھی تھا اور وہ کستائن کے لئے چشم براہ تھا، اسی فریق سے فرانسیسی سپہ سالار کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اس کے شہر کے سامنے پہنچنے کی دیر ہے کہ وہ شہر کا مالک ہو جائے گا۔ یہ ضرور تھا کہ برنسوک کو اپنے حملۂ فرانس کی ناکامی کا اندیشہ تھا مگر اس نے جرمانیہ کی مدافعت کا خیال کبھی نہیں کیا تھا، اور اگرچہ شاہ پرشیا کو منیز کی بے پناہ حالت سے متنبہ کر دیا گیا تھا، مگر اس کے سوا اور کچھ نہیں کیا گیا کہ استحکامات کی مرمت کے لئے ایک رقم دے دی گئی اور اسقف اعظم نے اس رقم سے کچھ لکڑی خرید فرمائی جو خود انھیں ذات مقدس کی ملک تھی اور اچھی بڑی ایک عمارت لکڑی کی بنا دی۔ اسپائرز پر قبضہ ہو جانے کی خبر آتے ہی اسقف اعظم نے خود تو راہ فرار اختیار کی اور انتظام ڈین اور چانسلر اور سپہ دار پر چھوڑ گئے۔ چانسلر نے ایک تقریر کی اور "برادران عزیز" و باشندگان شہر سے یہ خواہش کی کہ وہ آخری دم تک مدافعت کریں اور روزانہ یہ اعلان کرتے رہے کہ ڈوموریا منہزم ہو گیا اور متحدین پیرس میں داخل ہوا چاہتے ہیں یہاں تک کہ کستائن کے سپاہی واقعی آنکھوں کے سامنے آ گئے۔ اس وقت ایک مجلس حربی نے شہر کو ناقابل مدافعت قرار دے دیا اور قبل اس کے کہ کستائن محاصرے کی ایک توپ بھی سامنے لائے قلعہ نشین فوج نے خود کو حوالہ کر دیا، اور (۲۰ اکتوبر کو) جمہوریت کے طرف داروں نے منیز کے اندر فرانسیسیوں کا خیر مقدم کیا۔ فرانسیسی سلاح جنگ کے ساتھ فرانسیسی

نظم حریت بھی شہر میں داخل ہو گیا۔ پیرس کی جیکوبن بزمگاہ کے طرز پر ایک بزمگاہ قائم کی گئی، اور اگرچہ باشندوں کا حصہ کثیر الگ رہا، مگر آخرالامر جمہوریت کا اعلان کر دیا گیا اور اسے جمہوریہ فرانس کے ساتھ ملحق کر دیا گیا۔

ڈوموریا کا ندرلینڈ پر حملہ آور ہونا

جرمنی میں کسٹائن کی تاخت کی کامیابی کی وجہ سے مجلس عارضی کا خیال ندرلینڈز میں آسٹریا پر حملہ آوری سے نہیں ہٹا جس کے متعلق ڈوموریا اول ہی سے حکومت پر زور دے رہا تھا۔ ابھی تین برس بھی نہیں گزرے تھے کہ ندرلینڈز شہنشاہ جوزف کے خلاف بغاوت کر چکا تھا۔ ابتداً یہ بغاوت جوزف کے اصلاحات کے خلاف کلیسائی فریق کی تحریک بازگشت تھی مگر بہت جلد شورش کے ابتدائی جذبات سے مختلف النوع حوصلے اور امیدیں پیدا ہو گئیں، اور راہبوں اور اجارہ داروں کے پہلو بہ پہلو ایک قومی فریق عالم وجود میں آ گیا جس نے قوم کے اقتدار اعلیٰ کا اعلان کر دیا اور فرانسیسی انقلاب کی تمام تحریکات کی نقل کرنے لگا۔ آسٹروی حکمرانی کے مختصر تعلق کے زمانے میں عمومی اور رجعت پسند فریق ایک دوسرے پر حملہ کرنے لگے، اور ۱۷۹۱ء میں لیوپولڈ کے اقتدار کے بحال ہو جانے پر عمومی سرگروہ اور ان کے ساتھ ان کے بہت سے متبعین بھاگ کر سرحد کے پار پناہ گیر ہوئے اور آسٹریا اور فرانس میں جنگ برپا ہو جانے کے متوقع رہے۔ ان کے طرفداروں نے اندرون ملک میں، فرانس کے ساتھ ایک طرح کا تعلق قائم کر لیا اور ایک عجیب و غریب مغالطہ میں پڑ کر خود پادری اور بند شخصیات جن پر جوزف نے حملہ کیا تھا، یہ سمجھ بیٹھے کہ انقلاب پسند فرانس ان کے اغراض و مقاصد کی وقعت کرے گا۔[1]

[1] جس رات کو سابق شہنشاہ (لیوپولڈ) کے انتقال کی خبر یہاں (بروسلز میں)

جنگ ژیمیب ۶ر نومبر

پس اس طرح فرانسیسی حملہ کے لیئے زمین ہر جگہ تیار ہو گئی تھی، ڈوموریا نے سرحد کو عبور کیا، سرحدی قلعے اب باقی نہیں رہے تھے۔ اور ۶ر نومبر[1] کو فرانسیسیوں کے مقام ژیمیب میں ایک ہی معرکہ کے سر کر لینے کے بعد آسٹریوں نے یہ دیکھ کر کہ تمام آبادی انکی مخالف ہو گئی تھی، بغیر کسی جدوجہد کے ندرلینڈز کو چھوڑ دیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) آئی اسی شب اشتعال انگیز اشتہارات اور مسلح ہو جانے کے اعلانات تقسیم کیئے گئے۔ ایک مجرم کا تعلق "وسینٹ گیوڈیل" کے سروو والون سے تھا۔ اس نے عین دوپہر کا وقت پسند کیا اور بہت سے آدمیوں کی موجودگی میں گرجا پر ایک کاغذ چسپاں کیا جس میں عام بغاوت کے لیئے ابھارا گیا تھا۔ اس عجیب و غریب تحریر کے بقیہ حصہ میں اس کے ایک ادعائے خواب کی تفصیل تھی جس میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ سابق شہنشاہ کی روح جوزف کے ساتھ شریک ہونے کے لئے جا رہی تھی، جو پہلے ہی سے دوسری دنیا میں عذاب بھگت رہا تھا" کرنل گارڈنر، ۲ر مارچ ۱۷۹۲ء۔ دفاتر فلینڈرز جلد ۲۲۰۔

[1] ایلجن، از بروسلز، ۶ر نومبر" آج دوپہر سے قبل تمام وقت میں مانس کی جانب سے شدید گولہ باری کی آواز سنی جا رہی ہے۔ اس وقت کسی قدر تخفیف ہو گئی مگر ختم نہیں ہوئی ہے"۔ ۷ر نومبر۔ راتوں رات لشکر گاہ سے کئی قاصد آئے مگر تمام وزرا اس امر سے انکار کرتے ہیں کہ اس تفصیل کیا تھا ایک لفظ بھی معلوم ہوا ہو (اور میں سب وزیروں سے مل چکا ہوں) آج رات میں ہر طرف پیک دوڑائے گئے ہیں کہ سرحدوں سے تمام فوجی دستوں کو طلب کر لیں۔ حکومت بروسلز کے ترک کرنے کے لئے ہر ایک انتظام کر رہی ہے، ان کے کاغذات مرتب ہو گئے ہیں"......... اس کے بعد ایک تتمہ یہ ہے کہ وہ گولہ باری پھر صاف سنائی دے رہی ہے۔" یہاں کے تمام تارکانِ وطن نہایت ہی عجلت کے ساتھ چلے جا رہے ہیں۔ ۹ر نومبر۔ تمام ملک میں ابتری انتہا کو پہنچ گئی ہے۔ سڑکیں تارکانِ وطن سے بھری ہوئی ہیں اور ان صوبوں کے لوگ فرانسیسی توپوں سے بھاگے جا رہے ہیں"۔

دفاتر۔ فلینڈرز جلد ۲۲۲

ژیمپ کی جنگ وہ پہلی باقاعدہ جنگ تھی جس میں جمہوریت کو فتح حاصل ہوئی اور اس فتح نے مجلس عارضی میں اس درجہ انقلابی جوش بھڑکا دیا کہ برطانیہ اور فرانس کے تعلقات پر گہرا اثر پڑ گیا حالانکہ برطانیہ اس وقت تک جنگ کو غیر جانب دارانہ طور پر دیکھ رہی تھی۔ ایک اعلانامہ یہ شائع کیا گیا کہ فرانسیسی قوم ان تمام اقوام کے ساتھ اتحاد و اتفاق کے لئے تیار ہے جو اپنی آزادی کو واپس لینے کی خواہش مند ہوں اور جمہوریت کے سپہ سالاروں کو یہ حکم دے دیا گیا کہ ان تمام لوگوں کو اپنی حفاظت میں لے لیں جنہیں آزادی کے معاملہ میں نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ (۱۹ نومبر)

ناٹس اور سیوائے کا الحاق

ایک ہفتہ بعد سیوائے اور ناٹس، فرانس کے ساتھ ملحق کر لئے گئے۔ سیوائے کی آبادی نے اسی وقت فرانس کی طرفداری کا اعلان کر دیا تھا، جب فرانس اور سارڈینیا میں جنگ شروع ہوئی تھی۔ ۱۵ دسمبر کو مجلس عارضی نے یہ اعلان کر دیا کہ آئندہ سے جس غیر ملکی سرزمین پر اس کی فوجیں قدم رکھیں، ان کے ساتھ ساتھ سیاسی و معاشری انقلاب بھی ہوتا چلے۔ ۱۵ نومبر کے فیصلہ کا خلاصہ یہ تھا کہ جس ملک پر جمہوریہ فرانس کی فوجوں کا قبضہ ہوگا، وہاں سپہ سالار تمام موجودہ اقتدارات کی برطرفی کا اعلان کر دیں گے۔ امارت، والبتہ اراضی غلامی جملہ جاگیری حقوق، جملہ اجارات سب منسوخ ہو جائیں گے۔ سپہ سالار قوم کے اقتدار اعلیٰ کا اعلان کر دیں گے، اور باشندگان کی مجالس منعقد کر کے عارضی حکومت قائم کر دیں گے جس میں سابق حکومت کا کوئی عہدہ دار، کوئی امیر، سابق ذی امتیاز شخصیات کا کوئی رکن قابل شمول نہ ہوگا۔ یہ سپہ سالار، بادشاہ اور اس کے لاحقین کے تمام املاک اور ہر ایک ملکی و مذہبی شخصہ کے املاک جمہوریہ فرانس کے تحت میں کر دیں گے۔ فرانسیسی قوم ان تمام اقوام کو دشمن تصور کرے گی جو حریت و مساوات سے انکار کر کے اپنے بادشاہوں اور اپنے ذی امتیاز طبقوں کو قائم رکھنا چاہیں گے یا ان کے ساتھ کسی قسم کا انتظام و معاملہ

کریں گے۔"

انگلستان کا مسلح ہونا

ایک نئے جہاد کے اس عجیب اعلان نے برطانیہ عظمیٰ کو مسلح ہونے پر آمادہ کر دیا۔ مجلس عارضی کے فیصلہ کا تعلق اگرچہ صرف انھیں سلطنتوں سے تھا جو فرانس سے برسر جنگ تھیں مگر اس مجلس نے فی الواقع انگلستان کی انقلابی جماعتوں سے تعلقات قائم کر رکھے تھے، اور فرانس کے وزیر بحر نے اپنے ملاحوں کو آگاہ کر دیا تھا کہ انہیں عنقریب پچاس ہزار "کلاہ حریت" اپنے انگلستانی بھائیوں کے لئے لیجانا پڑے گی۔

تمام موجودالوقت اقتدارات کے خلاف محض مسلسل تہدیدات کو کوئی دانشمند مدبر بنائے جنگ نہ قرار دیتا، مگر فرانسیسی حکومت کے افعال سے یہ ظاہر ہو گیا کہ دوسری قوموں کے معاملات میں جابرانہ مداخلت کے جو اعلانات اس کے اعلاناموں میں ہوئے تھے انہیں وہ واقعی عمل میں لانے کا ارادہ رکھتی تھی۔ اس کے گماشتے ہر سلطنت میں بددلی کو بھڑکا رہے تھے، اور اگرچہ سیوائے کا الحاق اور نیدرلینڈز کا قبضہ آسٹریا اور سارڈینیا کے ساتھ تصادم کے اتفاقات میں شمار ہو سکتا تھا جس میں برطانیہ عظمیٰ غیر جانب دار رہنے کا اقرار کر چکی تھی مگر مجلس عارضی کے دوسرے افعال بالیقین حلفائے انگلستان کے حقوق میں دخل دہی کا حکم رکھتے تھے۔ یورپی معاہدات کا ایک طومار ایسا موجود تھا جو ہمارے خیالات کے موافق ظالمانہ تھا مگر اس زمانے کے خیالات کے عین موافق تھا، اور اس کے بموجب دریائے اسکلٹ میں (جس پر اینٹورپ واقع تھا) کشتی رانی اس وجہ سے ممنوع تھی کہ بحر شمال کی تجارت بالکلیہ ہالینڈ کے بندرگاہوں سے ہو کر گزرے۔

دریائے اسکلٹ

بلجیم کے فتح ہو جانے پر فرانسیسی حکومت نے ڈوموریا کو یہ حکم دیا کہ کشتیوں کا ایک بیڑا اس دریا میں روانہ کر دے اور قانون فطرت کے حق کے بموجب جسے معاہدا

باطل نہیں کر سکتے اینٹورپ کو ایک کھلا ہوا بندرگاہ قرار دیدے۔ تجارتی معاہدات کی حماقتیں جو کچھ بھی ہوں مگر دریائے اسکلٹ کی کشتی رانی کا معاملہ اہل اینٹورپ اور اہالی ہالینڈ کا معاملہ تھا اور فرانس کو اس سے براہ راست کوئی تعلق نہیں تھا، یہ وقوعہ اگرچہ فی نفسہٖ ایک خفیف سا معاملہ تھا مگر اہل انگلستان نے سے اس نظر سے دیکھا کہ منجملہ اور ثبوتوں کے ایک ثبوت فرانسیسیوں کے اس ارادے کا ہے کہ وہ جب چاہیں قرب وجوار کی سلطنتوں کے معاملہ میں مداخلت کرنے لگیں۔ معمولی اوقات میں ہالینڈ والوں کی کسی اجارہ داری کے متعلق انگلستان میں زیادہ جوش کا پیدا کرنا آسان نہیں تھا مگر ستمبر کے قتلہائے عام اور خود انگلستان کی انقلابی جماعتوں اور مجلس عارضی کے درمیان علانیہ اتحاد کی وجہ سے فرانسیسی انقلاب کی بابت اس ملک کا احساس سخت تنفر سے مبدل ہوگیا تھا۔ پٹ جسے پیرس والے اپنا نہایت ہی کینہ توز دشمن سمجھتے تھے، اس نے اس بڑھتے ہوئے قومی جذبہ کے روکنے میں سخت سعی کی تھی اور وہ ہر طرح کے توقعات کے خلاف صلح قائم رکھنے کی امید رکھتا تھا۔ پٹ کا دامن نہ صرف اس سے پاک تھا کہ وہ اس ملک کو فرانس کے دشمنوں میں شامل کرنے کا خواہاں نہیں تھا بلکہ وہ صدق دل سے یہ چاہتا تھا کہ فرانس و آسٹریا میں بھی موافقت ہو جائے تاکہ مغربی سلطنتیں جن کے خلفشار نے مشرقی یورپ کو کیتھرائن (ملکہ روس) کے رحم پر چھوڑ دیا تھا وہ سب باہم متحد ہو کر پولینڈ اور ترکی کو ایک ایسی طاقت کے ہاتھ میں پڑنے سے بچالیں جس کی مسلسل دست درازی سے یورپ کو اس سے زیادہ خطرہ تھا جتنا فرانسیسی مجلس عارضی کے تمام شورانگیز وصاف گو اشتعال سے تھا۔ علاوہ بریں، پٹ، آسٹریا و پرشیا کے خفیہ منصوبوں کو بھی نہایت درجہ ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتا تھا[ع۱] اگر فرانس کی حکومت

ع۱۔ نومبر ۱۷۹۲ء میں گرنویل نے وائنا اور برلن کے انگریزی ایلچیوں کو یہ

عاقلانہ ذرا بھی یہ یقین دلا دیتی کہ نیدرلینڈز کا الحاق نہیں کیا جائے گا،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) حکم دیا کہ اگر ممکن ہو تو وہ ان درباروں کے توسیع مملکت کے اصلی منصوبوں کا پتہ چلائیں، وانیا میں مسٹر اسٹریٹن کے کان میں پولینڈ کے خلاف قرارداد کی بھنک پڑی۔ اس نے لکھا ہے کہ میں نے کاونٹ فلپ کوبنزل (آسٹروی وزیر) سے یہ درخواست کی کہ وہ براہ مہربانی مجھ پر اعتماد کر کے رازدارانہ طور پر صاف صاف یہ بتا دیں کہ دونوں دربار واقعی کس مقصد کی تجویز سوچ رہے ہیں مگر کاونٹ کسی طرح ایسا کرنے پر مائل نہ ہوا بلکہ اس نے اس طرح کی ہیر پھیر کی باتیں کی کہ صاف جواب سے وہ بچ نکلے، مگر چونکہ میں بھی دل میں یہ ٹھان چکا تھا کہ آسٹروی وزیر کا پیچھا نہ چھوڑونگا، اس لئے میں نے اس پر سوالات کی بھرمار کر دی یہاں تک کہ اس نے اسے یہ کہنے پر مجبور کر دیا کہ کاونٹ، اسٹینڈین (سفیر متعین لندن) برطانوی وزیر کے ہر طرح کے استعجاب وتحیر کو رفع کر دیگا"۔ یہ کہتے وقت وہ کچھ شرماسا گیا اور اس سے آثار پریشانی کا اظہار ہوتا تھا۔ ۲۰ رجنوری ۱۷۹۳ء، دفاتر آسٹریا جلد ۳۲۔ اس کے بموجب اسٹینڈین نے لارڈ گرنیویل کو پولینڈ و بویریا سے متعلقہ تجاویز سے آگاہ کر دیا۔ گرنیویل نے پولینڈ پر دست درازی کے نسبت اپنا تعلق اور افسوس ظاہر کیا اور بویریا کے تبادلے کے خلاف دلائل دئے۔ گرنیول نے شاہ پرشیا کے وہاں کے انگریزی ایلچی کو لکھا کہ "ممکن ہے کہ ان دونوں درباروں کا منشا یہ ہو کہ پولینڈ میں نئے ممالک کے حصول سے اپنے جنگ کے مصارف کا معاوضہ کریں اور اس ملک کی جدید تقسیم عمل میں لائیں۔ آپ اس امر میں کوتاہی نہ کیجئے کہ نہایت ہی صاف اور قطعی طریق پر اس تجویز کے متعلق اعلیٰ حضرت کی ناپسندیدگی کا اظہار کر دیجئے اور یہ بھی واضح کر دیجئے کہ اعلحضرت کسی ایسی کارروائی سے اتفاق کریں گے جو اس نامنصفانہ تجویز کے عمل میں لانے کے لئے اختیار کیجائے"۔ ۲ رجنوری ۱۷۹۳ء دفاتر افواج در جرمنی جلد ۴۳۷۔ آسٹریا میں ۹ فروری کو بنزل نے صاف یہ کہدیا کہ آسٹریا اب اتنا بھی نہیں کر سکتی کہ پولینڈ میں پرشیا کی مخالفت کی خواہش کا اظہار تک کر سکے کیونکہ اس صورت میں بظن غالب شاہ پرشیا فرانسیسی جنگ

لوئیس شانزدہم کا قتل ۲۱ جنوری ۱۷۹۳ء

یا اگر فرانسیسی سفیر شاولین کے بجائے (جو انگلستان کے سازشیوں سے تعلق رکھتا تھا)، کوئی قابل اعتماد ایلچی بھیجدیا جاتا تو اغلب یہ ہے کہ صلح قائم رہ جاتی مگر جب (۲۱ جنوری ۱۷۹۳ء کو شاہ لوئیس کے قتل ہو جانے پر شاولین ایک مشتبہ غیر ملکی قرار دے کر انگلستان سے نکال دیا گیا تو یہ جنگ صرف دنوں کی بات رہ گئی۔عہ

دونوں جانب کے شکایات میں باضابطہ حقوق زیر بحث لائے گئے تھے، مگر جنگ کی اصل بنا اچھی طرح معلوم تھی۔ فرانس یہ سمجھتا تھا کہ اسے یہ حق حاصل ہے کہ اپنی افواج کے ذریعہ سے یا عام شورش کی وجہ سے جہاں کہیں بھی موقع مل جائے وہ "انقلاب" اور "حقوق انسان" کو آگے بڑھائے اور انگلستان اس امر سے منکر تھا کہ کسی سلطنت کو بھی یہ حق حاصل ہو کہ وہ اپنی مرضی سے یورپ کے سیاسی نظم کو باطل کر دے۔ کبھی دو قوموں کے درمیان، اس سے زیادہ سخت، اس سے زیادہ کافی وجہ جنگ کی موجود نہیں تھی لیکن واقعات نے یہ ثابت کر دیا کہ جنگ کے لئے انتہائی وجہ موجہ موجود ہونے کے باوجود بھی اعلیٰ دانشمندی کا تقاضا اب بھی صلح و امن کا تھا۔ انگلستان کے جنگ میں داخل ہونے سے اس معاملہ کو دو چار معرکہ آرائیوں کے بجائے بیس برس کی کشمکش میں بدل دیا اور نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ ۱۷۹۳ء میں انقلاب کے معاملہ کی عارضی فتح سے باغلب وجوہ جو کچھ وقوع پذیر ہوتا، اس سے بدرجہا زیادہ شدید ہیجان و اضطراب، زیادہ وسیع مصائب و آلام، اور زیادہ سفاکانہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) سے اپنی امداد واپس لے لیں گے بلکہ یہاں تک ممکن ہے کہ وہ فرانسیسیوں سے مخالفت کریں اور بوہیمیا پر حملہ کر دیں۔عہ فاتر آسٹریا جلد ۳۲۔

عہ اگ لینڈ جلد دوم ۴۶۴۔ کاغذات پیش شدہ پارلیمنٹ ۱۷۹۳ء مسٹر آسکر براؤننگ، رسالہ "فورٹ نائٹلی ریویو" فروری ۱۸۸۲ء۔

جرائم واقع ہوئے۔ مگر دونوں قوموں میں سیاسی جذبہ نے آئندہ کے آفات ومصائب کو مرحبا کہہ کر قبول کر لیا اور یکم فروری کو مجلس عارضی کی طرف

انگلستان سے جنگ، یکم فروری ۱۷۹۳ء

سے اعلان جنگ کا ہونا صرف یہ معنی رکھتا تھا کہ وہ انگریزی قوم کے ارادہ دلی پر سبقت لے گئی۔ برطانیہ عظمیٰ کا ایک مرتبہ اس میدان کارزار میں در آنا تھا کہ پٹ نے تمام یورپ کو فرانس کے خلاف متحد کر دینے میں زرپاشی وتہدید کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ فرانسیسی اعلانِ جنگ میں انگلستان کے ساتھ ہالینڈ کو

ہالینڈ اور بحر متوسط کی سلطنتوں کا جنگ میں داخل ہونا۔

بھی شامل کر لیا تھا، بحر متوسط کی سلطنتوں نے یہ محسوس کر لیا کہ آسٹریا اور پرشیا کی فوجوں کے بہ نسبت انگلستان کے جہاز ان سے زیادہ قریب تھے، اور ۱۷۹۳ء کی گرمیوں کے ختم ہونے کے قبل ہی قبل، اسپین، پرتگال، نیپلز، ٹسکنی، اور پاپائی سلطنتیں اتحاد میں شامل ہو گئیں۔

پیرس کے جیکوبین (انتہاپسندوں) نے انگلستان کی سیاسی حالت کا اندازہ غلط کیا تھا، آغاز جنگ کے وقت انہیں یہ یقین تھا کہ انگلستان خود انقلاب کی دہلیز پر کھڑا ہوا ہے۔ اوسط وادنیٰ طبقے کے ایک جزو کی یقینی بددلی کو (جو پارلیمنٹی اصلاح کی چیخ پکار میں ظاہر ہو رہی تھی)، پیرس والوں نے موجود الوقت تنظیمات کے متعلق اسی قسم کے عام جذبۂ نفرت پر محمول کیا جس نے فرانس میں ایک ہی وقت میں قدیمی نظم وترتیب کو فنا کر دیا تھا، مجلس عارضی نے انگلستان کی استیصالی جماعتوں کے محضرات کو قبول کیا اور یہ سمجھ لیا کہ جارج سوم کے تحت میں پارلیمنٹی نظم کی خرابیوں نے تمام قوم کو منحرف کر دیا ہے۔ مجلس عارضی کو توقع یہ تھی کہ بلجیم اور سیوائے میں جو کچھ پیش آیا یعنی قوم نے سپاہ "انقلاب" کے ہاتھوں سے حقوق انسانی کو تشکر وامتنان کے ساتھ قبول کیا، وہی لندن کی جماعتہائے منحرفہ اور شفیلڈ کے مزدوران کارخانہ جات کے معاملہ میں بھی پیش آئے گا۔ انگلستان میں ہر طبقہ اپنے سے نیچے

طبقہ کے ساتھ جو کشش رکھتا ہے اور اس کے ساتھ ہی قوم کا ہر طرح کے تخیلات سے بے پروا ہونا ایسے امور تھے جنھیں فرانس میں بہت کم سمجھا گیا تھا، حالانکہ دونوں کے انقلابات میں یہ فرق صاف واضح اور عیاں تھا، بیٹائیل کے سقوط کے ایک مہینہ بعد طبقاتی امتیاز اور اجارے کا تمام نظم فرانسیسی قانون سے ناپید ہو گیا لیکن انگلستان میں پندرہ برس تک "دولت عامہ" کے قائم رہنے کے بعد بھی انگریزی نظم معاشرت کی ہیئت وہی رہی جو "دولت عامہ" کے آغاز کے وقت تھی مگر ۱۷۹۳ء کے جوشش بے خودی میں سیاسی غور و فکر کا کہیں نام و نشان بھی نہیں رہا تھا اور جب وقت گزر گیا اس وقت فرانسیسیوں کو یہ معلوم ہوا کہ برطانیہ عظمیٰ میں "انقلاب" کو ایک ایسے دشمن سے واسطہ پڑا ہے جس کی استقامت بے نظیر اور جس کی قوت نا منتہا ہی ہے۔

انگلستان کی سیاسی حالت

انقلاب کی پہلی مجلس میں انگریزوں کا ذکر بالعموم اس حیثیت سے ہوتا تھا، کہ وہ آزاد لوگ ہیں جن کی تقلید فرانسیسیوں کو بھی کرنا چاہیے، لیکن مجلس عارضی میں انگریزوں کا ذکر بالعموم اس طرح زبانوں پر آنے لگا کہ وہ غلام ہیں اور فرانسیسیوں کو چاہیے کہ انہیں آزادی دلائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انگلستان کے تنظیمات کا مقابلہ جب خاندان باربن کی مطلق العنان شاہی سے کیا جائے اور جب ان کا مقابلہ ۱۷۹۳ء کی جمومیت سے کیا جائے اور ان دونوں نوعیتوں میں بہت ہی وسیع فرق نظر آتا تھا۔ جو فرانسیسی ایسے دربار کی حکومت کے تحت میں رہے ہوں جو فرامین کے ذریعہ سے قانون بناتی اور شاہی احکام سے لوگوں کو قید کرتی ہو، وہ انگلستان کی پارلیمنٹ، وہاں جوری کے ذریعہ سے تحقیقات مقدمہ اور پریس (مطابع) کی آزادی کو نظر وقعت و عزت سے دیکھتے تھے۔ لیکن جن لوگوں نے ایک بادشاہ کو قید خانہ میں ڈال دیا اور طبقہ امرا کے بہت بڑے حصہ کی جائدادیں ضبط کر لی ہوں انہیں اس ملک پر واقعی رحم آتا تھا جہاں کے قومی نمایندوں سے تین ربع

کے قریب تاج کے یا متمول امرا کے نامزد کردہ ہوتے تھے۔ فرانسیسی انقلابی تحریک کے ساتھ فاکس کی ذاتی ہمدردی کے باوجود انگلستان کے وہگ فریق اور اس فریق کے درمیان جو اب مجلس عارضی حکمراں ہوگیا تھا تھا، کسی قسم کی حقیقی موافقت نہیں تھی۔

وہگ عمومی نہ تھے

جس واقعہ (یعنی ۱۶۸۸ء کے جس انقلاب) نے اٹھارھویں صدی میں انگلستانی حریت کی خصوصیت متعین کردی تھی، وہ اپنی نوعیت میں کسی نہج سے عمومی نہیں تھا، اس انقلاب کا رخ ایک طرح کی رومن کیتھولک مطلق العنانی کے خلاف تھا، اس نے سیاسی اقتدار قوم کے عامتہ الناس کو نہیں عطا کردیا بلکہ اس نے یہ اقتدار خاندانہائے امرا کے ایک گروہ اور ان کے حوالی موالی کو سپرد کردیا جنہوں نے پہلے دو چار جارجوں کے عہد میں بادشاہ کی ہر طرح کی سرپرستی واثر کو ملک میں اپنے معاشری وآئینی وزن کے بڑھانے میں صرف کردیا۔ جارج سوم کی تخت نشینی کے وقت سے انگلستان کی خانگی تاریخ زیادہ تر اس محور پر گردش کر رہی تھی کہ یہ بادشاہ خود کو فریقانہ پابندی سے آزاد کر لینے کے لئے سخت جدو جہد کر رہا تھا۔ وہگوں کی آپس کی تقسیم، ان کے رشک وحسد اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جس قوم کے حقوق کی حفاظت کے وہ مدعی تھے اس کے عامتہ الناس سے ان کی حقیقی بے تعلقی، ان امور نے انجام کار میں بادشاہ کو اس وقت کامیاب کردیا جب بیس برس کی غلطیوں کے بعد اسے پٹ اصغر کی ذات سے ایک وزیر ہاتھ آگیا جس میں یہ قابلیت موجود تھی کہ وہ تاج کے اغراض ومفاد کو حریت پسند تدبیر کے ساتھ نہایت وطن پرستانہ وقابلانہ طریق سے ملادے۔ ۱۷۸۳ء کے اتحاد اعظم کو توڑنے کے لئے (جس میں فاکس و نارتھ کی وزارت کے تحت میں وہگوں کے جملہ فرقے متحد تھے) شاہ جارج نے رشوت، تہدید اور ہر قسم کے ذلیل اثرات سے کام لیا تھا، مگر پٹ جسے بادشاہ نے وزارت پر متعین کردیا تھا دراں حالیکہ دارالعوام میں

اس کے مویدین کی قلت تھی، اس کی حقیقی معاون خود قوم کی طبیعت تھی جو وھگوں کی تخلیت پسندی، رشوت خواری، اور فریقانہ جذبات سے تنگ آگئی تھی، اور اس امر کے یقین کرنے پر آمادہ تھی کہ کوئی مقبول عام وزیر اگر غیر آئینی طریق پر صاحب اقتدار ہو گیا ہے تو بھی وہ ملک کے لئے اس سے زیادہ کر سکتا ہے جتنا بوسیدہ قصبات کے یہ آئینی مالکان کرتے۔

پٹ، وزیر ۱۷۸۳ء

۱۷۸۳ء سے انقلاب فرانس کے آغاز تک پٹ اس شان سے انگلستان پر حکمراں رہا کہ ادھر یہ ٹوری وزیر اور ادھر وھگ اس کے مخالف، مگر اٹھارھویں صدی میں جتنے مدبرین بر سر اقتدار رہے تھے اس نے ان سب سے زیادہ آزادانہ اصول پر حکمرانی کی۔ انگلستان میں نظم فریقانہ کی جو ابتدائی صورت تھی اس کے یہ آخری برس تھے۔ فرانسیسی انقلاب نے اس قدیم امتیاز کا خاتمہ کر دیا تھا جس کے بموجب ٹوری امتیازات شاہی کی حامی اور وھگ امرا کے خاندانوں کی آئینی عدیدت کے موید سمجھے جاتے تھے۔ اس انقلاب نے ایک نئی سیاسی مخالفت باہمی پیدا کر دی جس کے بموجب خواہ وھگ اور ٹوری کے نام، خواہ لبرل اور کنسرویٹو کے نام سے دو جلیل القدر فریق ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے رہے ہیں، جن میں سے ایک کی خواہش یہ رہی ہے کہ مفید تغیرات کا سلسلہ برابر جاری رہے اور دوسرا یہ چاہتا رہا ہے کہ موجودہ ترتیب بدستور قائم رہے۔ فرانس کے ہیجان و اضطراب اور انگلستان میں انقلابی شورش کے خوف نے پٹ اور اس کی مخالفت کرنے والے وھگ دونوں کو بدل دیا تھا۔ پٹ نے اپنی پر امن ترقی کی تجویزوں کو غیر ملکی جنگ پر قربان کر دیا اور اصلاح پارلیمنٹ کی طرف سے جسے کسی وقت میں خود اسی نے تجویز کیا تھا، منھ پھیر لیا۔ وھگ دو حصوں

فرانسیسی انقلاب کا اثر انگریزی فریقوں پر

میں منقسم ہو گئے۔ ایک کا سرگروہ برک تھا اور دوسرے کا فاکس۔ ایک انقلاب کی زیادتیوں پر لعنت بھیجتا تھا اور آخر کار پٹ سے متحد ہو گیا اور دوسرا انقلاب کی زیادتیوں کے باوجود اسے مدنی و مذہبی آزادی کا باعث سمجھ کر اس کا دوستدار رہا اور پارلیمنٹی شکست اور نا امیدی کے صحت افزا اثر کے تحت میں خود کو انگلستان میں عمومی حقوق کی مدافعت اور روشن خیال اصلاح کی حمایت کے ساتھ ایک کر لیا تھا۔ انگلستان کی سیاسیات میں قدیم خط تقسیم کے مٹنے کی تاریخ اسی دن کو سمجھنا چاہیے جس دن دارالعوام کے اندر برک نے فاکس کے ساتھ اپنی دیرینہ دوستی کو تلخی و ناگواری کے ساتھ منقطع کر دیا۔ (٦ر مئی ١٧٩١ء) جدید کنسرویٹو فریق کا منشور وہ اپیل (التماس) ہے جسے برک ١٧٩٠ء کے

برک کی تصنیف "خیالات در بارہ انقلاب فرانس" اکتوبر ١٧٩٠ء

موسم خزاں میں "خیالات در بارہ انقلاب فرانس" کے نام سے شایع کر چکا تھا۔ اس جلیل القدر و حق صاحب قلم نے جن سیاسی قوتوں کو اپنے گرد و پیش عمل کرتے ہوئے دیکھا ان کا تبصرہ کرتے ہوئے اس نے "انقلاب" پر اس حیثیت سے حملہ کیا ہے کہ وہ ظلم و ہوس کا ایک ایسا نظم ہے جو آزادی کے لیے تمام بادشاہوں کی مطلق العنانی سے زیادہ خطرناک ہے، یہ وہی صاحب قلم ہے جس نے گزشتہ ایام میں امریکہ کی آزادی اور جارج سوم کی دراندازی کے خلاف انگلستان کی پارلیمنٹ کی آئینی روایت کی بڑے جوش و خروش سے حمایت کی تھی۔ اس نے اپنے "خیالات" بالا میں یہ ثابت کیا ہے کہ انگلستان کے جن مدبروں اور جن انجمنوں نے اس انقلاب کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا ہے انھوں نے درحقیقت ایسی کارروائیوں اور ایسے نظریوں سے ہمدردی کی ہے جو ١٦٨٨ء کے ہر ایک اصول کے مخالف ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس نے شورش و تباہ کاری کے اس عمل کا راز فاش کر دیا جس نے انقلاب کے ابتدائی ہی

چند مہینوں کے اندر اندر اس کے دل میں ان مصائب کا اندیشہ پیدا کر دیا تھا جو عنقریب فرانس پر واقع ہونے والے تھے۔ برک کا رسالہ ایک ہمسایہ سلطنت کے متعلق بلے غرضانہ تحقیقات کی حیثیت نہیں رکھتا تھا، یہ طریق جیکوبین (انتہا پسندی) پر ایسا ہی شدید حملہ اور سیاسی مراحم سے ایسا ہی معرا تھا جیسے عبرانی رسولوں نے اپنے بت پرست ہمسایوں پر لعنتیں بھیجی تھیں۔ اور انہی لعنتوں کے مثل اس کا بھی مقصود یہ تھا کہ اپنے اہل ملک کو خود اپنے وہاں اس قسم کے بدعتوں کے جاری کرنے کے خلاف جوش دلایا جائے۔ اسے پوری کامیابی ہوئی اس نے اس خوف کا اظہار کر دیا اور اسے اور بڑھایا جو آزاد خیال طبقہ کے اس صاحب جائداد فرقہ میں پیدا ہوا تھا جن کا میلان پہلے بہت کچھ انقلاب کی جانب ہو گیا تھا، اور اگرچہ فاکس ویرک میں پہلے تفرقہ کے موقع پر دار العوام کے دھگوں نے فاکس کی جانب ہونے کا اعلان کر دیا مگر "انقلاب" کی ہر ایک نئی زیادتی کے ساتھ عام جذبات کا سیلاب بڑھتا جا رہا تھا اور بہت جلد اس نے مجلس وضع قوانین کو اپنے گرداب میں لے لیا اور وھگ فریق کے بیشتر حصہ کو وزیر کا جانب دار بنا دیا اور صرف فاکس اور اس کے چند باوفا رفقا اس کام کے لئے باقی رہ گئے کہ جنگ کے کورانہ جذبات اور عام بددلی کے آثار کے دبانے میں پٹ کی روز افزوں سختی کے خلاف بیکار اعتراضات کرتے رہیں۔

برک نے انقلاب کے ابتدائی افعال میں سے جس قسم کی زیادتیوں کا اندازہ کر کے، ان پر ملامت کی تھی، وہ دسویں اگست کی شورش کے ذریعہ سے بادشاہی کا تختہ اُلٹ دینے کے بعد بہت ہی صاف و واضح طور پر ہویدا ہو گئیں۔ یہ دسویں اگست کا واقعہ ان لوگوں کا کام تھا جو پیرس والوں کی عمومیت پر حاوی تھے، مجلس کے مقررین اور اس کے فریقانہ سرگروہوں کا یہ کام نہیں تھا، جرانڈ نے اس فتح

سے اپنی فتح کے طور پر کام لینے میں کچھ تامل نہیں کیا تھا، چنانچہ انہوں نے ایک عہدے کے سوا سلطنت کے تمام اعلیٰ عہدے اپنے سرگروہوں کے حوالہ کر دیئے مگر انھیں فوراً ہی یہ معلوم ہو گیا کہ اصلی فرمانروائی کہیں اور ہی مرکوز تھی۔ پیرس کی مجلس کمیون یعنی بلدیہ جس کے ارکان نے انقلاب کے وقت اپنی جگہوں پر قبضہ کر لیا تھا، وہی ایک ایسی انتظامی جماعت تھی جو اپنے احکام کے نفاذ کی قوت رکھتی تھی؛ سلطنت کی وزارتوں میں صرف ایک وزارت ایسی تھی جس کا اثر محسوس ہوتا تھا اور وہ ڈینٹن کی وزارت تھی اور ڈینٹن کو جیرانڈیوں نے بادلِ نخواستہ اپنے ساتھ عہدے میں شامل کر لیا تھا۔ ستمبر کے قتلہائے عام سے صاف عیاں ہو گیا کہ جانیوالی مجلس کی بے بسی کس حد کو پہنچی ہوئی تھی۔ اس مجلس سے یہ نہ ہو سکا کہ وہ پانچ دن تک ان قتلوں کو روک دیتی۔ جن لوگوں نے ان قتلوں کی تجویز سوچی تھی اور بقیہ حصص فرانس سے بھی اپنی مثال کی تقلید کی خواہش کی تھی انھیں یہ مجلس عدالت میں نہ لا سکی۔ لیکن مجلس عارضی کے انعقاد کے بعد جیرانڈیوں نے جواب اپنے کو جائز حکمراں سمجھتے تھے اور یہ بھول گئے تھے کہ انکا اسطرح برسر اقتدار ہونا شورش کے باعث ہوا تھا، وہ یہ توقع رکھتے تھے کہ وہ دارالصدر کو اطاعت پر مجبور کر دیں گے۔ انھیں نئے ایوان میں بہت بڑی کثرت حاصل تھی۔ فرانس کے تمام بڑے بڑے شہروں میں طبقۂ متوسط ان کی تائید پر تھا فریق "ماؤنٹین" میں اولاً صرف پیرس کے وکلا اور چند قوی العزم اشخاص کا ایک گروہ شامل تھا جو ان کارروائیوں کے متعلق کسی قسم کی نکتہ چینی کے سننے کا روادار تھا، جنھیں پیرس کی عمومیت نے انقلاب کے لئے ضروری خیال کیا ہو لیکن وہ مجلس عارضی کے اندر حملہ آور نہیں تھے بلکہ ان پر خود حملے ہو رہے تھے۔ فریق جیرانڈ کے مقرروں نے اپنے کو مسلح قوت سے محفوظ کرنے کا انتظار کئے بغیر یہ کوشش کی کہ بلدیہ پیرس اور بزم گاہوں پر حکمرانی کرنے والے وکلا

دونوں کو پامال کردیں۔ انھوں نے ستمبر کے قتلوں کے متعلق بلدیہ پر لعنت ملامت کی، رابسپیر پر یہ الزام لگایا کہ وہ آمر مطلق بن جانے کی فکر میں ہے۔ انھیں حملوں کے دباؤ کی وجہ سے یہ ہوا کہ فریق "ہو ماؤنٹین" نے مجلس عارضی کے اندر اپنی قوت کو مجتمع کر لیا، اور پیرس کے عوام الناس کو اس وقت بادشاہ اور طبقۂ امرا سے جو شدید نفرت تھی اسے انھوں فرقہ جرانڈ کی طرف منتقل کر دیا۔ قوم اور ان لوگوں کے درمیان جو اپنے کو قوم کا سرگروہ سمجھتے تھے جو خلیج واقع تھی وہ اب صاف نظر آنے لگی۔ جرانڈیوں نے اب حسرت کے ساتھ یہ دیکھا کہ وہ ہزاروں بھو کے مزدور جن کی فتح نے انھیں (جرانڈیوں کو) صاحب اقتدار بنا دیا تھا وہ سیسٹس اور پلوٹارک کے تصانیف کے جمہورانہ فقروں کے لئے نہیں لڑے تھے بلکہ کسی زیادہ بدیہی شے کے لئے انھوں نے یہ سب کچھ کیا تھا۔ ایک جانب تو مٹھی بھر مقرر و مصنف تھے جو قدیم روما کی فصاحت و بلاغت وامور عامیانہ میں غرق اور حکومت کے اصلی فرائض سے بالکلیہ نابلد تھے اور دوسری جانب پیرس کے وہ عامۃ الناس تھے جنھیں صدیوں کی مطلق العنانی، امتیاز اور قیسیت نے جو کچھ بھی نہ بنا دیا ہو کم ہے، خونخواری، بے انصافی، کینہ توزی ان کی گھٹی میں پڑ چکی تھی، اور انقلاب کے شایع ہونے کے وقت سے وہ ہر ایک ایسے جذبہ سے زیر و زبر ہو رہے تھے جو عوام کالانعام پر مسلط ہو جاتے ہیں، ترقی کا مفہوم انھوں نے صرف یہ سیکھا تھا کہ صاحب اقتدار کو پامال کر دیا جائے اور اختیار کا حق وہ صرف اسی کو جانتے تھے جو انھوں نے خود عطا کیا ہو۔ جرانڈی اگر با اختیار رہنا چاہتے تھے تو وہ صرف اسی صورت سے ایسا کر سکتے تھے کہ یا صوبوں سے فوجیں بلائیں یا انھیں عوام کے ساتھ متحد الخیال ہو جائیں۔ مگر انھوں نے ان دونوں میں سے کوئی صورت بھی اختیار نہ کی۔ ان کے سامعین صرف مجلس کے اندر اور ان کے مویدین دور دراز صوبوں میں تھے۔ پیرس جو یوماً فیوماً زیادہ اشتداد پسند ہوتا جاتا تھا، وہ دوسرے ہی انداز کے لوگوں کی

باتیں سنتا تھا، بلدیہ، (پیرس)، حکومت سے بتقابل پیش آتی تھی۔ فریق ماؤنٹین مجلس کے فرقہ کثیر کے تہدیدات اور طعن و تشنیع کا جواب عوام الناس کے خطرات اور شور و شر کے اظہار سے دیتا تھا۔ عام آدمی جنھوں نے حکومت کے اپنے تغیرات کے بعد صرف یہ فائدہ حاصل کیا تھا کہ ہمیشہ سے زیادہ فاقہ کش و مفلوک ہو گئے تھے، ان کی نظروں میں فرقہ جرانڈ اب صرف یہ معلوم ہوتا تھا کہ ستمگاروں کے سلسلہ کا فرد ہی ہے اور اس فریق کے مدبرین ہی وہ دغا شعار ہیں جو قوم اور حریت کے تمتعات کے درمیان حائل ہیں۔

فریق ماؤنٹین کے سرگروہوں میں ڈینٹین نے یہ کوشش کی کہ ایک مرکزی انقلابی حکومت قائم کی جائے جسے جنگ کے جاری رکھنے کے لیے اختیارات مطلق حاصل ہوں۔ اور اس نے (ڈینٹین) جرانڈیوں پر صرف اس وقت حملہ کیا، جب انھوں نے اس کی تائید کو خود مسترد کر دیا۔ لابسپیر جس کے ہاتھوں تباہ کاری کے سوا اور کچھ انجام نہیں پایا تھا، وہ ان لوگوں کا مقہور بنا ہوا تھا، جنھیں روسو کے تحریرات نے اس خیال سے بھر دیا تھا کہ فرماں روائی (اقتدار اعلیٰ) کا براہ راست نفاذ خود قوم کی جانب سے ہونا چاہیے۔ بادشاہ کے مقدمہ کے دوران میں یہ ہوا کہ فرقہ جرانڈ کو پہلی مرتبہ یہ اعتراف کرنا پڑا کہ وہ پیرس کی عمومیت کے مطیع ہیں۔ جرانڈی دل میں یہ چاہتے تھے کہ بادشاہ کو بچالیں، انھوں نے اس کی موت کے لئے اس امید میں رائے دی کہ پیرس میں اپنا اثر قائم رکھیں اور اس الزام سے اپنے کو پاک کرلیں کہ انقلاب کے معاملہ میں وہ بیدل سے ہیں۔ مگر یہ قربانی جس درجہ خلاف عزت تھی اسی قدر بیکار بھی ثابت ہوئی عامۃ الناس اور فریق ماؤنٹین نے اس قتل کو اس کے صحیح معنی میں لیا یعنی اسے انھوں نے خود اپنی فتح قرار دیا۔ متعدد تجاویز اس غرض سے پیش کئے گئے کہ دولتمندوں کو نقصان پہنچا کر غربا کا انتظام کیا جائے جرانڈ جواب مجبور ہو کر املاک کے حامی بن گئے تھے انھیں اب اس

ہلاک کن الزام سے سابقہ پڑا کہ انھوں نے قوم کے معاملہ کو چھوڑ دیا ہے، اور اس وقت کے بعد سے سوائے کامیاب غیر ملکی جنگ کے اور کوئی شے اُن کے فریق کو تباہی سے نہیں بچا سکتی تھی۔

انھیں کامیابی کے بجائے سہل انگاری، تباہی اور غداری کا منھ دیکھنا پڑا۔ فلینڈرز کی فوج آذوقہ و سامانِ جنگ نہ ہونے کی وجہ سے جنوری اور فروری میں بیکار پڑی رہی اور ڈوموریا نے ہالینڈ کے خلاف مہم کا آغاز کیا ہی تھا کہ اسے اس خبر سے واپس آنا پڑا کہ آسٹروی ماسٹرکٹ میں اس کے نائب مراندا پر جا پڑے ہیں اور فرانسیسی فوج کو اپنے سامنے سے بھگائے چلے جا رہے ہیں۔ پس بروسلز کے سامنے جم کر لڑنے کے لئے ڈوموریا واپس آگیا، اور اس نے (۱۸؍ مارچ کو) مقام نیروندن میں آسٹریوں پر حملہ کر دیا مگر اسے پسپا ہونا پڑا۔ یہ پسپائی فی نفسہ تو کچھ ایسی قابل لحاظ نہ تھی مگر ایک ایسی فوج کی قوت انضباط کو تباہ کر دینے کے لئے کافی تھی جو زیادہ تر نئے سپاہیوں اور "قومی محافظوں" پر مشتمل تھی۔[۱] اسی

ڈوموریا کی شکست اور غداری، مارچ۔ ۱۷۹۳ء

[۱] وان سیبل، جلد دوم۔ ۲۵۹۔ تھیوگٹ: "خفیہ مراسلات" Vetrauliche Briefe جلد اول، ۱۷۔ خطوط از بروسلز۔ ۲۳؍ مارچ، دفاتر:۔ فلینڈرز، جلد ۲۲۲۔ "سوار ہر جانب حرکت کر رہے ہیں، چنانچہ ہمیں توقع یہ ہے کہ کل وہ یہاں پہنچ جائیں گے۔ فرانسیسی فوجیں جو سب سے آخر میں یہاں آئیں ہیں، اور جن میں زیادہ تر برچھیوں سے مسلح کسان ہیں، ان میں سے اکثر وطن کو واپس ہو رہی ہیں"۔ چوبیس مارچ۔ "اس وقت ہم توپوں کی آواز سن رہے ہیں۔ فرانسیسیوں نے شہر میں اسی وقت یہ پکروا دیا ہے کہ جو درزی فوج کے لئے کوٹ تیار کر رہے ہیں وہ سلے یا بے سلے جس حالت میں ہوں لے آئیں اور فوراً انھیں قیمت ادا کر دی جائے۔......... وہ توپ کی آوازوں کو فرو کرنے کے لئے نقارے بجا رہے ہیں۔ شہر میں جیسی ابتری برپا ہے آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے......... اس وقت چار آسٹروی سامنے سے گزرے

شکست نے فلینڈرز کو آسٹریوں کے لئے کھلا چھوڑ دیا مگر ڈوموریا کا منشا یہ تھا کہ وہ جمہوریت پر اس سے بدرجہا زیادہ سخت ضرب لگائے۔ بادشاہ کے قتل کے بعد سے وہ انتہا پسندوں سے علانیہ دشمنی کا اظہار کر رہا تھا اس نے اب آسٹروی سپہ سالار کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ مجلس عارضی پر حملہ کرے اور فرانس میں دوبارہ بادشاہی کے قائم کرتے میں وہ اس کے ساتھ شریک ہو جائے۔ ڈوموریا کی غداری کا پہلا وعدہ یہ تھا کہ مجلس عارضی نے اس کے لشکر گاہ میں جو تین کمشنر بھیجے تھے انہیں حوالہ کر دے۔ اور دوسرا وعدہ یہ تھا کہ کانڈی کے قلعہ کو حوالہ کر دے مگر ڈوموریا نے فوج پر اپنے اثر کا اندازہ غلط کیا تھا، اس سے زیادہ صاف طینت کے لوگ یہ جانتے تھے کہ جو سپہ سالار غیر ملکیوں سے سازش کرے اس کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئے۔ ڈوموریا کے احکام کی پروانہ کی گئی، خود اس کے حرکات پر نظر رکھی گئی۔ اور وہ آسٹروی صفوں میں اسی طرح بھاگتا ہوا پہنچا کہ اسی کے سپاہی اس پر فیر کر رہے تھے۔ تقریباً بیس افسر اور آٹھ سو سپاہی اس کے ساتھ دشمن سے جا ملے۔

شمال و مشرق میں شکست
لاونڈی کی بغاوت،
مارچ ۱۷۹۳ء

ڈوموریا کی شکست و غداری نے آسٹروی فوج کو شمالی سرحد پر پہنچا دیا۔ تقریباً اسی زمانہ میں پیلٹینٹ میں کسٹائن بھی دب گیا تھا اور گزشتہ موسم خزاں کے فتوحات باستثناء مینز، اسی تیزی سے نکل گئے جس تیزی سے حاصل ہوے تھے۔ کسٹاین مینز کی مدافعت سترہ ہزار

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) جن کے سر پاش پاش ہو گئے تھے اور ان میں سے ایک کی آنکھ بھی پھوٹ گئی تھی۔ فرانسیسی بندرگاہ اندر لکٹ کی طرف سے واپس ہو رہے ہیں۔" آستنڈ ۲۴ اپریل، "آج دو بجے کے قبل (۲۵) آسٹروی سوار شہر میں داخل ہوے اور اہل شہر شجر حریت کے جلانے میں مشغول تھے۔"

قلعہ گیر فوج کے اوپر چھوڑ کر خود ہنسبرگ کے خطوط پر ہٹ آیا۔ جمہوری فوجوں میں اب یہی قلعہ گیر سپاہ ایک ایسی فوج رہ گئی تھی جس نے اپنی شہرت کو قائم رکھا تھا۔ خود فرانس میں خانہ جنگی برپا ہوگئی۔ لاونڈی ایک ایسا ضلع تھا جس میں بڑے بڑے قصبات بالکل نہ تھے اور اس پر نہ تو انقلاب کی پیدا کردہ خرابیوں کا کچھ ایسا اثر پڑا تھا اور نہ وہ ان امیدوں سے کچھ متاثر ہوا تھا جن سے بقیہ فرانس جوشزن تھا، یہ ضلع دیہاتوں کے ان قسیسوں کے اخراج پر غضبناک تھا جو مجلس عارضی کی حلف نہ لینے کی وجہ سے نکال دئے گئے تھے۔ فروری ۱۷۹۳ء میں جب مجلس عارضی نے تین لاکھ سپاہ بھرتی کرنے کا حکم دیا تو اس سے لاونڈی کے سیدھے سادے باشندے بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ کیونکہ ان لوگوں کو اپنے دیہاتوں سے باہر کی کچھ فکر نہ تھی اور وہ اپنے مکانوں کو چھوڑ کر جانے کے بجائے خود اپنے اہل ملک سے لڑنے کو مرجح سمجھتے تھے۔ اہل مذہب اور حامیان شاہی نے دہاتوں کی ان شورشوں کو بھڑکاکر انھیں نہایت ہی سخت مذہبی جنگ بنادیا۔ لاونڈی کے کاشتکاروں کے پاس سلاح جنگ اگرچہ بہت ہی کم تھا اور ان کی عادت یہ تھی کہ جنگ کے ختم ہونے کے بعد ہی اپنے گھروں کو واپس آجاتے تھے مگر حملہ کرتے وقت انھوں نے خود کو ایک مہیب سپاہ ثابت کر دیا۔ اور حکومت نے ان کے خلاف جو نیم تربیت یافتہ دستے بھیجے تھے انھیں کاٹ کر رکھ دیا۔ شمال کی جانب سے اب فرانس پر آسٹریوں کے ساتھ ہی ساتھ انگریز بھی حملہ کر رہے تھے۔ اتحادیوں نے کانڈی اور ولنسینز کا محاصرہ کر لیا اور فرانسیسی فوج کو بے ترتیبی کے ساتھ قیصرس کی طرف پیچھے ہٹادیا۔ ہر ایک شکست پیرس میں جرانڈ کی حکومت پر ایک نئی ضرب کا حکم رکھتی تھی۔ خارجی اور خانگی جنگ سے تباہی پر تباہی برپا ہوتی جارہی تھی اور جرانڈیوں نے جس سپہ سالار کو جمہوریت کی مدافعت تفویض کی تھی اُس نے دغا کر کے علانیہ اس جمہوریت کو دشمن

کے ہاتھ میں دے دیا تھا۔ ان بناؤں پر دارالصدر میں بہت آسانی کے ساتھ اس فریق کے خلاف غیظ وغضب مشتعل کر دیا گیا جس پر فرانس کی تمام مصیبتوں کا الزام عاید تھا، ایک جبری قرضہ کی مقاومت میں طبقات متوسطہ کی تہدید آمیز حرکت نے اس کشمکش میں عجلت پیدا کر دی۔ جرانڈیوں پر یہ الزام لگایا گیا کہ انھوں نے جمہوریت کی فوجوں کو ان کے عین فتوحات کے درمیان میں روک لیا، سرحدوں کو دشمنوں کے لئے کھلا چھوڑ دیا، لاونڈی میں خانہ جنگی برپا کر دی۔ ۲۱ رمئی کو ایک پُرغضب انبوہ نے مجلس عارضی پر حملہ کر دیا۔ دو دن بعد فرانس کے نمایندوں کو کمیون کی مسلح فوجوں نے گھیر لیا، فریق جرانڈ کے چوبیس سربرآوردہ ارکان محبوس کر لئے گئے اور فریق ماؤنٹین کی فتح مکمل ہو گئی [1]

خانہ جنگی، مجلس حفاظت عامہ

فرانس کی حالت جو پہلے ہی سے نازک ہو رہی تھی اب بالکل مایوس کن ہو گئی وجہ یہ ہوئی کہ جرانڈی قید سے بھاگ نکلے اور انھوں نے صوبجات کو پیرس کے خلاف مسلح ہو جانے کے لئے اُبھارا، نارمنڈی، بورڈو، مارسیلز، لینز سب کے سب فریق ماؤنٹین کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہو گئے اور جنوب و مغرب کے حامیان شاہی بھی اس خانہ جنگی میں شریک ہو گئے جس سے انھیں خود اپنا نفع حاصل کرنے کی توقع تھی، مگر اب فرانس میں ایک ایسی حکومت صورت پذیر ہو گئی تھی جو ان غیر معمولی خطرات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے خوب ہی موزوں تھی۔ یہ حکومت کی ایک ایسی صورت تھی جس میں ۱۷۸۹ء کے آئینی میلانات کا کچھ بھی پتہ نہ تھا، یہ حکومت ایسے وقت میں عالم وجود میں آئی تھی جب تصادم کی شدّت نے انقلاب کے ابتدائی توقعات و مساعی کو پس پشت ڈال دیا تھا، ابتدائی دو مجلسوں میں یہ ایک مسلمہ اصول تھا کہ حکومت پر نمایندگان قوم

[1] مارٹھر ٹھرناکس۔ جلد ہفتم۔ صفحہ ۴۱۲۔

کا اقتدار ہونا چاہئے، مگر عاملانہ اختیارات کو وہ خود اپنے ہاتھ میں نہ لیں۔ دسویں اگست کے زوال شاہی کے بعد وزرا اگرچہ اب بھی نیابتی جماعت سے امتیازی طور پر اختیارات پر قابض تھے، تاہم مجلس عارضی نے خدمات ملکی کی مختلف شاخوں کے لئے جو کمیٹیاں (مجلسیں) مقرر کی تھیں وہ وزیروں کی روک ٹوک کرنے لگی تھیں اور اب مارچ ۱۷۹۳ء میں، جنگ کے روز افزوں مشکلات کا تدارک کرنے کے لئے ایک مجلس "حفاظت عامہ" کے نام سے مقرر کی گئی، اور اسے یہ فرض تفویض ہوا کہ نظم و نسق ملک پر عام نگرانی عمل میں لائے۔ لیکن اور مجلسوں کی طرح اس مجلس میں بھی جرانڈیوں کو غلبہ حاصل تھا مگر اس مجلس میں پچیس ارکان کی شمولیت ایسی تھی جس سے یہ کثیر التعداد جماعت موثر طریق پر کام نہیں کر سکتی تھی۔ فریق ماؤنٹین کی ترقی پذیر فوقیت نے وہ اجتماعی قوت پیدا کر دی جس کی ان وقتوں میں ضرورت تھی۔ اپریل میں مجلس کی تعداد دس ارکان تک گھٹا دی گئی۔ اور اس صورت میں یہی مجلس آخر الامر اعلیٰ مرکزی قوت بن گئی۔ لیکن لینز میں بغاوت ہو پڑنے کے بعد یہ ہوا کہ مجلس ڈینٹن کے اثر کے بجائے رابسپیر کے اثر میں آگئی اور اس نے ہول و تخویف کا وہ اصول اختیار کیا جس نے اس کی حکمرانی کی یاد کو تاریخ کی بدترین یادوں میں سے ایک یاد بنا دیا ہے۔

ان کا اقتدار برابر بڑھتا گیا۔ ارکان نے حکومت کے تمام اہم شعبوں کو آپس میں تقسیم کر لیا۔ ایک رکن فوج کا، دوسرا بیڑے کا اور تیسرا معاملات خارجہ کا ناظم بن گیا، ہر ایک کارروائی کو تین ارکان کے دستخط سے عملاً قانون کی قوت حاصل ہو جاتی تھی کیونکہ مجلس عارضی رپورٹوں (یادداشتوں) کو لامحالہ قبول کرتی اور اسی کے موافق رائے دیتی تھی۔

مجلس عارضی کے کمشنر (مامورین)

ادھر تو مجلس بحیثیت اعلیٰ جماعت حکمران کے احکام نافذ کرتی تھی ادھر فریق ماؤنٹین کے ارکان میں سے اسّی نہایت ہی مستعد کار ارکان دو دو تین تین کی جماعت میں تمام فرانس میں پھیل گئے اور ان کا لقب مامورین مجلس عارضی

قرار پایا، اور ان کے اختیارات تمام مقامی حکام کے اختیارات سے فایق و برتر قرار دئے گئے۔ ابتداءً ان کا تقرر اس غرض سے ہوا تھا کہ مارچ میں مجلس عارضی نے جس فوج کی بھرتی کا حکم دیا تھا اس میں عجلت کریں مگر بتدریج اُن کے اختیارات نظم و نسق کی تمام وسعت پر حاوی ہو گئے۔ ان کی مرضی حتمی و قطعی تھی اور ان کا اختیار سب سے اعلیٰ و برتر تھا۔ جہاں صوبوں کے مشیر کار یا بلدیہ کے عہدہ دار خود اعلیٰ درجہ کے انتہا پسند تھے وہاں ان مامورین نے ان مقامی کلوں سے کام لیا اور جہاں مامورین کو ان لوگوں کے اصول کی طرف سے شبہ ہوا وہاں انھیں پھانسی پر بھیج دیا، اور جو وسیلہ بھی ہاتھ آسکا اسی ذریعہ سے خود اپنے احکام نافذ کرنے لگے۔ انھوں نے سپہ سالاروں تک کو نالایق قرار دے کر انھیں برطرف کر دیا یہاں تک کہ ان مامورین میں سے ایک نے سمندر میں بیڑے کی نقل و حرکت کے لئے خود ہدایتیں دیں۔ فوجی معاملات میں ان مامورین کی دخل دہی اور ان کی پیدا کردہ تضیع و ابتری سے جو نقصان ہوتا تھا اس کا ضرورت سے زیادہ بدل اس طرح ہو جاتا تھا کہ جنگ کی ہر طرح کی تیاریوں میں زور پیدا ہو گیا اور اغراض و مقاصد میں اتحاد قائم ہو گیا تھا، اور ان لوگوں نے بیدریغ خونریزی سے اتحاد مقصد کو فرانسیسیوں کے ہر ایک مجمع میں جاری و ساری کر دیا۔

مگر افراد میں کتنی ہی مستعد کاری کیوں نہ ہوتی وہ عمومی تنظیم کی تائید کے بغیر اس قسم کی امارت مطلق قائم نہیں رکھ سکتے تھے۔ تمام فرانس میں انقلابی حکومت کا ایک نظم برپا ہو گیا، جس نے تمام موجودہ تنظیمات کو اسی طرح مغلوب کر دیا جس طرح مجلس عارضی کے

۱۷۹۳ء کا مقامی انقلابی نظم

مامورین نے تمام موجود الوقت مقامی اختیارات کو دبا دیا تھا۔ مقامی انقلابی نظم و نسق میں ایک مجلس، ایک بزمگاہ اور ایک عدالت

ہوا کرتی تھی[1]۔ اکیس ہزار کمیونوں میں ہر کمیون میں قوم کی طرف سے بارہ شخصوں کی ایک مجلس منتخب ہوتی تھی اور ہول و تخویف کے دور نے جب جڑ پکڑلی تو مجلس عارضی کی طرف سے ان مجلسوں کو گرفتاری و قید کے اختیارات بلا کسی حصر کے عطا کردئے گئے۔ عام جوشس بزمگاہوں کے ذریعہ سے قائم رکھا جاتا تھا، جہاں کاشتکار و مزدور اپنی دن کی محنت ختم کر کے جمع ہوتے اور انقلاب کے فتوحات پر شور تحسین اور اس کے دشمنوں پر آواز و نفریں بلند کیا کرتے تھے۔ ایک عدالت جسے حیات و ممات پر حاکمانہ کارروائی و اختیارات حاصل تھے، ہر ایک بڑے قصبہ میں نشست کرتی، اور ان قیدیوں پر فیصلے صادر کرتی تھی جنھیں قرب و جوار کے ضلع کی مجلسیں اس کے روبرو بھیجتی تھیں۔ یہ تھی ۱۷۹۳ء کی حکومت، یہ ایک غیر محدود اختیارات کی جماعت عاملانہ تھی جو ایک ہی مجلس کے ارکان میں سے لی گئی تھی اور محفلوں اور بزمگاہوں کے ذریعے سے اسے قوم کے غریب ترین لوگوں سے براہ راست تعلق ہو گیا تھا۔ اغراض کا وہ توازن جس سے آئینی نظم اور حیات و حریت اور ملکیت کی وہ طمانیت پیدا ہوئی ہے جو ہر ایک مسلمہ معاشری ترتیب کا جوہر اصلیہ ہے، فرانس میں اس وقت اس توازن کا کہیں وجود بھی نہیں تھا۔ ایک غرض یعنی انقلاب عام کی حمایت ایک ایسا قانون بن گیا تھا، جس کے سامنے تمام دوسرے قوانین گرد ہو گئے تھے۔ تمام فرانس کو ایک محصور قصبہ کے مثل سمجھ کر حکومت نے یہ فرض اپنے اوپر عائد کر لیا تھا کہ ضروریات زندگی کے فروخت و قبضہ کی نگرانی کے متعلق قوانین وضع کر کے غریب ترین طبقات کے لئے صورت بسر اوقات مہیا کردے۔ غلہ اور دوسری ضروریات کی قیمتیں معین کردی گئی تھیں، اور جب اس کی وجہ سے تاجر اور غلہ پیدا کرنیوالے

---

[1] بیریٹ سنٹ پرکس۔ انقلابی عدالت Lajustice Revolution naine

اپنا مال بازار میں لانے سے رُکے تو مامورین مجلسِ عارضی کو یہ اختیار دیدیا گیا کہ وہ فی ایکڑ زمین کے لئے ایک معینہ مقدار غلہ کا مطالبہ کریں۔ اس طرح املاک بھی ان لوگوں کے تابع فرمان ہو گئے جو سیاسی امتیاز کو مطلق العنانہ طور پر پہلے ہی سے عمل میں لا رہے تھے۔ برک نے کہا تھا کہ "فرانس کی حالت بالکل ہی سادہ ہے، اس میں صرف دو انواع ہیں ایک ظالم دوسرے مظلوم۔ اس کا کچھ فائدہ نہیں ہے کہ اس زمانہ کی سفاکانہ و احمقانہ ستمگاریوں کو مجلس عارضی کے عظیم الشان تشریعی منصوبوں کی مدح سرایوں کے ذریعہ سے کم کر کے دکھایا جائے یا اس شدید ضرورت کا عذر پیش کیا جائے کہ ملک پر ہر جانب سے غیر ملکیوں نے حملہ کر دیا تھا یا وہ خانہ جنگی سے پارہ پارہ ہو رہا تھا۔ اس دورِ ہول اور تخویف کا حال جتنا ہی زیادہ معلوم ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ یہ تصویر نفرت انگیز ذلیل و مکروہ نظر آنے لگتی ہے۔ جو فرقہ فرانس پر حکمران تھا، فرانس ان کی جفاکاریوں کی وجہ سے نہیں بچا بلکہ مستعد کاریوں کی وجہ سے بچا۔ یہ کہنا کچھ مبالغہ نہ ہوگا کہ جمہوریت کی فوج اگر تباہ ہو جاتی تو فرانس کے سرحدی صوبے اس سے علیحدہ ہو جاتے، اور قدیم دورِ حکومت کا ایک سایہ سا پھر قائم ہو جاتا تو اس سے یورپ کی ترقی کے معاملہ کو وہ نقصان نہ پہنچتا جو خوف و دہشت کے ان روایات کی وجہ سے پہنچ گیا جنھوں نے آئندہ پچاس برس تک لوگوں کے دلوں سے اس خیال کو جدا ہونے دیا کہ قائم شدہ اقتدار پر قوم کی فتح کے کیا معنی ہیں۔

فرانس میں تباہیاں مارچ تا ستمبر ۱۷۹۳ء

انقلابی تنظیم ۱۷۹۳ء کے موسم خزاں تک اپنے پورے زوروں پر پہنچی اور یہی وہ زمانہ تھا جب فرانس کے توقعات بدترین حد کو پہنچ گئے تھے، کسٹائن کو الساس سے بلاد شمال کی فوج کی کمان سپرد کی گئی تھی مگر اس نے اس فوج کی انضباطی حالت کو ایسا ابتر پایا کہ وہ اس

قابل بھی نہ تھا کہ جن قلعوں کو اتحادیوں نے محصور کر رکھا تھا ان کے خلاص کی کوشش کرتا۔ کانڈی نے ۱۰ جولائی کو آسٹریوں کی اطاعت کرلی اور ویلینسیز نے دو ہفتہ بعد خود کو ڈیوک یارک کے حوالہ کر دیا۔ مشرق جانب میں بھی جنگ میں فرانسیسیوں کی قسمت اس سے بہتر نہ تھی۔ مینز کی محاصرہ کرنے والی پرشیاوی فوج پر جو حملہ کیا گیا وہ بالکلیہ ناکام رہا اور ۲۳ جولائی کو یہ عظیم الشان قلعہ جس کا وسط اپریل سے محاصرہ ہو چکا تھا، پھر جرمانیوں کے ہاتھ میں چلا گیا۔ ہر جانب یہ معلوم ہوتا تھا کہ جمہوریہ اپنے دشمنوں کے سامنے پست ہوتی جارہی ہے۔ اس کے سرحدی مدافعات فتحمند آسٹریوں اور انگریزوں کے سامنے بیکار ہوتے جاتے تھے۔ برنسوک فتح شدہ مینز سے السا س پر بڑھنے کے لئے تیار تھا۔ لینز اور ٹولوں میں بغاوت برپا تھی۔ لاونڈی ان فوجوں کا قبرستان بن چکا تھا جو اسے زیر کرنے کے لئے بھیجی گئی تھیں۔ تباہی کے اس نازک وخطرناک موقع پر پہنچ کر یہ ہوا کہ مجلس عارضی نے اٹھارہ برس سے پچیس برس تک عمر کے فرانس کے تمام مردوں کو حکومت کی مرضی کے تابع قرار دے دیا اور کل ملک کو ایک عظیم الشان لشکرگاہ اور سلاح خانہ جنگ میں منتقل کر دیا۔ اس عظیم وسیع سامان کو ترتیب وتنظیم کی حالت میں لانے کے لئے قوت ارادی کی بھی کمی نہیں تھی۔ انجینیروں کے افسر کارنٹ کے مجلس حفاظت عامہ میں شامل کر لینے سے فرانس کا فوجی انتظام ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں آگیا جس نے اگر خدمات جنگ کے ماہر ہونے کی حیثیت سے نہیں تو صاحب تنظیم ہونے کی حیثیت سے خود کو بہت جلد تمام یورپ میں بے نظیر و بے مثال ثابت کر دیا۔

اتحادیوں میں سے ہر ایک کا اپنے اپنے جداگانہ مقصد کے درپے ہونا	باایں ہمہ، فرانس کے بچ جانے کا باعث خود اس کی حکومت کی مستعد کاری سے زیادہ اتحادیوں کے آپس کے مناقشات اور ناقص حکمت عملی کی وجہ سے ہوا۔

اتحادی اس جنگ کے جاری رکھنے کا جو مقصد ظاہر کرتے تھے یعنی فرانس میں ایک پرامن حکومت کا قائم کرنا وہ مقصد، توسیع ممالک کی تجاویز سے جنھیں منصفانہ تاوان کے حصول کے نام سے مشہور کیا جاتا تھا، مغلوب ہو گیا تھا۔ ایک طرف پرشیا اس خیال پر جمی ہوئی تھی کہ شہنشاہ کو بلجیم کے عوض بویریا کو نہ لینے دے اور اس نے خود اپنی فوجوں کو دریائے رائن[ع۱] پر بیکار کر رکھا تھا، دوسری طرف آسٹریا پٹ کی وزارت کی کامل پسندیدگی کے ساتھ شمالی فرانس میں بعض اقطاع ملک اور نیز الساس کے الحاق کی دعویدار تھی، اور کانڈی کے فتح کردہ شہر کے ساتھ آسٹروی مملکت کا سا سلوک کر رہی تھی[ع۲]۔ اس وقت

ع۱ شاہ پرشیا کو یہ سمجھا دیا گیا ہے کہ اس تبادلہ کے عمل میں آجانے میں اس کے خاندان کی تباہی مضمر ہے، اور اس سے زیادہ تکلیف یہ ہے کہ اس نے اس کے عمل میں آنے کے متعلق جو مشروط رضامندی ظاہر کر دی ہے، اس سے وہ مجبور ہو گیا ہے کہ بزور شمشیر اس کی مخالفت نہ کرے۔ اس لئے میونخ سے کوئی لغو سی خبر بھی ایسی آجاتی ہے جس سے اس خوف کی تجدید ہوتی ہو تو اس سے ایک نیا اثر پیدا ہو جاتا ہے جسے فوراً محو کر دینا میرے لئے دشوار ہوتا ہے۔" لارڈ یارمتھ از لشکر گاہ پرشیا، ۱۲/اگست ۱۷۹۳ء دفاتر، افواج در جرمنی ۷، ۴۳۔ اصلی ناظم مارکوئیس، ہوگینی ہر طرح کے اخراجات اور فوج کی ہر طرح کی کوشش سے پہلو بچانا چاہتا ہے۔ اس کی خواہش یہ ہے کہ جنگ کا تمام بار آسٹریا اور دیگر دول متحدہ پر ڈال دے اور دربار داغمنا جو انتظامات کرنا چاہتا ہے اس میں اور مشکلات پیدا ہو جائیں۔ مجھے اس کے سوا اس کا اور کوئی مقصد نظر نہیں آتا۔ فرانس کی قوت کے کم کرنے کی اسے کوئی خواہش نہیں معلوم ہوتی اور نہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس ملک کی رایوں اور اصولوں کے برباد کرنے کا اسے کچھ خیال ہے۔"
الجن، ۱۷/مئی۔ دفاتر: فلینڈرز جلد ۲۲۳۔

ع۲۔ آکلینڈ، جلد سوم۔ ۲۴ تھوگٹ، خفیہ مراسلات، جلد اول۔ ۱۳ گرینول بنام ایڈن، ۷/ستمبر ۱۷۹۳ء دفاتر آسٹریا جلد ۳۴۔ ایک نہایت ہی اہم تاریخی دستاویز جس میں انگلستان و آسٹریا کے درمیان محالفہ کے اصول مدون ہوئے ہیں۔ آسٹریا

کے بعد سے شمالی فوج کی تمام کارروائیوں کی غرض سرحدی ممالک کے حصول کی جانب منعطف تھی، جمہوری فوجوں کے تعاقب و انہزام کا کچھ خیال نہ تھا۔ جنگ علانیہ طور پر مدافعت کی جنگ کے بجائے حصول غنائم کی جنگ بن گئی تھی۔ یہ ایک ایسا تغیر تھا جو ان بے غرضانہ وعاوی پر خندہ زن تھا جن کا صور پھونکتے ہوئے متحالفین نے ہتیار اٹھایا تھا۔ اپنے فوجی نتائج کے اعتبار سے یہ تغیر بالکلیہ تباہ کن ثابت ہوا۔ فرانس میں فوجوں کی جو بے اندازہ بھرتی شروع ہوگئی تھی، اسے دیکھتے ہوئے انجام کار میں فرانسیسیوں کی فتح یقینی معلوم ہوتی تھی اور حلفا کے لئے اگر کوئی امید تھی تو یہی کہ پیرس کی جانب عاجلانہ کوچ کردیں مگر انھوں نے تفرقہ اور تعویق کو انتہا تک پہنچا دینے کو ترجیح دی۔ ان کی متحدہ فوجوں نے جوں ہی کسٹائن کو فیمرس کے قلعہ سے ہٹایا، معاً انگریزی سپہ سالار اپنی فوجیں لے کر ڈنکرک کے محاصرہ کو چلا گیا اور آسٹروی شاہزادہ کوبرگ کے تحت میں کیمبرے اور کوئیناے کو گھیر لینے کے لئے روانہ ہو گئے۔ اس طرح حملہ آوروں کا خط جنگ رود بار سے سرحد الساس کے قریب لینڈاو میں برنسوک کی چوکیوں تک پہنچ گیا۔ اصل فوجیں ایک دوسرے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اگر بوریہ کے تبادلہ کو ترک کردے تو وہ حدود ندر لینڈز پر، الساس و لورین اور سرحد فرانس کے ان متصلہ حصص میں الحاقات کا دعویٰ کرسکتی ہے۔ انگلستان کے تاوان فرانس کے بیرونی مستقرات و مستعمرات پر ڈالنا چاہئے .... اعلیحضرت کو اس سے دلچسپی ہے کہ وہ یہ دیکھیں کہ خاندان آسٹریا فرانس کی سرحد پر حصول ممالک سے خود کو مستحکم کرے، اور شہنشاہ کو چاہئے کہ وہ فرانس سے باہر اس ملک کے بحری و تجارتی وسائل کی تناسبی ترقی کو خوشی سے گوارا کریں" اس کاغذ کے موجود ہوتے ہوئے یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ چند ابتدائی مہینوں کے بعد ۱۷۹۳ء کی جنگ انگلستان کے لئے محض ایک مدافعتی جنگ تھی۔ اگرچہ اس میں شک نہیں کہ تاوان کے متعلق پٹ کا خیال اپنے دشمن کے تجاویز کے مقابلہ میں عادلانہ و متعدلانہ تھا۔

سے بے تعلق ہو گئیں اور رسل و رسائل کے جاری رکھنے کے لئے جو دستے متعین کئے گئے اس سے ان کی قوت گھٹ گئی ۔ فرانسیسی اندرونی حلقہ میں قائم تھے، اور اس سے ان کو جو نفع تھا اسے کارنٹ اچھی طرح سمجھتا تھا اور مجلس کی تمام کارروائیوں کی روح رواں اب کارنٹ ہی تھا ۔ استقامت و پابندی میں فرانس کے نئے سپاہی جرمنی کی تربیت یافتہ فوجوں کے مدمقابل نہیں تھے مگر ان کی آمد نامتناہی تھی اور کارنٹ جانتا تھا کہ جب کافی تعداد میں ان کا بار دشمن پر پڑیگا تو ان کی ہمت اور ان کا جوش ان کی ناتجربہ کاری کی تلافی کر دے گا ۔ فروری سے اگست تک متحدین کی کامیابیوں میں رخنہ نہیں پڑا تھا مگر اب انھیں کبھی فتح ہوتی تھی اور کبھی شکست ۔ حملہ کا سیل پہلے تو آہستگی و مضبوطی کے ساتھ ہٹایا گیا ۔ اور پھر فاتحانہ پیش قدمی کے سامنے بالکل پلٹا دیا گیا ۔

پہلی ضرب برطانی سپہ سالار پر پڑی ۔ فرانس کی شمالی فوج سے جو حصے الگ کئے جا سکتے تھے وہ اتنے کافی نہ تھے کہ یارک کو ڈنکرک کے سامنے سے ہٹا دیں مگر دریائے موسیل پر کچھ فوجیں اس دشمن پر نظر لگائے ہوئے تھیں جس کا آگے بڑھنا متوقع نہ تھا اور مجلس نے اس امر میں کچھ پس و پیش نہ کیا کہ فرانس کے اس حصہ کو پرشیاوی حملہ کے لئے کھلا چھوڑ دے تاکہ شمال میں ایک کاری ضرب لگا سکے ۔ قبل اس کے کہ دشمن کو اس نقل و حرکت کا پتہ چلے کارنٹ نے تیس ہزار آدمی مز سے رود بار انگلستان کی جانب منتقل کر دیے، اور ستمبر کے پہلے ہفتہ میں ہوشارڈ نے دوچند تعداد کے ساتھ اس جرمانی سپاہ پر حملہ کر دیا جو یارک کے لئے حجب کا کام دے رہی تھی ۔ جرمانی، ڈنکرک کی طرف سے ہٹا دے گئے اور یارک نے خود اپنی فوج کو تباہی سے صرف اس طرح بچایا کہ بعجلت

یارک کا ڈنکرک سے ہٹایا جانا ۔ ۸ ستمبر

تمام محاصرہ اٹھا لیا اور اپنا بھاری توپ خانہ وہیں چھوڑ دیا۔ لیکن فرانسیسیوں کی اس فتح کے بعد کچھ اچھا کام نہ ہوا ہوشارڈ انقلابی عدالت کے روبرو بھیجا گیا اور اسے اپنی غلطیوں کے لئے اپنا سر دینا پڑا۔ کسٹائن اس سے پہلے ہی منیز اور ولنسیز کے نکل جانے کے لئے بیجا الزام پر زندگی سے ہاتھ دھو چکا تھا۔

سپہ سالاری کا قوم کے لوگوں کو دیا جانا۔

فرانس کے لئے یہ کوئی غیر اہم تغیر نہ تھا کہ کسٹائن اور ہوشیارڈ کے جانشینوں کو احکام سپہ سالاری مجلس "حفاظت عامہ" کے ہاتھوں سے ملے۔ دور ہول و تخویف کے ہموار کن اصول کا اثر فوجی کارروائی میں اور کم و بیش صرف اسی میں باقی رہا۔ اس اصول کی بنا پر جس طرح لوگوں کی گردنیں ماری گئیں اس سے صرف وحشت و رجعت قہقری پیدا ہو گئی، اس کی وجہ سے جائدادوں کی جو ضبطیاں ہوئیں وہ بہت جلد بدل دی گئیں مگر جن لوگوں نے فریق جرانڈ کو مغلوب کیا تھا، ان کا ایک مکمل عمومی فوج پیدا کر دینے کا کام ایسا تھا جس نے فرانس میں معاشری مساوات کو نہایت ہی پر زور و دیرپا حرکت دے دی۔ انقلاب کے ابتدائی سپہ سالار قدیم دور حکومت کے عہدہ دار تھے، اور چند مستثنیات کے سوا یہ لوگ امیر خاندانوں کے افراد تھے جو کسٹائن کے مانند اس وقت عوام کی جانب میں شریک ہو گئے تھے، جب ان کے اکثر رفقا ملک کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ ان سپہ سالاروں کا تعلق فریق جرانڈ کے مدبروں کے ساتھ تھا اور وہ بھی اس فریق کی زوال کی لپیٹ میں آ گئے تھے۔ فریق ماؤنٹین کی فتح سے کچھ دوسرے ہی طرز کے لوگ فوجوں کے سپہ سالار ہو گئے۔ مجلس "حفاظت عامہ" نے جتنے سرکردہ مقرر کئے وہ تقریباً سب کے سب ایسے سپاہی تھے جنھوں نے ادنی درجہ میں خدمت کی تھی۔ ۱۷۹۲ء اور ۱۷۹۳ء کی بھرتی میں نئی قائم شدہ پلٹنوں کے عہدہ داروں کا انتخاب

خود اسی فوج کے سپاہیوں کی جانب سے ہوتا تھا۔ حب الوطنی، قوت اخلاق، معاملات جنگ سے واقف کاری وہ اوصاف تھے جن سے لوگوں کو فوراً ہی نمود حاصل ہو گئی۔ سیناؔ کے مانند قدیم فوج کے سپاہی جو اپنی پیٹھ پر پشتارہ لادے لادے ادھیڑ عمر کو پہنچ گئے تھے، بربین مورو کے ایسے قانون پیشہ، میورٹ کے ایسے ملازمان کاروان سرائے اپنی اپنی پلٹنوں کے سردار بن گئے، اور وہ یہ جانتے تھے کہ کارنٹ اصلی سے اعلیٰ فوجی عہدوں کے عطا کرنے کے لئے دیانت و قابلیت پر نظر لگائے ہوئے ہے۔ دس لاکھ مسلح آدمیوں میں بہت سے ایسے تھے جن کی عظیم الشان فطری قابلیت نے باقاعدہ تربیت کی کمی کو پورا کر دیا تھا۔ یہ بھی لابدی تھا کہ ابتدائے کار میں بعض اوقات فوجی عہدے محض سیاسیات میں مشغول رہنے والوں کے ہاتھ میں پڑ جائیں مگر جب مجلس نے سران انبوہ کے اس گروہ پر تفوق حاصل کر لیا جو ۱۷۹۳ء کے موسم گرما میں مجلس وزارت پر قابض ہو گیا تھا، تو پھر سپہ سالاروں کے اوصاف برابر ترقی کرتے گئے۔ اور اس سال کے ختم ہوتے ہوتے فوج کے اعلیٰ عہدوں پر بمشکل کوئی ایسا افسر باقی رہا ہوگا جس نے خود کو اپنے منصب کا اہل نہ ثابت کر دیا ہو۔ ڈنکرک میں ہوشارڈ کی کارروائی کے دوران تحقیقات میں کارنٹ کو معلوم ہوا کہ فتح درحقیقت ایک (ڈویژن) کتیبہ کے سپہ سالار ژوردان کی وجہ سے حاصل ہوئی تھی، ژوردان نے ایک عام سپاہی کی حیثیت سے پندرہ برس قبل اپنی زندگی شروع کی تھی۔ جنگ امریکہ کے اختتام پر سبکدوش ہونے کے بعد اس نے اپنے وطن کے قصبہ لیموزین میں کپڑے کی دوکان کر لی تھی۔ انقلابی جنگ کے شروع ہونے پر وہ فوج میں دوبارہ داخل ہوا، اور اس کی پلٹن کے لوگوں نے اسے اپنا کپتان منتخب کر لیا۔ اس کی قابلیت پر نظریں پڑنے لگیں، اور وہ اول ایک بریگیڈ کا سپہ سالار مقرر ہوا اور پھر ایک کتیبہ

کا سپہ سالار ہو گیا اور ہوشارڈ کی برطرفی پر کارنٹ نے اسے شمال کی فوج کی قیادت کے لئے طلب کر لیا۔ آسٹروی اس وقت موبوز کے محاصرے میں لگے ہوئے تھے۔ ۱۵ اکتوبر کو ژوردان نے وانگینز میں ان کی جبھی فوج پر حملہ کر کے اسے شکست دے دی۔ اس کی فتح نے آسٹریوں کو محاصرے کے اٹھا لینے پر مجبور کر دیا اور موسم سرما کے لئے مہم کو ختم کر دیا۔

وانگینز میں ژوردان کی فتح۔ ۱۵ اکتوبر

شمالی سرحد پر کامیاب ہو کر جمہوریہ نے اپنے اندرونی دشمنوں کے خلاف بلا توقف و تاسف جنگ جاری کر دی۔ لینز نے اکتوبر میں اطاعت قبول کر لی۔ اس کے باشندے سیکڑوں کی تعداد میں بیدردانہ قتل کر دے گئے۔ ٹولون نے خود کو انگریزوں کے ہاتھ میں دے دیا تھا اور لوئیس ہفدہم کے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا تھا، اس کا محاصرہ خشکی کی طرف سے کیا گیا مگر ان کارروائیوں سے اس وقت تک کوئی نتیجہ نہ نکلا جب تک کہ توپ خانہ کے کپتان نپولین بوناپارٹ نے ایک پہاڑی پر قبضہ کر لینے کی راہ نہ نکالی جہاں سے محاصرہ کا توپ خانہ بندرگاہ کے انگریزی بیڑے کو اپنی زد میں لے لیتا۔ برطانی امیر البحر ہوڈ نے اب اپنی حالت کو مایوس کن پایا، اس نے کئی ہزار باشندوں کو اپنے جہازوں پر لے لیا اور بندرگاہ میں جو فرانسیسی جہازات رہ گئے تھے انھیں اڑا دیا اور خود سمندر پر روانہ ہو گیا۔ ہوڈ کو یہ فرانسیسی بیڑا حامیان شاہی کی جانب سے بادشاہ کی امانت کے طور پر تفویض ہوا تھا اس کے تباہ ہو جانے سے انگلستان کو بحر متوسط پر اقتدار حاصل ہو گیا اور نیپلز حملہ کے خطرے سے آزاد ہو گیا۔ لیکن ہوڈ نے ان نتائج کا کچھ ایسا خیال نہ کیا جو اس کی اس کارروائی سے ٹولون کے ماتقی باشندوں کو پیش آنے والے تھے[1] ٹولون میں جمہوری فوج

[1] کسی برطانی تحریر میں بوناپارٹ کے نام کا پہلا ذکر ٹولون کی فوج کے بیان میں آیا ہے۔

کے داخل ہونے کے بعد جو ہولناک مصائب برپا ہوئے، وہ پٹ کو اس امر سے باز نہ رکھ سکے کہ وہ ۱۷۹۴ء کی "تقریر شاہی" کے موضوع مبارکباد میں "واقعات و حالات متعلقہ انخلائے ٹولون کو بھی داخل کرلیتا"۔ یہ غالباً حامیان شاہی کی خوش قسمتی تھی کہ فرانس کے دوسرے حصص میں انہیں انگریزوں سے مدد حاصل کرنے میں کامیابی نہ ہوئی۔ اہل وینڈی سے بھی مدد کا وعدہ کیا گیا تھا مگر وہ مدد بعد از وقت تھی۔ کلیبر کے اس فوج

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جو ایک جاسوس نے ۱۷۹۳ء میں لندن بھیجی تھی۔

توپ خانے کے جن کپتانوں (قائدین) نے اس حالت میں تربیت پائی ہے وہ اپنے کام کو جانتے ہیں اور یہ سب کے سب ذہین و فطین ہیں، وہ اپنی اس ذہانت کو ایک بہتر مقصد کے لئے کام میں لانا چاہتے تھے بوناپارٹ نامی چٹان کپتان (قائد) جو اپنے خیالات میں بہت ہی جمہوریت پسند تھا ٹولون کی دیواروں کے قریب مارا گیا فرانس؛ جلد ۵۹۹ آسٹریا نے ٹولون کی مدافعت کے لئے پانچ ہزار سپاہ لمبارڈی سے بھیجنے کا ذمہ لیا تھا، مگر اس نے اپنی قرارداد کو توڑ دیا۔ "آپ کو ایم۔ تھیوگٹ (آسٹروی وزیر سے ملنا چاہیئے اور نہایت ہی قطعی الفاظ میں یہ مطالبہ کرنا چاہیئے کہ وہ اس قرارداد کو پورا کرے۔ یہ امر اعلیٰ حضرت کو نہایت ہی ناگوار خاطر ہوگا کہ اسی متواتر درخواست کی طرف بے توجہی برتی جائے اس امر کے دیکھتے ہوئے یہ ناگواری اور بھی بے انتہا بڑھ جاتی ہے کہ یہ ملک تو اس مشترکہ مقصد میں ناخونوں تک کا زور لگا رہا ہے اور فوج کی ایک جماعت جس کے نہ ہونے سے ممکن ہے کہ ٹولون اس وقت تک ہاتھ سے نکل گیا ہو، ملان میں بیکار بیٹھی رہے۔ آپ اس باب میں مرتبہ عذرات کو ہرگز قبول نہ کریں" گرینویل بنام ایڈن، ۲۴ نومبر ۱۷۹۳ء۔ تھیوگٹ کا تحریری جواب حسب ذیل تھا۔ "شہنشاہ نے کوچ کا حکم اس وقت دیا تھا جب شہر ٹولون میں کوئی قلعہ گیر فوج نہیں تھی۔ اس وقت اس کی بقا نہایت ہی ضروری معلوم ہوتی تھی مگر اب خوش قسمتی سے تشویش کے یہ اسباب رفع ہوگئے ہیں۔ مختلف اقوام کی جو فوجیں اس وقت تک ٹولون میں جمع ہو چکی ہیں انہوں نے اس مقام کو خطرے سے باہر نکال لیا ہے" وفاتر آسٹریا جلد ۳۵۔

کو لئے ہو آجانے سے جس نے نینز کی محافظت کی تھی، پہلے ہی پلہ جھک چکا تھا، اہلِ ونڈی اگرچہ بہادر تھے مگر وہ تربیت یافتہ نوجوانوں کا زیادہ مدت تک مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ لوایر پر جم کر لڑنے کی جنگ ۱۷۹۳ء کے ساتھ ہی ختم ہو چکی تھی۔ اس کے بعد ایک ایسی جنگ کا سلسلہ جاری ہوا جس میں ایک طرف سے تو بیدردانہ و باقاعدہ تباہی برپا کی جا رہی تھی، اور دوسری طرف سے پوشیدہ اور اچانک حملے ہوتے تھے۔

پولینڈ کے معاملات کی وجہ سے پرشیا کا جنگ سے کنارہ کش ہو جانا۔

وطن میں جمہوریت کے دشمن پست ہوتے جا رہے تھے، جمہوریت پر حملہ کرنے والوں کے آپس ہی میں، اتنے مناقشے برپا تھے کہ ان کی ذات سے جمہوریت کو اب کوئی شدید خطرہ نہیں رہا تھا۔ پرشیا درحقیقت جنگ سے کنارہ کش ہوتی جا رہی تھی۔ یہ پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ جب شاہ فریڈرک ولیم اور شہنشاہ نے ۱۷۹۲ء کی مہم پر اتفاق رائے کیا تو یہ قرار پا گیا تھا کہ فرانس کے خلاف مساعی کے صلہ میں پرشیا کو یہ اجازت ہوگی کہ ملکہ کیتھرائن اگر رضامند ہو، تو وہ پولینڈ کے مغربی حصہ پر قبضہ کرلے۔ اس توقع کے پیش نظر ہوتے ہوئے پرشیاوی حکومت کے خیالات پہلے ہی سے فرانس کے بہ نسبت زیادہ تر پولینڈ کی جانب متوجہ تھے، جہاں اسے کچھ قبضہ میں لانے کی توقع تھی اور فرانس کی جانب تو اسے صرف آسٹریا کی لڑائیاں لڑنا تھیں۔ پولینڈ کے معاملہ کے متعلق جنگ کے پہلے ہی مہینوں میں برلن اور سنٹ پیٹرسبرگ کے درمیان زور کے ساتھ مراسلات ہو رہے تھے، اور جنوری ۱۷۹۳ء میں ملکہ کیتھرائن نے شاہ فریڈرک ولیم کے ساتھ ایک معاہدہ تقسیم مکمل کر لیا جس کے بموجب سپہ سالار مولنڈراف کے تحت میں، ایک پرشیاوی فوج فوراً ہی مغربی پولینڈ میں داخل ہو گئی۔ اس معاہدے کے شرائط کو آسٹریا سے پوشیدہ رکھنے کی حکمت عملی کو اچھا سمجھا گیا کیونکہ اس

معاہدے کی رو سے پرشیا کو پولینڈ کا اس سے زیادہ حصہ ملتا تھا جتنا آسٹریا اس کے لئے روا رکھنے پر رضا مند ہوتی۔ اس کے قبل کہ آسٹروی حکمران کو یہ معلوم ہو کہ اُس کے حلیف نے اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے، دو مہینے کا وقت گزر گیا۔ اس وقت اس نے اس معاہدے کو مردود قرار دیا اور ایسی تہدیدی روش اختیار کی کہ پرشیاویوں کو یہ ضروری معلوم ہوا کہ جس حصہ ملک پر انھوں نے قبضہ کیا ہے اسے قلعہ بند کرلیں[ع۱] جن وزرا کو دربار برلن نے مات دے دی تھی وہ برطرف کر دیے گئے۔

بیرن تھیوگٹ جس نے اول ہی سے یہ پیشین گوئی کر دی تھی کہ پرشیا کے ساتھ مخالفت کرنے سے سوائے خرابی کے کچھ حاصل نہ ہوگا اسی کو صاحب اقتدار بنایا گیا۔ یہ وہ مدبر تھا جس نے آئندہ آٹھ برس تک آسٹریا کی جنگی حکمت عملی کی رہبری کی اور یورپ میں اُس نے جو کام انجام دیے وہ صرف پٹ اور بوناپارٹ کے کاموں سے نیچے درجہ پر تھے، مگر اس مدبر کے حالات تاریخی ابھی تھوڑے زمانہ قبل تک زیادہ تر اس کے دشمنوں کے طیار کردہ خاکوں سے لئے گئے تھے۔ تھیوگٹ غریب گھرانے میں پیدا ہوا تھا، مگر وہ بددماغ اور کم آمیز شخص تھا۔ وائنا کے امرا اسے نظر حقارت سے دیکھتے تھے، فرانسیسی تارکان وطن اُس سے اس وجہ سے نفرت کرتے اور حسد رکھتے تھے کہ وہ ان کے معاملے میں لاپروا تھا، آسٹریا کی رائے عامہ اسے بے مثال فوجی تباہیوں کے لئے ذمہ دار سمجھتی تھی پرشیا کے وہ سپہ سالار وسفیر جن کی رپورٹیں (یادداشتیں) پرشیاوی تاریخوں کی بنیاد ہیں، انھوں

ع۱۔ ہاسر جلد اول صفحہ ۴۰۲۔ اس وقت تھیوگٹ نے یہ لکھا تھا کہ پرشیا نہایت خوفناک لڑائیوں سے ہمیں جس قدر نقصان پہونچا سکی ہے، وہ اپنے اتحاد کے ذریعہ سے ہمیں اس سے زیادہ نقصان پہونچانے کا انتظام کرے گی، مراسلات جلد اول صفحات ۱۲، ۱۵۔

تھیوگٹ نے یہاں تک تجویز کی انگلستان کو چاہیئے کہ مقاومت کے لئے پولوں کی ہمت افزائی کرے۔ ایڈن، ۱۵ اپریل، دفاتر آسٹریا جلد ۳۳۔

نے اس کی تصویر ایک شیطانی دشمن کے مانند کھینچی ہے۔ تھیوگٹ کے متعلق مدت تک یہ یقین کیا جاتا تھا کہ جب وہ قسطنطنیہ میں سفیر تھا تو اس نے آسٹریا کا خفیہ رسم الخط فرانسیسیوں کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔ نیز یہ کہ ۱۷۹۴ء میں اس نے اپنے آقا کی فوجوں کو فتوحات حاصل کرنے سے اس وجہ سے روک لیا کہ وہ فرانس کے سرمایہ میں سٹہ کر رہا تھا۔ علی ہذا ۱۷۹۹ء میں وہ بہ مقام راشٹاٹ فرانسیسی ایلچیوں کے قتل کا باعث ہوا تاکہ وہ ان دستاویزوں کو واپس لے لے جن سے خود اس پر الزام عائد ہوتا تھا لیکن اب اطلاع و آگاہی کے زیادہ بہتر ذرائع کھل گئے ہیں، اور معلوم ہو گیا ہے کہ یہ شخص ایک افسانہ دار مجرم ہونے کے بجائے ایک مدبر غیور، تلخ خو اور متجاوز عن الحد شخص تھا مگر اخلاق کے اعلیٰ اوصاف سے معرا نہیں تھا۔ درحقیقت یہ صاف واضح ہے کہ پرشیا کے متعلق تھیوگٹ کی نفرت خبط کی حد کو پہنچی ہوئی تھی۔ یہ بھی صاف واضح ہے کہ اس کی دراز دستی کے وہ منصوبے جو شہنشاہ جوزف کی زیر تربیت رہنے کا نتیجہ تھے، ان مدافعانہ اصولوں سے خطرناک طور پر متصادم تھے جن کے لئے فرانس کی دست درازیوں کے مقابلہ میں یورپ کو سینہ سپر ہونا چاہیئے تھا۔ اس امر کی شہادت موجود ہے کہ تھیوگٹ اپنی ہشت سالہ وزارت کے دوران میں مسلسل یا متواتر اس فکر میں لگا رہا کہ فرانس فلینڈرز، بوریا السااس، احصص پولینڈ، وینس، ویلشیا، سالزبرگ، علاقجات پاپائی، جمہوریہ جینوا، پڈمانٹ، اور بوسینیا کو ملحق کرلے، اور اس فہرست میں غالباً ٹسکینی اور سیوائے کا بھی اضافہ ہو سکتا ہے۔ مگر فرانس کے ساتھ درپردہ معاملات اور اطالیہ میں آسٹریا کو معاوضہ مل جانے کے عوض جرمانی اغراض کو دانستہ ترک کر دینے کے جو الزامات تھیوگٹ پر لگائے جاتے ہیں وہ ناکافی شہادت پر مبنی ہیں۔ اگرچہ وائنا و برلن کے ہر ایک دوسرے مدبر کے مانند تھیوگٹ بھی جرمانی معاملات کو قومی حیثیت سے نہیں دیکھتا تھا بلکہ ان معاملات کو اپنے دربار کے عام اغراض

کے نافع ہونے کی حیثیت سے دیکھتا تھا، تاہم اس وقت کے براعظم کے تمام مدبروں میں وہی ایک شخص ایسا معلوم ہوتا ہے جو فرانسیسیوں کی دست درازی کا پکا دشمن تھا، اور جرمانی زمین کی حوالگی سے جو صلح خرید کی گئی تھی، اس کی مقاومت سب سے زیادہ مدت تک اسی نے کی[1]۔ بہرنوع جس وقت سے تھیوگٹ برسر اقتدار ہوا آسٹریا و پرشیا کے مخالفہ کی قسمت پر مہر لگ گئی۔ دوسرے لوگ شاید علانیہ قطع تعلق کو روک دیتے، مگر تھیوگٹ نے اس کی کچھ کوشش نہ کی۔ مینز کا محاصرہ وہ آخری اہم کارروائی تھی جو پرشیاوی فوج نے انجام دی۔ اگست ۱۷۹۳ء میں ایک آسٹروی ایلچی لہرباخ کی آمد اور پولینڈ اور بوریا کے معاملات پر اس کی گفت و شنود سے صرف یہ ہوا کہ دونوں درباروں کے نفاق میں اور وسعت ہو گئی۔ یہ معلوم تھا کہ آسٹروی، پولینڈ کی ڈایٹ کی ہمت افزائی کر رہے تھے کہ جن صوبوں پر پرشیا نے قبضہ کر لیا ہے، ان کی حوالگی سے انکار کر دے اور اس کے نتیجہ میں شاہ فریڈرک ولیم کے مشیروں نے یہ سفارش کی کہ وہ رائن کو چھوڑ دے اور خود بہ نفس نفیس پولینڈ والی فوج کی سرگروہی کرے۔ مینز سے لے کر الساس کی سرحد تک حلیفوں کے صدر مقامات میں ہر جگہ تفرقہ و سازش برپا تھی آسٹروی

---

[1] انگریزی حکومت کو یہ معلوم ہو گیا کہ تھیوگٹ اول سے انگریزوں کے مقصد، خاندان باربن کی بحالی یا فرانس میں کسی منتظم حکومت کی طرف سے بے پروا تھا۔ فرانس کے اندرونی معاملات سے جس حد تک اس نے تعلق رکھا وہ یہ تھا کہ اسے توقع یہ تھی کہ اختلافات اگر برپا رہیں گے تو اس سے آسٹریا کے لئے فرانسیسی مملکت کے الحاق میں آسانی ہو جائیگی۔ فرانس میں فریقوں کی جنگ سے یہ نفع اٹھانا چاہیئے کہ قلعوں پر قبضہ کر لیا جائے، قانون اس فریق کی حمایت کریگا جو اس جنگ سے کامیاب نکل آئے، کامیاب فریق کو شہنشاہ سے صلح و تحفظ کی مواملت کرنا چاہیئے اور اسے اپنے فتح کردہ ممالک میں سے شہنشاہ کو اس قدر حوالہ کر دینا چاہیے جس قدر ایس۔ ایم مناسب تصور کرے گا مراسلات جلد اول صفحہ ۱۳۔

سپہ سالار درمسر کی یہ شتاب کاری کہ وہ بادشاہ سے مشورہ کئے بغیر الساس پر بڑھ گیا، اس کے معنی یہ لئے گئے کہ اُس نے دیدہ و دانستہ بادشاہ کی ہتک کی ہے ۔ ۲۹ ستمبر کو متحدین کے درباروں کو یہ اطلاع دینے کے بعد کہ آئندہ سے پرشیا اس جنگ میں صرف ذیلی حیثیت سے شریک رہے گی، شاہ فریڈرک ولیم نے فوج کو چھوڑ دیا اور ڈیوک برنسوک کو یہ حکم دیتا گیا کہ کوئی بڑی لڑائی نہ لڑے (۱۳ اکتوبر کو) درمسر کے وسنبرگ کے خطوط کو توڑ دینے اور فاتحانہ الساس میں بڑھ جانے سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اسٹراسبرگ میں حامیانِ شاہی کی شورش کی امید محض خواب وخیال ثابت ہوئی۔ الساس کے اعلیٰ و اوسط طبقات کے ایک حصہ کا جرمانیہ کے ساتھ اظہار ہمدردی کرنے کا نتیجہ صرف یہ نکلا کہ مجلس عارضی کے مامور سنٹ جسٹ کے ہاتھوں انہیں خونریز انتقام برداشت کرنا پڑا۔ کسان کچھ تو قدیمی دور کے جاگیرداروں کی نفرت کی وجہ سے اور کچھ سنٹ جسٹ اور گلوٹین (جلوتین) کے خوف سے فرانسیسی لشکرگاہ میں غول درغول جمع ہو گئے۔ شکست خوردہ سپہ سالاروں کے بجائے اوش اور پشگرو آ گئے۔ اوش تھوڑے ہی زمانہ قبل دستہ محافظین میں ایک معمولی سپاہی تھا۔ اور اس نے بڑی محنت ومشقت سے کچھ رقم جمع کر کے کتابیں خرید کی تھیں اب وہ چھبیس برس کی عمر میں ایک ایسا سپہ دار تھا جو جرمانیہ کے محاولہ کرنے والے آزمودہ کاروں سے گوئے سبقت لے گیا تھا۔ پشگرو اس سے چھ برس عمر میں بڑا تھا، وہ بھی نسبتاً ایک معمولی شخص تھا، کسی زمانہ میں وہ بریئن کے فوجی مدرسہ میں معلم تھا، بعد کو امریکہ کی جنگ میں توپ خانہ میں ایک معمولی سپاہی ہو گیا تھا، دسمبر کے مہینے میں برابر پریشان کن تاخت و یورش ہوتی رہی، آخر جب سنٹ جسٹ نے شدید ترین آتشباری میں الساس کے کسانوں

ورتھ و وسنبرگ میں اوش و پشگرو کے فتوحات ۲۳، ۲۶ دسمبر

کی حوصلہ افزائی کا نعرہ لگایا تو پھر ان سپہ سالاروں نے ورتھ و وسنبرگ کے مواقع کو فتح کر ہی لیا (۲۳، ۲۶ دسمبر) آسٹروی سپہ دار نے اپنی فوج کے بالکلیہ تباہ ہوجانے

کا اعلان کر دیا، اور برنسوک جو اپنے حلیف کو کسی قسم کی واقعی مدد دینے سے رکا رہا تھا، اس نے پھر ایک مرتبہ خود کو دریائے رائن کے کنارے پر پایا یا۔[1]

پرشیا کے ساتھ پٹ کی معاملت۔ اپریل ۱۷۹۳ء

پرشیا کا اتحاد سے عملاً الگ ہو جانا، فرانسیسی حکومت کے لئے کوئی راز نہیں تھا۔ حلیفوں نے اس پر مختلف اعتبار سے نظریں ڈالیں۔ ملکہ کیتھرائن نے اپنے پریشان کن پرشیاوی دوست کو اپنے مبغوض فرانسیسی دشمن کے ساتھ دست و گریبان دیکھ کر، کچھ اپنے نفع کے سوچی تھی، اس نے اب شاہ پرشیا کو اس کے شخصی اعزاز کے زائل ہو جانے کا طعنہ دیا۔ آسٹریا پرشیاوی و آسٹروی اغراض کے تخالف باہمی اور اس اتحاد کی تہی باطن نوعیت سے آگاہ تھی، پس وہ پرشیا کو مسلح رکھنے کے لئے اپنی طرف سے کچھ کرنا نہیں چاہتی تھی۔ صرف پٹ ایک ایسا شخص تھا جو اتحاد کی شکست کے روکنے کے لئے کچھ ایثار کرنے پر آمادہ تھا۔ شاہ پرشیا فرانس کے ساتھ جنگ وجدل جاری رکھنے پر صرف اسی صورت میں راضی

---

[1] پرشیاوی و آسٹروی صدر مقامات سے، لارڈ یارمتھ کے، ۱۷ر جولائی ۱۷۹۳ء سے ۲۲ر نومبر تک کے خطوط اس دور کی فوجی کارروائیوں اور سیاسی سازشوں کی ایک دلچسپ تصویر پیش کرتے ہیں۔ ان خطوں کے ساتھ ۱۵ ستمبر سے ۱۴ دسمبر تک کا آسٹروی فوج کا قلمی روزنامچہ بھی شامل ہے ہر نسخہ کے ساتھ بظاہر ورمسر کا دستخط بھی موجود ہے اور لارڈ یارمتھ کے نام پرشیاوی وزیر لیوکسنی کا وہ اصلی خط بھی اس میں شامل ہے جس میں پرشیا کے جنگ سے کنارہ کش ہونے کا اعلان کیا گیا ہے "ایم وی۔ لیوکسنی نے بہت عجلت کے ساتھ اس خط کو مجھے سنایا اور اس کے بعض حصص کے متعلق وہ شرمندہ معلوم ہوتا تھا۔" دفاترِ افواج و جرمانیہ جلد ۴۳، ۴۳۸-۴۳۹۔

تھا کہ اس کے اخراجات اسے ملتے رہیں ورنہ نہیں۔ لہٰذا جب آسٹریا نے اس قلیل رقم کی شرکت سے بھی انکار کر دیا جو پٹ نے طلب کی تھی تو پھر لارڈ مامزبری اور پرشیاوی وزیر ہاگوز کے درمیان ایک معاملت ہو گئی، جس کے بموجب برطانیہ عظمیٰ نے اس شرط سے ایک رقم اعانت مہیا کرنے کا ذمہ لیا کہ ساٹھ ہزار پرشیاوی سپاہ، سپہ سالار مولنڈارف کے تحت میں دول بحری کے مرضی کے تابع کر دی جائے۔ پٹ[1] کا ارادہ یہ تھا کہ جس قوم کی اس نے روپیہ سے مدد کی تھی وہ بلجیم کی مدافعت کے لئے آسٹروی اور انگریزی فوجوں کے ساتھ جمع ہو جائے۔

پرشیاوی وزارت معاہدے کے ایک مبہم بیان سے نفع اٹھا کر، اس پر مصر رہی کہ یہ فوج ہاتھ پر ہاتھ رکھے بالائے رائن پر بیٹھی رہے گی۔ مولنڈارف کی خواہش تھی کہ منیز کی حفاظت کی جائے۔ دوسرے باثر اشخاص یہ چاہتے تھے کہ آسٹریا کے ساتھ مخالفانہ شکست کر دیا جائے اور پرشیا کی کل قوت سے پولینڈ میں کام لیا جائے۔ عین اس وقت جب کہ ہاگوز، مولنڈارف کی فوج کو پٹ کے تابع فرمان کر دینے کے لئے معاہدہ کر رہا تھا، پولینڈ نے

کاسیاسکوس کی بغاوت اپریل ۱۷۹۴ء

کوسیاسکو کے تحت میں بغاوت کر دی اور جو روسی فوج وارسا پر قابض تھی وہ مغلوب ہو گئی اور کاٹ کر رکھ دی گئی۔ کیتھرائن نے شاہ پرشیا سے مدد کی درخواست کی مگر پرشیاوی کابینہ کی فکر و کاوش کا باعث یہ نہیں تھا کہ وہ ملکہ روس کو اس فوری خطرہ سے نجات دلانے کا خواہاں تھا بلکہ یہ فکر و کاوش زیادہ تر اس یقین کی بنا پر تھی کہ پولینڈ کی سلطنت میں جو کچھ باقی رہ گیا تھا ملکہ کا انتقام اب اس کا خاتمہ کر دے گا۔ شکار زخمی ہو گیا تھا، پرشیا کی دانائی یہ تھی کہ وہ

[1] ہارڈنبرگ، (درانکے)، جلد اول ۱۸۱

[2] وایو ناٹ، ہرگار البرکٹ۔ جلد اول ۱۰

سب سے پہلے اُسے پکڑ لے اور زمین پر گرا دے۔ روس کی فوجی قوت کے اس مختصر تعطل میں جو طاقت بھی پولینڈ کو پامال کر دیتی اس کے لئے اتنے وسیع توقعات سامنے تھے کہ بغاوت کی پہلی خبر کے پہنچتے ہی بادشاہ کے صلاح کاروں نے اس پر یہ زور دیا کہ فرانس سے فوراً صلح کر لے اور اپنی تمام طاقت پولینڈ کی جدوجہد کی طرف منعطف کر دے مگر فریڈرک ولیم جیکوبن (انتہا پسندوں) سے صلح کرنے پر کسی طرح اپنے دل کو آمادہ نہ کر سکا البتہ اس نے یہ حکم دے دیا کہ ایک فوج وارسا کی جانب روانہ ہو جائے اور تھوڑے ہی دنوں بعد وہ خود بھی اس فوج سے جا ملا۔ (مئی ۱۷۹۴ء) پرشیا کے تمام مدبروں میں صرف بادشاہ ہی ایک ایسا مدبر تھا جسے فرانسیسی جنگ سے دلچسپی تھی، اور جب اس نے پولینڈ کی مہم کی اصلی اہمیت کا اس طرح علانیہ اعتراف کر لیا تو پھر اس کے رائن کے سپہ سالاروں نے اپنا مقصد صرف یہ قرار دے لیا کہ جس کام کے نہ کرنے سے برطانیہ کی رقم امداد واقعی بند ہو جائے، اس کے سوا کوئی اور کام نہ کریں گے خود لڑنے کے بجائے مولنڈراف اپنا وقت دوسرے لوگوں پر صلح کے زور دینے میں صرف کیا کرتا تھا۔ اس بارے میں ناظر پرسی کی تمام دلیلیں بیکار گئیں کہ پٹ کی اس معاملت کا مقصد اصلی یہ تھا کہ فرانسیسیوں کو نذرلینڈرز سے خارج رکھا جائے۔

مولنڈراف نے فلینڈرز میں مدد دینے سے انکار کر دیا

مولنڈراف نے اپنے دل میں یہ عزم کر لیا تھا کہ فوج کو پٹ اور آسٹریوں کے حکم کے تابع نہ کرے گا۔ وہ برابر پلیٹنیٹ میں جما رہا اور حیلہ یہ کرتا رہا کہ پرشیاوی فوج نے اگر ذرا بھی شمال کی طرف حرکت کی تو اس سے فرانسیسیوں کو جنوب جرمانیہ میں داخل ہونے کا موقع مل جائے گا۔ اب نذرلینڈرز کی مدافعت کے متعلق پٹ کی امید کا انحصار جو کچھ تھا صرف آسٹروی کابینہ کی مستعدکاری و صداقت پر تھا۔

دریائے سامبر پر لڑائیاں مئی-جون ۱۷۹۴ء

۱۷۹۴ء کے موسم بہار میں سرمائی اقامت گاہوں سے نکلنے کے بعد آسٹروی و انگریزی متحدہ فوجوں نے کامیابی کے ساتھ لینڈریسیز کا محاصرہ کرلیا اور اس کے نواح میں دشمن کو شکست دیدی[1] لیکن فلینڈرز کے ساحل کی جانب شمال کی فرانسیسی فوج نے جو اب پشگرو کے تحت میں تھی ان کی پیش قدمی کو روک دیا یارک اور انگریزی فوج حملہ کی زد میں آگئی اور ٹرکوائینگ میں انہیں شکست ہوگئی، لیکن اہم کے فیصلہ کا مقام فلینڈرز کا مغربی حصہ نہیں تھا بلکہ دریائے سامبر

---

[1] اس معرکہ کے بعد اجن کی رپورٹ یکم مئی ۱۷۹۴ء حسب ذیل ہے :- فرانسیسی فوج ویسی ہی معلوم ہوتی ہے جیسی اس وقت تک رہی ہے جہاں دہات و جنگلات وغیرہ کے مانند) مقامی فوائد فایقہ اس نوعیت کے ہیں کہ ان سے فوجی علم کی نقص کی تلافی ہوجاتی ہے وہاں ۵ فوج پر زور و صابر معلوم ہوتی ہے مگر جہاں سواروں سے کام لیا جاسکتا ہے اور فوجی نقل و حرکت ممکن ہوتی ہے وہاں وہ اس درجہ کمزور و بے بس ہوتی ہے کہ اس کا یقین بھی نہیں آسکتا۔ فوج کے لئے اسلحہ وغیرہ جمع ہیں اور فوج کو خوراک باقاعدہ اور عمدہ قسم کی تقسیم ہوتی ہے۔ درحقیقت یہ دیکھنا خالی از تعجب نہیں ہے کہ جن دیہاتوں میں ہم پہلے پہنچے ہیں وہاں ہم نے چارہ نہایت بہتات سے مہیا دیکھا ہے اور تمام ملک میں حسب معمول کاشت موجود تھی۔ لیکن باشندے فرانسیسی فوج کے ساتھ ہٹ گئے تھے اور حال میں جس حد تک ملک پر ہم نے قبضہ کیا ہے وہ بالکل ویران شدہ ہے .... ڈینٹین کے قتل سے فوج پر اس سے زیادہ اثر نہیں پڑا ہے جتنا اور قتلوں سے پڑا، اور سابقہ جنگوں میں جو لوگ قتل ہوئے ان کے پاس سے بہت سے ایسے کاغذ برآمد ہوئے کہ وہ اس قتل کو مضحکہ اور دل لگی سمجھتے تھے۔ وفاتر فلینڈرز ۲۲۶-۲۲۵ میں فرانسیسی قیدیوں کے متعلق آپ کی جانب سے یہ معلوم ہونے کا متوقع ہوں کہ میں جو رقم ان پر صرف کر رہا ہوں اس کے لئے کہاں درخواست دوں۔ ان میں سے اکثروں کے پاس ستر پوش کے لائق کپڑا ہے اور بعض بالکل ہی برہنہ ہیں۔ جن لوگوں کی حالت نہایت خراب ہے میں ان کے لئے کچھ موٹے کپڑے خریدوں گا مگر میں نہیں جانتا کہ اس کا اختیار مجھے کس حد تک ہوگا۔ یہ لوگ زیادہ تر بڈھے اور لڑکے ہیں"

پر مقام شالیبرائے تھا جو محافظین کے خطِ استحکام کی دوسری حد پر تھا، یہاں اگر فرانسیسیوں کو فتح ہو جاتی تو یا آسٹریوں کو یارک کو اس کی قسمت پر چھوڑ کر مشرقی جانب ہٹ جانا پڑتا یا جرمنی کے ساتھ ان کا سلسلہ آمد و رفت منقطع ہو جاتا۔ فرانسیسی حکومت پر بھی یہ امر واضح ہو گیا تھا، اور ماہ مئی میں مجلس عارضی کے کمشنروں نے دریائے سانبر کے سپاہ سالاروں کو متعدد لڑائیاں لڑنے پر مجبور کیا جن میں فرانسیسیوں کو دریا کے عبور کرنے میں پے در پے کامیابی ہوئی اور پھر پے در پے انھیں ہٹنا پڑا۔ لیکن نذرلینڈز کی قسمت کا انحصار سانبر کی فتح و شکست کے علاوہ کسی اور شے پر مبنی تھا، شہنشاہ، بیرن تھیوگٹ کے ہمراہ بلجیم میں اس امید سے آیا تھا کہ متحدہ فوجوں میں زیادہ اتحاد و جوش پیدا کر دے مگر اس کی موجودگی لاحاصل ثابت ہوئی۔ آسٹروی سپہ سالاروں اور مدبروں میں متعدد اشخاص ایسے تھے جن کی خواہش تھی کہ نذرلینڈز کی جنگ آزمائی سے نکل جائیں اور پولینڈ میں پرشیا کی مثال کی پیروی کریں۔ سازشوں کی وجہ سے فوج کی کارروائی معطل ہو گئی تھی۔ تھیوگٹ نے لکھا تھا کہ "ہر شخص جیسا اس کے جی میں آتا ہے کرتا ہے بالکل طوائف الملوکی و بدانتظمی پھیلی ہوئی ہے۔"[1] آغاز جون میں شہنشاہ فوج

[1] ان واقعات میں اختلاف آرا ہے۔ ملاحظہ ہو ہوفر، "آسٹریا اور پرشیا" (Oestreich and Preussen) صفحہ ۶۲۔ وان سیل جلد سوم ۱۳۸۔ وایونانٹ، کلیرفیٹ، صفحہ ۳۸۔ قدیم یقین جس کی حمایت وان سِبل نے کی ہے یہ تھا کہ تھیوگٹ نے خود بلجیم کے تخلیہ کا عزم کر لیا تھا اور غداری سے کوبرگ کو مدافعت کے لئے فوجوں سے محروم کر دیا لیکن دوسری شہادتوں کے علاوہ تھیوگٹ کے نج کے خطوط سے جس پریشانی طبع کا اظہار ہوتا ہے اس سے اس نظریے کی کسی طرح حمایت نہیں ہو سکتی۔ لارڈ ایلجن کا بے شک یہ یقین تھا کہ تھیوگٹ دغا کا کھیل کھیل رہا ہے۔ (اور وان سیبل نے لارڈ موصوف کی رپورٹوں سے کام لیا ہے) مگر چونکہ لارڈ ایلجن تھیوگیٹ کے دشمنوں اور خاص کر سپہ سالار جنگ کے ہاتھوں

سے چلا گیا، سانبر کی معرکہ آرائیوں کو اب ژوردان اور ان پچاس ہزار تازہ دم سپاہیوں نے اپنے ہاتھ میں لیا جو دریائے موسیل کی فوج سے آئے تھے، اور ۲۶ جون کو فرانسیسیوں نے کوبرگ کو فلیورس میں اس وقت شکست دی جب وہ اس امر سے بے خبر کہ شالراے ایک دن پہلے ہی اطاعت قبول کر چکا ہے، اس کے خلاص کے لئے بڑھتا آرہا تھا۔ لیکن اب بھی بلجیم کی مدافعت مایوس افزا نہیں تھی مگر ایک مجلس حربی کے جنگ کی موافقت میں فیصلہ کرنے کے بعد دوسری مجلس نے بازگشت کا عزم کر لیا۔ انگلستان کے نمایندوں نے ہر چند آسٹریا کے نام نیک اور فوجی اعزاز کے واسطے دئے مگر کچھ حاصل نہوا۔ فرانسیسیوں نے دباؤ ڈالا اور جولائی کے ختم ہونے کے قبل ہی قبل آسٹروی فوج دریائے میوز کے پیچھے ہٹ گئی۔ یارک کو جب اس کے حلیفوں نے چھوڑ دیا تو وہ پشگرو کی فایق تر فوجوں کے سامنے شمال کی طرف ہٹ گیا اور پشگرو، اینٹورپ میں داخل ہو کر ہالینڈ کی سرحد تک ندرلینڈرز کا مالک ہو گیا۔[1]

انگلستان کا حلیفوں سے مایوس ہو جانا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) میں تھا جس کی تعریفیں اس نے نہایت ہی ناقابل الیقین طور پر کی ہے۔ اُس نے اس معاملے میں تھوگیٹ سے صدق نیت کی موافقت اور فوجی سازشوں کی مخالفت میں رپورٹ کی تھی۔ دفاتر افواج در جرمنی، جلد ۴۴۔ تھوگٹ جلد اول صفحہ ۳۸۷ میں شہزادہ دبلڈک کے ایک خط اور ۳ فروری ۱۷۹۴ء کو میک اور سر مارٹن ایڈن کے درمیان ایک مکالمہ سے (جس کی اطلاع آخر الذکر نے دی تھی۔ دفاتر آسٹریا جلد ۴۸) یہ واضح ہوتا ہے کہ بلجیم کے تخلیہ کی ذمہ داری ویلڈک و میک انہیں دونوں سپہ سالار اور شہنشاہ کے رازدار فوجی مشیر ان پر عاید ہوتی ہے۔

[1] اگر فرانسیسی آئے تو وہ اس کو بالکلیہ خالی پائیں گے۔ میرا خیال ہے کہ میرے مکان کے سوا، آسٹنڈ میں تین گھر بھی ایسے نہ ہوں گے جن میں بستر ہوں، میں نے ایسا عام اضطراب کبھی نہیں دیکھا۔" ۳۰ جون۔ یہاں تنہا رہنے میں معلوم نہیں کیا آفت آئے۔ کچھ صورت آرام کی ہوئی تھی کہ معاً اس مقام کو چھوڑنا پڑا، خدا ہی جانتا ہے کہ مجھے اس میں کتنی تکلیف ہوئی۔" قنصل ہارورڈ، دفاتر افواج در جرمنی،

انگلستان نے انقلاب کے خلاف یورپ کو بچانے کے لئے دو
عظیم الشان فوجی طاقتوں کو نیک نیتی سے مدد دینے کی جو کوشش کی تھی
اس کا انجام یہ ہوا۔ آسٹریا و پرشیا دونوں ملکوں میں معاملات عامہ میں دخل

انگلستان کا حلیفوں کی طرف سے ناامید ہو جانا

رکھنے والے اکثر افراد انگلستان کے وزیر کے اس مقصد کی طرف سے مطلقاً
بے پروا ہو گئے تھے کہ عام تطاول کے مقابلہ میں موجودہ
حقوق کی مدافعت کرنا چاہئے۔ یہ لوگ اس امر پر رضامند تھے
کہ فرانسیسی جس خطۂ ملک پر چاہیں قبضہ کر لیں اور اُس میں انقلاب برپا کر دیں
بشرطِ آنکہ انہیں خود اُس کے مساوی ملک پولینڈ میں مل جائے۔ انگلستان
کی حالت درحقیقت اس شخص کی سی تھی جو کسی قزاق پر حملہ کرنے چلے
اور اپنے دونوں ہاتھ جیب کتروں کی بغل میں دیدے۔ ان ارباب سیاست
کے نیات و عادات کو ان انگریز مدبروں اور سپہ سالاروں نے
بہت صحیح طور پر بیان کر دیا ہے جنہیں اُن سے بہت ہی قریبی واسطہ
رہا تھا۔ پرشیا کی مجلسوں میں مامز بری نے صاف یہ کہدیا تھا کہ "اُسے
ممتدو مبغوض حیلہ گری مکاری کے سوا اور کوئی وصف یہاں نظر نہیں آتا۔
بد باطنی، رشک، حسد اور ہر طرح کے غلیظ جذبات یہاں موجود ہیں
اور بس"۔ مولنڈارف کے صدر مقام سے اس نے پِٹ کی وزارت
کے ایک رکن کو یہ لکھا تھا کہ "یہاں مجھے خباثت و کور باطنی سے سابقہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جلد ۴۰۴۔ آسٹنڈ میں تمام انگریز گرفتار ہو گئے ہیں۔ مرد خانقاہ کپوچن میں بند
کئے گئے تھے اور عورتیں خانقاہ سورس بلینکس میں۔ سترہ برس سے تیس برس تک کی عمر کے
تمام اہالی فلینڈرز کو سپاہ میں شامل ہونے کا حکم ہوا ہے۔ بروجس میں فرانسیسیوں نے آٹھ سو
آدمیوں کے حاضر ہونے کا حکم صادر کیا، مگر صرف تیس شخص آئے پس انہوں (فرانسیسیوں) نے گرینڈ پلیس
میں گھنٹا بجانا شروع کیا۔ باشندوں نے سمجھا کہ کوئی حکم ہونیوالا ہے اور اسے سننے کے لئے وہ گھروں
سے نکل نکل کر وہاں آ گئے۔ فرانسیسی سپاہیوں نے انہیں گھیر لیا اور ایک ہزار آدمیوں کو اپنی حفاظت
میں لے لیا ہے، یہ سب سیدھے سادے نیک آدمی تھے، انہیں فوراً ہی نہروں کے کام پر لگا دیا گیا"۔
مسٹر ڈبلیو یا پلٹن، فلشنگ ۴ ستمبر۔ دفاتر۔ فلینڈرز جلد ۷، ۲۲۔

پڑا ہے۔۔۔۔۔۔۔ اگر ہم صرف اپنے حیات پر کان دھریں تو پرشیا کے ساتھ کسی کارروائی کا قائم رکھنا دشوار ہو جائے۔ ہمیں تو اسے الجبریا والوں کا مخالفہ سمجھ لینا ہے جنہیں کچھ دینا باعث وقت نہیں ہے اور اگر وہ دغا سے کچھ لے لیں تو اس میں ہمارے احساس نیک کے لئے کوئی کوفت بھی نہیں ہے[1] ڈیوک یارک نے آسٹروی سپہ سالار کو مخاطب کر کے شاہانہ صاف گوئی کے ساتھ یہ کہا کہ "حضور والا! برطانوی قوم جس کی رائے عام کو نظر حقارت سے نہیں دیکھا جا سکتا، وہ یہ خیال کرے گی کہ اس کی خرید و فروخت کی گئی ہے۔"

فرانسیسیوں کا رائن تک پہنچ جانا۔ اکتوبر ۱۷۹۴ء

یہ غم آگین ارتباط چند ماہ اور قائم رہا۔ آسٹروی سپہ سالار کوبرگ، برطانیہ کے تقاضائے قضا تو ام پر برطرف کر دیا گیا۔ اس کے جانشین کلیرفیٹ نے دریائے اورتھ کے ایک معرکہ میں شکست کھا جانے کے بعد، جمہوری فوج کی مزید مقاومت نہیں کی اور اس مہم کا خاتمہ اس پر ہوا کہ فرانسیسیوں نے کولون پر قبضہ کر لیا اور آسٹروی رائن کے پیچھے پہنچکر غائب ہو گئے۔ انگلستان نے پرشیا کو جو رقوم امداد دی تھی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پلیٹینٹ میں مولینڈ ازف کی فوج کے (دستوں کے) اور فرانسیسی فوج کے درمیان (جو تعداد میں اس سے دوچند تھی) چند معرکے ہوئے اور اسکے بعد اہل پرشیا منز کو پسپا ہو گئے۔ اب صرف برطانیہ عظمی کا یہ کام رہ گیا کہ فرانسیسیوں کو ہالینڈ سے باہر رکھنے کی سعی کرے۔ جب دریائے وال کے جنوب میں سب کچھ ہاتھ سے جاتا رہا تو پٹ نے یہ تہیہ کر لیا کہ اہل ہالینڈ کی مدافعت کو ڈیوک یارک

[1] ہامز بری جلد دوم صفحہ ۱۲۵۔ وان سیل جلد سوم ۱۶۸۔ گرنویل نے انگریزی اتحاد عمل کے قائم رکھنے کے لئے کوبرگ کی برطرفی کو شرط لازمی قرار دے دیا تھا۔ ہدایات بنام لارڈ اسپنسر، ۱۹؍جولائی ۱۷۹۴ء۔ دفاتر آسٹریا ۶۴-۳۔ مگر ساتھ ہی انگریزوں کے خلاف آسٹریوں کے شکایات کے متعلق دیوانات (کلیرفیٹ) صفحہ ۵۰ دیکھنا چاہئے۔

سے قابل تر افراد کے ہاتھوں میں دے۔ مگر ایک اعلیٰ نسب غلط کار کے موجود ہوتے ہوئے ان مسلسل کارروائیوں میں جو بے پروائی و بدعقلی سے سوچی جاتی تھیں کچھ ایسا فرق نہ ہوا۔ کلیرفیٹ یا تو شہنشاہ کے احکام کی تعمیل اور اس کے حلیف کی تائید و امداد دل سے نہیں چاہتا تھا یا وہ ایسا کر نہیں سکتا تھا۔ ہالینڈ میں ایک شہر کے بعد دوسرا شہر فرانسیسیوں کا خیر مقدم کرنے لگا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہاں کے اربعہ عناصر ہی جمہوریت کا اعلان کر رہے تھے۔

پشگرو کا ہالینڈ کو فتح کرنا۔ دسمبر ۱۷۹۴ء

پشگرو کی فوجیں منجمد دریاؤں پر سے امن کے ساتھ گزر آئیں اور جب خشکی کی فتح کی تکمیل ہو چکی تو اس کی سوارہ فوج نے دریائے ٹکسل کے آبنائے یخ بستہ میں ہالینڈی بیڑے پر قبضہ کر کے اس مہم کی سرتاج فتح حاصل کی۔ برطانی دستے وطن سے منقطع ہو کر برف کے اندر سے گزرتے ہوئے مشرق جانب ہینوور کی سرحد کی طرف ہٹ گئے۔ مگر حالت یہ تھی کہ اس مصیبت کی بے دست و پائی کو ہر دو واقعات کے ایک شاہد عینی نے ۱۸۱۳ء کی جنگ لیپزگ کے بعد فرانسیسیوں کی پسپائی کے مشابہ قرار دیا ہے[۱]۔

یورپ کے بادشاہوں اور فرانس کے درمیان کشمکش کی پہلی کارروائی کا خاتمہ ہو گیا۔ تین برس کی جنگ کا نتیجہ یہ ہوا کہ جمہوریت کی مملکت میں بلجیم، نائس، اور سیوائے کا اضافہ ہو گیا۔ اور فرانسیسی فوجیں رائن سے مغرب جانب تمام جرمانیہ پر قابض ہو گئیں۔ اسپین اور پڈمانٹ میں کوہی درے اور کسی قدر ملک فتح کر لیا گیا۔ طولون میں فرانسیسی بیڑے کی تباہی اور یکم جون ۱۷۹۴ء کو اشانٹ کے قریب لارڈ ہو کی شدید شکست دہی کے باوجود، سمندروں تک میں فرانس کی قوت ہنوز خطرناک تھی اور اس نے اپنے دشمنوں کی

---

[۱] شکوبر، پانزدہم، ۳۰۳۔ اس کی تائید ایک عہدہ دار کے بیان سے بھی ہوتی ہے جو اینول رجسٹر (Annual Register) ۱۷۹۰ء صفحہ ۱۴۲ پر طبع ہوا ہے۔

بحری تجارت کو جو نقصانات پہنچائے وہ ان نقصانات سے بہت بڑھے ہوئے تھے جو خود اسے برداشت کرنا پڑے۔ انگلستان جس نے غرب الہند کے اکثر فرانسیسی جزائر پر قبضہ کرلیا تھا وہی ایک ایسی طاقت تھی جس نے اس جمہوری سلطنت سے کچھ حاصل کیا۔ انقلاب کو بزور اسلحہ دبا دینے کا خواب ہوا ہوگا، اور جو سلطنتیں اس مخاصمت میں خفیف الحرکاتی جوشِ جنوں یا زیادہ طاقتور حلیفوں کے کہنے سے داخل ہوئی تھیں، ان سب نے اب یہی ضروری سمجھا کہ جن شرائط پر بھی ہو سکے صلح کرلیں۔ ہالینڈ نے جس میں ایک زبردست جمہوری فریق نے ہمیشہ فرانس سے تعلق قائم رکھا تھا، اب اپنے اسٹاٹ ہولڈر (فرماں روا) کی حکمرانی منسوخ کردی اور اپنے وسائل کو فاتحین کی مرضی کے تابع کردیا۔ سارڈینیا نے بیکار کی مراسلت کی اور اسپین نے صلح کے معاوضہ میں، سنٹ ڈومنگو کا نصف اسپینی حصہ جمہوریہ فرانس کو دیدیا (۲۲ر جولائی ۱۷۹۵ء)، پرشیا نے (۵ر اپریل کو) باسل میں ایک معاہدہ کیا جس کی اس شرط کی وجہ سے جرمانیہ کی تقسیم قائم و دائم ہوگئی کہ اگرچہ شہنشاہی بہ حیثیت مجموعی ہنوز فرانس سے برسرِ جنگ ہے، تاہم پرشیا کی غیر جانب داری کا نفع اُن تمام جرمانی سلطنتوں کو پہنچے گا جو ایک خاص خط کے شمال میں واقع ہیں۔ ایک خفیہ دفعہ کے بموجب یہ قرار دیا گیا کہ اگر عام صلح کے انجام پر شہنشاہی رائن کی مغرب کی امارتیں فرانس کو حوالہ کردے گی تو پرشیا بھی اپنی اس جانب کی مملکت فرانس کو دے دیگی اور اس کا عوض اسے کسی دوسری جگہ ملجائے گا۔[1]

پرشیا کے ساتھ معاہدہ باسل، ۵ر اپریل اسپین سے معاہدہ ۲۲ر جولائی ۱۷۹۵ء

آسٹریا اور انگلستان کا جنگ کو جاری رکھنا ۱۷۹۵ء

اس میں شک نہیں کہ اس قسم کی صلح ذلت آمیز تھی تاہم غالباً یورپ کی یہ بہت ہی بڑی خوش قسمتی ہوتی اگر ہر ایک سلطنت ان شرائط کے قبول کرنے پر مجبور ہوجاتی۔ فرانس نے جو مملکت حاصل کی تھی وہ اس سے بہت زیادہ نہیں تھی جتنی مملکت

[1] والپوناٹ، ہرگاز البرکٹ، سوم ۵۹، ۵۱۲ "وہ ایک موذی جانور اور سخت سور ہے"۔

کے مطالبہ کا اسے توازن قوت کی رو سے ایسے وقت میں حق تھا جب روس پولینڈ کی بغاوت میں فتحمند ہو کر اس مملکت کو آخری طور پر تین مشرقی بادشاہوں کے درمیان تقسیم کر لینا چاہتا تھا۔ اپنے تمام نقائص کے باوجود ۱۷۹۵ء کا فرانس ایک ایسی عظیم الشان آزاد سلطنت کی مثال پیش کرتا جس کا امکان اس وقت باقی نہیں رہا جب نپولین کی پہلی مہمات کے بعد فوجی جوش کو ترقی ہو گئی، مگر یہ تاریک مستقبل ان برطانی مدبروں کی نظروں سے پوشیدہ رہا جنہیں موجود الوقت برائیوں کا نہایت ہی سخت احساس ہو رہا تھا انگلستان فرانسیسی تطاول کے خلاف عزم بالجزم کے ساتھ قائم رہا اور اسے آسٹریا کی ذات سے اب بھی ایک ایسا حلیف مل گیا جو اس کشاکش کو جاری رکھنا چاہتا تھا۔ برطانیہ عظمیٰ کی مالی مدد اور پولینڈ کی غنیمت میں سے روس کا ایک بہت بڑا حصہ پیش کر دینا، وہ محرکات تھے جنہوں نے شہنشاہ کی حکومت کے مائل بہ انحطاط زور و قوت کو تازہ کر دیا۔ کلیر فیٹ کو حکم بھیجا گیا کہ کیسا ہی کچھ خطرہ کیوں نہ ہو رائن سے آگے بڑھے تاکہ جمہوریت کی فوجوں کو مشرقی فرانس سے ہٹا دے جہاں انگلستان عنقریب حامیان شاہی کی ایک جماعت کو اتارنا چاہتا تھا۔ لیکن کلیر فیٹ نے ان احکام کی تعمیل نہ کی اور موسم خزاں تک بیکار بیٹھا رہا۔ بعد ازاں اس نے ایک فرانسیسی فوج کو جو رائن کی طرف بڑھتی آ رہی تھی شکست دے کر منیز کے پیچھے ہٹا دیا مگر برطانی مہم اس سے پہلے ہی ناکام ہو چکی تھی اور وہ وقت گزر چکا تھا کہ کلیر فٹ کی کامیابیوں سے کوئی قطعی نتیجہ برآمد ہوتا۔[1]

۹۔ پرشیا نے لوئیس شانزدہم کے بدنصیب بیٹے کو چھڑانے کی مطلق کوشش نہ کی۔

[1] برطانوی حکومت نے فرانس کے حامیان شاہی کی تحریک کی قوت کے متعلق بہت ہی اہم اندازہ کیا تھا۔ "میں آپ کو ان سطروں کی تکلیف دئے بغیر آپ کے خادم کو واپس نہ جانے دوں گا کہ آپ براہ کرم ہر ایک ممکن کوشش اس امر کی کریں کہ اس نازک موقع پر آسٹروی حکومت کو قوت و توانائی حاصل ہو جائے۔ میں نے اپنے اس مراسلہ میں فرانس

فرانس میں اب ایک نئی حکومت برسر اقتدار آ رہی تھی۔ جولائی ۱۷۹۴ء میں رابسپیر کی موت کے ساتھ دور ہول و تخویف کا خاتمہ ہو گیا تھا جن لوگوں نے رابسپیر کو مغلوب کیا وہ اس سے بھی زیادہ ظالم ہو قا اور خونخوار تھے۔ انہوں نے خود اپنی جانیں بچانے کے لئے اس پر حملہ کیا تھا۔ اور انھیں ادنیٰ خیال بھی اس کا نہیں تھا کہ وہ فرانس میں آئینی حکومت کو بحال کریں لیکن قوم کی مغلوب کن رجعت پسندی نے انہیں مجبور کر دیا کہ وہ خود کو فریق رافت و رحمت کی حیثیت میں نمایاں کریں۔ یہ رجعت درحقیقت سیاسی رائے کے کسی تغیر کے بجائے زیادہ تر محض ہمدردی انسانی کے جذبات کا جوش زن ہو جانا تھا۔ دور ہول و تخویف کے کشتگان ستم میں، بہت بڑا حصہ ادنیٰ و اوسط طبقہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کی حالت کے متعلق اگرچہ بہت راز کے ساتھ لکھا ہے مگر مختلف اطراف سے مجھے جو اطلاعیں حاصل ہوئی ہیں اور جو فرانس کے ہر جانب پر عائد ہوتی ہیں ان کے اقتضا کے اعتبار سے میں نے بہت کم لکھا ہے۔ ہم ہرگز یہ امید نہیں کر سکتے کہ جہاں تک فرانس کا تعلق ہے حالات کبھی بھی اس سے بہتر ہو سکتے ہیں، جیسے اس وقت ہیں۔ خدا کے لئے ان تمام امور کو پورے زور کے ساتھ پیش کیجئے اور مجھے یقین ہے کہ آپ خود بھی ایسے محسوس کرتے ہوں گے" گرینول بنام ایڈن ۱۷ اپریل ۱۷۹۵ء۔ دفاتر آسٹریا جلد ۱، ۴ مہم کی ناکامی کے بعد برطانی حکومت نے تھوگٹ پر یہ سخت الزام لگایا کہ سرکاری حیثیت سے تو وہ کلیرفٹ پر آگے بڑھنے کے لئے پرزور احکام صادر کر رہا تھا اور خفیہ طور پر اس سے یہ کہہ دیا تھا کہ وہ کچھ نہ کرے۔ "آسٹروی وزرا سے اس انتظام کی حماقت و بدعہدی کے متعلق بحث کرنا بیکار ہے۔ جس کا اخفا انہیں آپ سے ضروری معلوم ہوا اور وہ اب غالباً اس پر پردہ ڈالنے کی کوشش کریں گے" گرینول بنام ایڈن، اکتوبر ۱۷۹۵ء حسب بالا۔ جلد ۴۲۔ یہ الزام جس کی تکرار مورخوں نے بھی کی ہے، تھوگیٹ کے نج کے خطوط سے غلط ثابت ہوتا ہے "اختصارات" (Briefs) جلد اول، ۲۲۱ و مابعد۔ کلیرفیٹ کی سبے عملی تھوگیٹ زیادہ کسی کو ناگوار نہ تھی۔

کے لوگوں کا تھا، جو لاونڈی اور بریٹنی کے علاوہ اور جگہوں میں قدیم حکومت کو اتنا ہی کم دوست رکھتے تھے جتنا ان کے قاتل اسے دوست رکھتے تھے۔ مگر شہر کے فاقہ مست عوام کے سوا فرانس کا ہر ایک طبقہ امن و سکون اور خاموشی کے ساتھ زندگی کے کاروبار کے چلنے کا متمنی و آرزو مند تھا۔ جمہوریت کی ابتریوں کے بعد بہتوں کو بالطبع یہ معلوم ہوتا تھا کہ شاہی حکومت امن کی بہترین ضمانت ہو گی مگر جس بادشاہی کا خیال اس وقت ذہن میں آتا تھا وہ ۱۷۹۱ء کی حریت پسند شاہی تھی نہ کہ قدیم دربار جس کے ساتھ زبندارانہ کلیسا اور ذی امتیاز طبقہ امرا کے لوازم لگے ہوئے ہوں۔ مذہب ہنوز فرانس میں ایک قوت تھا، مگر کسان، اپنی تمام اوہام پرستی اور نظم و امن کی تمام خواہشوں کے باوجود قدیم ایام مغالطات سے بالکلیہ آزاد تھے۔ وہ اپنے لڑکوں کو اصطباغ دلانا پسند کرتے تھے مگر وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ پادریوں کا محصل عشر پھر ان کے خرمن پر آموجود ہو۔ وہ مجلس عارضی کے مامورین کی حکمی بازار سے لرزتے تھے مگر انہیں یہ خواہش نہیں تھی کہ وہ اپنے سابق آقائے بلند مرتبت کے کھیتوں میں پھر محنت کریں۔ ۱۷۹۵ء میں پیرس کے دکانداروں اور نارمنڈی کے کاشتکاروں کے درمیان "شاہی پسند" ہونے کے معنی اس سے زیادہ نہ تھے کہ کسی ایسے سیاسی نظم کی خواہش کی جائے جو بارہ ماہ تک مسلسل قائم رہ سکے اور اس کی بنا جبری قرضہ اور لازمی فروخت جائداد پر نہ ہو، لیکن مجلس عارضی کے جن لوگوں نے بادشاہی کو منسوخ کیا اور بادشاہ پر موت کا حکم صادر کیا تھا انہیں یہ نظر آتا تھا کہ مجلس عارضی نے فرانس کے لئے جو کچھ کیا تھا بادشاہی کا بحال کر دینا ان تمام کاموں کے لئے بدترین لعنت اور خود ان کے لئے مردود خلائق ہونے کا فتویٰ تھا۔ اگر بروقت قوم کی مرضی بحالی شاہی کی جانب مائل تھی تو اس کے ساتھ ہی مجلس عارضی نے بھی یہ عزم کر لیا تھا کہ قوم کی اس مرضی کو یا تو جبر سے مغلوب کر دینا چاہیئے یا کچھ آئینی اشکلیں اختیار کر کے اسے دبا دینا چاہیئے۔ حکومت کو کبھی تو پیرس کے انتہا پسند عوام

سے خطرہ پیش آتا تھا اور کبھی طبقۂ متوسط کے حامیان شاہی سے، اور اس لئے حکومت نے ایک دشمن کو دوسرے دشمن سے لڑا دیا یہاں تک کہ تارک وطن امرا کی ایک بے ہنگام کوشش سے مجلس عارضی کو یہ زرین موقع ہاتھ آگیا کہ وہ حامیان شاہی اور غیر ملکیوں دونوں پر قطعی فتح حاصل کرے۔

خلیج کیوبران میں امرا کا ورود۔ ۲۷ جون ۱۷۹۵ء

۲۷ جون کو ایک انگریزی بیڑے نے قدیم طبقۂ امرا کے گلہائے سرسبد کو جنوب برٹنی کی خلیج کیوبران میں لاکر اتارا، ان بدقسمتوں کا فرانسیسی سرزمین پر دوبارہ قدم رکھنا درحقیقت اپنی ناقابلیت کا ایک آخری و مہلک ثبوت دینا تھا۔ ایک ایسے قطعۂ ملک میں جہاں کے کسانوں نے اپنے زمینداروں کے تحت، جمہوریت کے بہترین سپہ سالاروں کو برسوں حیران و پریشان کیا تھا، وہاں امرا کی یہ حملہ آور فوج جسے انگلستان کے بیڑے سلاح اور روپیہ کی تائید حاصل تھی، خود اپنے سرگروہوں کے تفرقہ کی وجہ سے تین ہفتوں کے اندر بالکلیہ تباہ و برباد ہو گئی۔ اس کے قبل کہ امرا یہ فیصلہ کر سکیں کہ آمر کون ہو اور مامور کون ہو۔ جنرل اوش اچانک ان کے قلعہ پر جا پڑا اور انہیں جزیرہ نما کے اس سرے تک ہٹا لے گیا۔ جہاں وہ اترے تھے، اور جو لوگ جنگ میں مارے نہ گئے تھے یا انگریزی کشتیوں نے انہیں بچا نہ لیا تھا ان سب کو ۲۰ جولائی کو گرفتار کر لیا۔ کمشنر ٹیلین نے اپنے کو شاہی پسندی کے بجاشبہ سے بچانے کے لئے چھ سو قیدیوں کو بیدردی کے ساتھ نشانۂ تفنگ بنا دیا[۱]

دستور سلطنت کی تجویز ۱۷۹۵ء

جس وقت جلاوطنوں کی یہ فوج فرانس میں پہنچی ہے اس وقت مجلس عارضی اس سیاسی نظم کی بحث میں مشغول تھی جو خود اس کی حکومت کا جانشین ہونے والا تھا فرانس

---

[۱] ۔ کیوبران کی مہم سے متعلقہ کاغذات مع ڈی ارٹائیس، شارٹ و سرگروہان ونڈی کے مخطوطہ کے دفاتر میں موجود ہیں، فرانس جلد ۶۔

کے لئے دستور سلطنت کے مرتب کرنے کے لئے جو مجلس مقرر ہوئی تھی اس نے ایک ہفتہ قبل اپنی رپورٹ (یادداشت) پیش کی تھی، یہ جدید دستور سلطنت اپنی ابتدائی شکل میں جس طرح مرتب ہوا تھا اس کا خاص مقصود یہ تھا کہ ۱۷۹۲ء سے فرانس جن مصیبتوں میں مبتلا ہے، ان کے دوبارہ وقوع سے ملک کو محفوظ کیا جائے۔ گزشتہ تین برس کے نوایب ومصائب کو ایک واحد مجلس کی فرمان روائی کی جانب منسوب کیا جاتا تھا، مجلس عارضی کی ایک رائے نے انقلابی عدالت قائم کردی، جرانڈیوں کو وقف ملام بنادیا، اور فرانس کو ان اتنی آدمیوں کے رحم وکرم پر چھوڑدیا جن کا انتخاب خود مجلس عارضی نے اپنے ہی میں سے کیا تھا، ۱۷۹۵ء کے واضعین قانون کسی ایسی ضمانت کے خواہاں تھے کہ کوئی فریق کتنا ہی عزم مصمم کیوں نہ کرلے مگر اپنے دشمنوں کو صرف ایک قانون بنادینے سے اس طرح تباہ نہ کرسکے، اور نہ اعلیٰ تشریعی وعاملی اختیار کو خود اپنے ہاتھوں میں مجتمع کرسکے۔ تقسیم اقتدار کی غرض سے نئے مسودہ دستور سلطنت میں جماعت عاملانہ مجلس وضع قوانین سے آزاد رکھی گئی تھی اور مجلس وضع قوانین خود دو ایوانوں میں منقسم کردی گئی تھی۔ پانچ اشخاص کی ایک نظامت (جس کا انتخاب دونوں مجالس کی جانب سے ہوا ہو مگر وہ مجالس کو سوائے اس صورت کے اور کسی طرح جواب جواب دہ نہ ہو کہ اس پر واقعی مقدمہ چلایا جائے) نظم ونسق ملک کے چلانے کے لئے تجویز ہوئی تھی لیکن اسے قوانین کے تجویز کرنے کا کوئی حق نہیں دیا گیا تھا۔ پانچسو ارکان کا ایک ایوان اس غرض سے تجویز ہوا تھا کہ وہ دوسو پچاس معمرین (یعنی اوسط عمر کے افراد) کی مجلس کے سامنے منظوری کے لئے قوانین پیش کرے مگر ان دونو میں سے کوئی جماعت بھی واقعی حکمرانی پر کوئی اثر نہ ڈالے۔ ایک ناظم اور ہر دو تشریعی جماعات کا ایک ثلث ہر سال کنارہ کش ہوجایا کرے۔[1]

[1] ورن سبل، سوم ۵۲۰

جس تجویز کا یہ خاکہ کھینچا گیا ہے اسے عام قبول حاصل ہوگیا یہاں تک کہ حامیان شاہی نے بھی اسے پسند کر لیا کیونکہ انھیں یقین یہ تھا کہ عام انتخاب سے وہ دونوں مجلسوں میں کثرت حاصل کریں گے لیکن مجلس کی نظروں میں یہ امر بجائے خود ایک ایسا مہلک امکان تھا جس سے بہر صورت بچنا چاہئے تھا خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو مسودہ دستور سلطنت کے مباحث کے دوران میں، کیوبراان ہیے اوش کی فتح کی خبر آگئی۔ اس سے مجلس عارضی نے ہمت کرکے ایک دفعہ کا اضافہ کر دیا کہ نئے وکلا میں سے دو ثلث کا تقرر خود اس مجلس کے ارکان میں سے ہونا چاہئے اور اس طرح ایوانوں میں شاہی پسندوں کی کثرت کو ناممکن بنا دیا۔ اس شرط کے ساتھ یہ دستور سلطنت ملک کے سامنے پیش کیا گیا۔ صوبجات نے اسے قبول کر لیا مگر پیرس کا حامی شاہی طبقۂ متوسط، شورش کے لئے اٹھ کھڑا ہوا اور ٹیولیریز میں مجلس عارضی کی طرف کوچ کر دیا۔ ان کے اس خروج کا علم پہلے سے ہو گیا تھا، مجلس عارضی کی حفاظت جنرل بونا پارٹ کے تفویض کی گئی جس نے پیرس والوں کے حملوں کا اس طرح جواب دیا جو دارالصدر کے فن جنگ میں نامعلوم تھا، تربیت یافتہ توپ خانہ پر بونا پارٹ کی قیادت کی وجہ سے فتح تو حاصل ہو گئی مگر انقلاب کے زمانہ میں جتنی شورشیں پیرس میں ہوئیں ان میں یہ ۴ر اکتوبر (۱۳ وندی مایئر) کی شورش سب سے سخت تھی، اور اس دن جانوں کا نقصان اس سے زیادہ ہوا جتنا بادشاہی کے سقوط کے دن ہوا تھا۔

> ۱۷۹۵ء کا دستور سلطنت وِنڈی مائر کی شورش ۲ر اکتوبر

> نظامت اکتوبر ۱۷۹۵ء

نئی حکومت اب برسر اقتدار ہوئی، جدید مجالس تشریعی میں مجلس عارضی کے ارکان کا شمار دو ثلث کا تھا۔ جس میں ایک ثلث کے انتخاب کی اجازت ملک کو دی گئی تھی اس میں زیادہ اشخاص معتدل الخیال یا حامی شاہی تھے۔ جو پانچ اشخاص ناظم

منتخب ہوے تھے وہ سب کے سب مجلس عارضی کے ارکان اور وہ لوگ تھے جنھوں نے بادشاہ کی موت کے لئے رائے دی تھی۔ کاونٹ وہ شخص تھا جس نے دور ہول و تخویف کے مظالم میں شرکت کئے بغیر فتوحات حاصل کئے تھے اور سابق مجلس حفاظت عامہ کا بھی ایک رکن تھا جو اب بھی با اقتدار رہا۔ اس کے باوجود کہ ان پانچوں ناظموں کے انتخاب سے شاہ کشی کے فعل خطیر کی بہت بڑی ثنا و صفت ہوتی تھی، پھر بھی یورپ نے نظامت کے قیام کو اس حیثیت سے قبول کیا گویا اس سے انقلابی بدنظمی کا خاتمہ ہو گیا۔ فرانس میں آئینی حکومت کے دوبارہ قائم ہو جانے کا ایک امتیاز خاص یہ تھا کہ شاہ انگلستان نے صلح کی گفتگو کے لئے اپنی رضامندی کا اعلان کر دیا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ جمہوریت میں زیادہ نرم انداز پیدا ہو گیا ہے۔ اگرچہ تارکان وطن اور حلف نہ لینے والے پادریوں کے خلاف قانون میں ترمیم نہیں ہوئی۔ تاہم جلاوطن بغیر وقت کے اپنے گھروں کو واپس آنے لگے۔ دار الصدر میں زندگانی نے پھر کسی قدر قدیم انداز اختیار کیا۔ متمول اور خوشباش اشخاص نے دور ہول و تخویف کے تمام شدائد کے بعد کسی قدر زیادہ قیمتی تعیش سے اپنے دلوں کو تسکین دی۔ مزدوری پیشہ طبقات نے جو اب بے ضرر و بے سلاح ہو گئے تھے بہت جلد یہ سیکھ لیا کہ انہیں اپنی قسمت میں اس ترقی پر قانع رہنا چاہیئے جو نظم معاشرت کے ارتقا سے انہیں حاصل ہو جائے۔

انقلاب میں یورپ کے لئے نئی شے کیا تھی؟

انقلابی جنگ کے اس پہلے دور کے اختتام پر ہمیں ذرا ٹھہر کر ان نئے اثرات کا اندازہ کرنا چاہیئے جو فرانسیسی انقلاب نے یورپ میں پیدا کر دئے تھے اور ان تاثیرات کو دیکھنا چاہیئے جو اس سے منتج ہوئے تھے۔ خود فرانسیسی قوم میں جو یہ خیال شایع ہے کہ انقلاب نے نہ صرف فرانس میں بلکہ بالعموم تمام مغربی یورپ میں نئی زندگی پیدا کر دی، یہ خیال واقعات کے

ایک سلسلہ عظیم کی نسبت تو صحیح ہے مگر دوسرے کی نسبت غلط ہے ۱۷۸۹ء میں فرانس میں ایسے تصورات و تخیلات موجود تھے جنہوں نے فرانس کو برّ اعظم کی اکثر بادشاہیوں سے حقیقتاً متباین بنا دیا مگر دوسرے تصورات و تخیلات ایسے بھی تھے جن میں فرانس اوروں کے ساتھ شریک تھا۔ معاشری قانون اور کلیسائی اصلاح کے جن خیالات نے ۱۷۸۹ء میں عملی لباس پہنا وہ فرانس کے ساتھ مخصوص نہ تھے، فرانس کے ساتھ جو شے مخصوص تھی وہ یہ خیال تھا کہ ان اصلاحات کو خود قوم کی طرف سے عمل میں آنا چاہیے۔ دوسرے ملکوں میں اصلاحات کی ابتدا حکومتوں کی طرف سے ہوئی اور نارضامند قوم پر انھیں بزور مسلط کیا گیا۔ بدعات کا شیوع بادشاہوں کی طرف سے ہوا اور سلطنت کے خدام ان کے عامل تھے۔ ترقیات کی ایک ممیز صنف اٹھارہویں صدی میں کم و بیش تمام مغربی درباروں کو اپنی طرف منعطف کر چکی تھی اور ان میں سے بہت سی ترقیاں ان تغیرات سے ہو بہو موافق تھیں جو فرانس میں انقلاب سے پیدا ہوئیں۔ سادے اور باقاعدہ انتظامی نظم کا قائم کرنا، پادریوں کی اصلاح کرنا، کلیسا کو پوپ کے اقتدار سے آزاد کرنا اور سلطنت کے تمام طبقات کو کلیسا کے اقتدار سے آزادی دلانا، کسانوں کی قسمت اور حالت کو ترقی دینا، قانون کے ایسے ضوابط کا جاری کرنا جن سے ظلم و جور اور قدیم دستورات کی ابتری دونوں رفع ہو جائیں یہ سب ایسے اغراض تھے جن سے اٹھارویں صدی کے وہ مطلق العنان فرمانروا کم و بیش مانوس تھے جنہیں فرانسیسیوں نے مختصراً "اجبار منظم" کے نام سے موسوم کر دیا تھا۔ آسٹریا، پرشیا اور ٹسکینی میں بادشاہوں کی جانب سے تہذیب و تمدن کی ترقی دینے کا اظہار توزور و شور کے ساتھ ہو رہا تھا۔ نیپلز اور اسپین تک کی حکومتیں اس جدید تغیر کے اثر میں آئے بغیر نہیں رہیں۔ جوزف کا آسٹریا کو مذہبی رواداری کا عطا

اٹھارہویں صدی کی مطلق العنان حکومتوں کا اصلاحات میں مشغول ہونا۔

کرنا، لیوپولڈ کا ٹسکینی میں پاپائی اقتدار کا رد کر دینا، اور موت کی سزا کو منسوخ کر دینا یہ ایسی سیاسی تعقل پسندی کے زیادہ دلیرانہ مساعی تھے جس نے اسپین میں عدالت اختیار مذہبی کے اختیارات کو کم کر دیا تھا اور نیپلز میں تعلیم عامہ کے ایک نظم قائم کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن اُن تمام کاموں میں قوم کے کسی فعل کا کہیں پتہ نہیں چلتا تھا اور نہ اس احساس کا کوئی نشان ملتا تھا کہ قوم کو چاہیئے کہ خود کو سلطنت کی حصانت سے بالاتر کر لے۔ ارباب فکر حکومت پر یہ زور دیتے تھے کہ وہ قوم میں بہتر تنظیمات پیدا کرے، قوم پر یہ زور نہیں دیتے تھے کہ وہ حکومت سے اس قسم کے تنظیمات بزور لے لے۔

فرانس میں قوم نے خود عمل کیا۔

صرف فرانس ہی ایک ایسا ملک تھا جہاں معاملات عامہ کے متعلق ایک ایسا خیال نشو و نما پا گیا تھا جس نے قوم کو مجبور کیا کہ وہ اپنے لئے اصلاحات خود پیدا کرے۔

فرانس کے انقلابی تغیرات میں سے اگرچہ بہت سے تغیرات نفس مطلب کے اعتبار سے آسٹروی یا ٹسکینوی اصلاح کے مقاصد سے مماثل تھے، مگر ان کے طریق کار میں باہم کسی قسم کی یکسانی نہیں تھی۔ دوسرے ممالک میں اصلاح کی ابتدا کسی روشن خیال فرمانروا کے حکم سے ہوئی، فرانس میں اس کا آغاز "اعلان حقوق انسان" سے ہوا اور کوشش یہ کی گئی کہ مقامی اقتدار پیدا کیا جائے جس کا نفاذ خود شہریوں کی جانب سے ہو۔ اس فرق کا منبع کچھ تو انگلستان و امریکہ کا وہ اثر تھا جو فرانسیسی آرا پر پڑ رہا تھا مگر زیادہ تر اس کی بنا خود فرانس کے اندر کثیر التعداد و پرزور طبقۂ متوسط کا موجود ہونا تھا جو تجارت سے مالا مال ہو کر اپنے زمانہ کے تمام تخیلات اور ادبی مشغلہ کاری میں گہری دلچسپی رکھتا تھا۔ یہ ایسا طبقہ تھا جو ان غلطیوں کو بھی سمجھتا تھا جو دوسرے طبقات عائد کرتے یا برداشت کرتے تھے اور اس کے ساتھ اپنے کو ان غلطیوں کے رفع کرنے کا بھی اہل خیال کرتا تھا۔ نیپلز یا ہنگری میں کوڑوں سے پٹنے والے اور محصولوں کے بوجھ سے دبے ہوئے کسانوں کا بادشاہ کے سوا کوئی

یار و مددگار نہیں تھا۔ شاہی یورپ جن مفلوک و پسماندہ سلطنتوں پر مشتمل تھا ان میں سے اکثر سلطنتوں میں باشندوں کا وہ جزو جس پر ع نہ خواجہ رعیت نہ غلام شہر یارم۔ کا اطلاق ہوتا ہو اس قدر قلیل تھا کہ وہ خیال ہی نہیں کرسکتا تھا کہ وہ بزور اقتدار حاصل کرے گا۔ امرا اپنے جاگیری حقوق کو قائم رکھنا چاہتے تھے۔ بادشاہ انہیں گھٹانا چاہتا تھا، فرانس کے سوا اور جگہوں میں قوم نے نہ اس میں دخل دیا اور نہ خود اقتدار پر ہاتھ ڈالا، کیونکہ قوم کے معنی اس کے سوا اور کچھ نہ تھے کہ ایک دوسرے سے بالکل جداگانہ چار طبقات تھے، زمیندار حکم چلاتے، کسان خدمت گزاری کرتے، پادری مفت کی روٹیاں کھاتے، اور سپاہی جنگ کرتے تھے۔

فرانس براعظم کی دوسری تمام بادشاہیوں سے اس امر میں مختلف تھا کہ اس میں "طبقۂ عامہ" موجود تھا جس میں تمام طبقات ممزج تھے اور جس پر کسی کو تحکم نہیں حاصل تھا، اس طبقۂ عامہ میں وہ ہزارہا افراد داخل تھے جو نظم معاشرت کے اغراض اعلیٰ سے واقف تھے، اور وہ امرا میں سے ہوں یا نہ ہوں مگر ان کے پاس دولت و ذہانت موجود تھی جس سے ان میں بجا طور پر یہ خواہش پیدا ہو گئی تھی کہ انہیں اختیار و اقتدار میں حصہ ملنا چاہیئے۔

فرانس سے باہر حکومتوں کے خلاف تحریکات،

حریت، یعنی قوم کا خود اپنے اوپر حکمرانی کرنے کا حق، آغاز کار میں انقلاب کا سب سے بڑا اصول معلوم ہوتا تھا۔ فرانسیسی قوم خود یہ یقین کرتی تھی کہ یہ معرکہ زیادہ تر اقتدار اور حق عوام کے مابین ہے، اور باقی یورپ بھی انقلاب کو اسی حیثیت سے دیکھتا تھا، اس لئے جن ملکوں میں فرانس کی مثال میں سیاسی تحریکات پیدا ہوئے وہاں ابتداً یہی اثر مترتب ہوا کہ حکومت کی کوئی بھی شکل ہو اس کے خلاف شورش برپا کرنا چاہیئے۔ انگلستان میں پارلیمنٹ کے اعیانی نظم کے خلاف طبقۂ متوسط نے شور برپا کیا، ہنگری میں امرا نے تاج کے

خلاف سر اٹھایا، کنار دریائے رائن پر تجارتی طبقات نے کلیسائی حکمرانی کے خلاف غوغا مچایا مگر جن جگہوں میں اصلاحی تحریک کو فرانسیسی فوجوں کی موجودگی سے تقویت نہیں حاصل تھی وہاں سب ہی جگہ یہ ہوا کہ (فرانس میں) انقلاب کے ابتدائی سنجیدہ توقعات کے بعد جو آفتیں آئیں اُن سے اس تحریک کے سرگروہوں کے قدم پیچھے ہٹ گئے اور اُن میں مایوسی پیدا ہوگئی اور اچھی حکومتیں بھی رجعت قہقری کی دوزخ بن گئیں۔ خود فرانس میں یہ نظر آگیا کہ ایک روشن خیال طبقہ میں آزادی کی خواہش پیدا ہوجانے سے یہ نہیں ہوسکتا کہ اس قوم کے عادات دفعتًا بدل جائیں جو ہر شئے کو درباری اقتدار کی طرف سے قبول کرنے کی عادی ہو۔ امتیاز تباہ ہوگیا، مساوات کے قدم آگے بڑھ گئے، مگر انقلاب نے فرانس میں حکومت خود اختیاری کے بجائے ایسی شدید مطلق العنانی قائم کردی کہ چشم فرانس نے کبھی ایسی جابرانہ حکومت نہیں دیکھی تھی۔ یہ نہیں ہوا کہ انقلاب ہوا میں اڑ گیا اور جو شئے جہاں تھی وہیں رہ گئی بلکہ اس نے ان عظیم الشان تغیرات میں سے اکثر تغیرات کو مکمل کردیا تھا جن سے صحیح معاشری زندگانی کی بنیاد قائم ہوتی ہے مگر اسے بھی حکومت خود اختیاری کا ملکہ یعنی ایک دیرپا سیاسی حریت کی شرط اوّلیں، بتدریج حاصل کرنا باقی رہ گیا۔

رجعت قہقری

فرانس سے باہر سابقہ تغیر کے نفع کے بغیر رجعت قہقری کا آغاز ہوگیا۔ لندن، وانا، نیپلز، اور میڈرڈ میں جیکوبن طریق کی انتہا پسندی کو فرو کرنے کے لئے حکومتوں نے تمام دوسرے اغراض و مقاصد کو پس پشت ڈال دیا۔ پٹ کے شریفانہ مقاصد یہ تھے کہ بردہ فروشی کا خاتمہ کیا جائے، پارلیمنٹ کی اصلاح کی جائے اور آزاد تجارت کے ذریعہ سے قوموں کے روابط باہمی کو ترقی دی جائے مگر وہی پٹ ان لوگوں کے ہاتھوں میں کٹ پتلی بن گیا جن کے خیالات تمامتر مجتمع دن، قوانین وہان بندی اور خود ساختہ غداری پر مرکوز تھے، اور جو بردہ فروشی کے متعلق ہر طرح کے وضع قوانین کی طرف اس

وجہ سے مخالفت کرتے تھے کہ فرانس کی مجلس عارضی کے انتہا پسندوں نے غلاموں کو آزاد کر دیا تھا۔ لوگوں پر سیاسی مقدمات کے قائم کرنے اور انھیں قید کرنیکی ہوا چل گئی تھی مگر انگلستان میں یہ رجعت پسندی پھانسی کے تختہ تک نہیں پہونچی۔ وائنا اور نیپلز میں خوف نے زیادہ ظالمانہ صورت اختیار کی۔ جن لوگوں پر انقلاب کا خوف اس درجہ طاری ہوگیا تھا یا یہ کہ وہ بناوٹ سے ایسا ظاہر کرتے تھے کہ انھیں موزارٹ کے آخری تماشے[1] میں جیکوبنی استعارہ نظر آیا تھا انھیں جب واقعی سازش کا کوئی رشتہ ہاتھ آجاتا تھا تو جان لینے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے وائنا میں اس خوف و دہشت سے یہ کام لیا گیا کہ آسٹروی دربار کے خلاف ہنگری کی آئینی مخالفت کو پامال کر دیا گیا۔ نیپلز میں ایک خفیہ عدالت اس غرض سے قایم کی گئی کہ مخبر سازش کے جو الزامات لگا دیں ان کی تحقیقات کرے جس سے ستمگاری و مردم آزاری کا ایک طولانی دور قائم ہوگیا۔ منیز میں استقف اعظم جب ۱۷۹۳ء میں پھر بحال ہوگیا تو اس نے اپنی حکومت کے آخری ایام وحشیانہ سزا دہی اور ستمگارانہ احتیاطوں میں صرف کئے

انقلاب کے پہلے دور نے قدیم یورپی سلطنتوں پر جو اثر ڈالا اس کی یہ صرف چند مثالیں ہیں، آزادی کی ایک آنی لہر کے بعد انقلاب نے قوموں کو خود رجعت پسندی اور سست روی میں مبتلا کر دیا۔ اس نے اچھی حکومتوں کے انداز کو بالکلیہ بدل دیا۔ تمام آزادانہ خیالات انقلاب کے نام سے مطعون ہونے لگے، اور حکومت و اقتدار کے معنی یہ قرار پاگئے کہ ہر قسم کی اصلاح کی مخالفت کرنا اس کا کام ہے۔ ایسی بھی سلطنتیں تھیں جن میں بس اتنا ہی تغیر ہو کر رہ گیا یعنی انھوں نے انقلاب کے اسی پہلے اثر کو قبول کر لیا، اور انگلستان کے مانند ایسی بھی سلطنتیں تھیں جن کی تاریخ ایک پوری نسل تک سیاسی ترقی کو روکنے اور اسے راہ سے بے راہ کر دینے کی تاریخ ہے ان کے سوا دوسری ایسی سلطنتیں بھی تھیں (اور انہیں کی زیادہ کثرت تھی) جن میں فرانس کے متواتر فتوحات کے

---

[1] زابر فلوٹ کی پوس نے جو تعبیر کی اس کے لئے اسپر نگر کی تصنیف "جادو کا بینہ" (Zauberflote) جلد اول صفحہ ۲۹ دیکھنا چاہئے۔

پیدا کر وہ جذبہ سے دور میں تغیرات کی رو میں یہ پہلی تحریک اور یہ پہلی رجعت دونوں فراموش ہو گئیں ۔ اب ہم جس دور میں داخل ہونے والے ہیں اُن میں ان تغیرات کی نوعیت و کیفیت کی دلچسپی خود ان جنگ آزمایوں کی دلچسپی سے بڑھی ہوئی ہے جن کی وجہ سے یہ تغیرات عمل میں آئے تھے ۔

باب سوم

اطالوی مہمات، معاہدہ کیمپو فارمیو

آسٹریا پر سہ گانہ حملہ۔ مورو، ژوردان۔ بوناپارٹ، اطالیہ میں اطالوی سلطنتوں کی حالت۔ بوناپارٹ اور نظامت کے ادعات اور اصلی ارادے۔ جنگ مانٹینوٹ۔ سارڈینیا سے التوائے جنگ، لمبارڈی کی مہم۔ پوپ، نیپلز، ٹسکینی کے ساتھ برتاؤ۔ محاصرہ منٹوا۔ کاسٹیلیونا۔ مورو اور ژوردان جرمانیہ میں۔ ان کی بازگشت۔ پرشیا سے خفیہ معاہدہ۔ انگلستان سے مراسلات۔ جمہوریہ سسپاڈین۔ اطالوی خودمختاری کے خیال کی ترقی۔ جنگہائے ارکولا و ریوولی۔ ٹولنٹینو میں پوپ سے صلح۔ وینس۔ لیوبن کے مراحل ابتدائی۔ فرانسیسی، وینس میں۔ فرانسیسیوں کا جزائر یونان پر قبضہ کرلینا اور وینس کا آسٹریا کو دیدینا۔ جنیوا۔ پیرس میں ۱۸ فرکٹیڈر کی ضرب ناگہانی۔ معاہدہ کیمپو فارمیو۔ سمندر پر انگلستان کے فتوحات۔ مصر کے خلاف بوناپارٹ کا منصوبہ۔

اطالیہ، ڈینیوب۔ اور ین کی فوجیں۔ ۱۷۹۶ء

۱۷۹۶ء کے آغاز کے ساتھ یورپی تاریخ کی خاص دلچسپی دوسرے منظر کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ اس وقت تک فرانسیسی فتح کا سیلاب رائن کی طرف بہتا جا رہا تھا۔ پرنیز والی فوج کی پیش قدمی صلح ہو جانے کے باعث رک گئی تھی۔ اطالیہ والی فوج کو پہاڑوں سے ورے کچھ غیر معروف سی کامیابیاں حاصل ہوئی تھیں۔ اسی ۱۷۹۶ء کے موسم بہار میں اس موخرالذکر فوج کی کمان پر نپولین کے تقرر سے جمہوریت کی فتحوں کا مرکز آلپس سے پار کی سرزمین میں قائم ہو گیا۔ معاہدۂ باسل کے رو سے پرشیا سے آزاد ہو کر نظامت کو اب یہ موقع مل گیا کہ وہ ہالینڈ اور نشیبی رائن سے اپنی توجہ کو ہٹا لے اور اپنی پوری طاقت آسٹریا کی کشاکش میں صرف کر دے۔ بونا پارٹ کے مشورے سے وائنا کے خلاف تین طرف سے فوجیں بڑھیں۔ ایک لمبارڈی کے راستے سے، دوسری ڈینیوب کی طرف سے اور تیسری وادی ین کی جانب سے۔ سپہ سالار ژوردان جس نے ندرلینڈرز کے فتح کرنے والی فوج کی کمان کی تھی، اسے براہ فرینکفرٹ، جرمانیہ میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا، مورو نے مقام اسٹراسبرگ پر رائن کو عبور کیا، اور خود نپولین اپنی تھوڑی بہت فوج کو لے کر نائیس کی ساحلی سڑک کی طرف سے چل کر، جینوا سے چالیس میل مغرب میں بحری اپینائینز کے ڈھال پر آسٹریا اور سارڈینیا کی متحدہ فوجوں کے مقابل ہوا۔ جس ملک میں وہ اس وقت کارروائی کرنے والا تھا، اس میں وہ ۱۷۹۴ء میں بھی کام کر چکا تھا اور اس وجہ سے اس سے واقف تھا خود اس کے عادات و اطوار اور اس کی زبان سے اسے خاص فائدہ حاصل تھا کہ وہ جہاں بھی کام کرتا نفع میں رہتا۔ وہ دل سے اطالوی نہیں تھا، مگر وہ اطالویوں کے طبائع سے اس قدر واقف تھا کہ وہ ان کے جذبات سے اچھا کام لے سکتا تھا اور جب تک کہ اسے اطالویوں کی رائے کی تائید کی ضرورت ہوتی وہ خود اپنے

مسلسل فتوحات سے ان کی امیدوں کو اپنی ذات سے وابستہ رکھ سکتا تھا۔

اطالیہ کا وہ تابناک و پرزور زمانہ جب اُس نے اپنی جمہوری آزادی کی درخشانی سے شمالی یورپ کو علوم و فنون اور حظوظ زندگانی میں اس قدر نفع پہنچایا تھا، اسے گزرے ہوئے تین صدیاں ہو چکی تھیں۔ اب نہ تہائے دراز سے مطلق العنان یا غیر ملکی حکومت کے نیچے دبے رہنے، تجارتی تعطل اور ذہنی و اخلاقی انحطاط نے اطالیوں کو اس قابل نہ رکھا تھا کہ یورپ کی سیاسی طاقتوں میں ان کا بھی کچھ شمار ہوتا۔ ۱۷۴۸ء کی صلح ایکسلاشاپل تک خاندانہائے باربن و ہیپسبرگ کے درمیان، اطالیہ کے صوبوں کا لین دین ہوتا تھا اور اگرچہ اس وقت کی قرارداد نے امارت ملان کے سوا اطالیہ کے اور کسی حصہ کو کسی غیر ملکی شہنشاہی میں ملحق نہیں رکھا، پھر بھی، نیپلز کا تاج اسپین کے باربن خاندان کی ایک شاخ کو عطا کر دیا گیا اور آرچ ڈیوک فرینسس کے ساتھ میریاتھرسا کا عقد ہو جانے سے ٹسکنی، خاندان آسٹریا کا ایک ضمیمہ بن گئی۔ وینس اور جنیوا نے اپنی خودمختاری اور اپنی جمہوری حکومت کو قائم رکھا مگر ان کی قدیم طبیعت کا کوئی اثر باقی نہیں رہا۔ انقلابی جنگ کے آغاز کے وقت تمام براعظم میں اطالوی اثر حاوی تھا۔ نیپلز کے فرڈیننڈ کی ملکہ اور اس پر فرمان چلانے والی میری کیرولاین، لیوپولڈ اور میری انٹوائینٹ کی بہن تھی۔ پیڈمانٹ کے علاوہ (جس نے پرزور فوجی احساس اور مستعدانہ وطن پرستانہ حکمت عملی کے روایات قائم رکھے تھے)، اطالیہ کی تمام دوسری سلطنتیں یا تو وینس و جنیوا کے مانند یہ چاہتی تھیں کہ آس پاس جو کچھ گزر رہا ہو سب کی طرف سے اپنے آنکھ کان اس طرح بند کر لیں گویا انہیں کچھ خبر ہی نہیں اور اس طرح اپنے خطرے کو بچا لے جائیں یا ان پر ایسے خاندان حکمران تھے جو براعظم کے ذیشان شاہی خاندانوں سے تعلقات قریبہ رکھتے تھے۔ خود اطالیہ میں نپولینی دور کے اندر یورپی

معاملات کی عام رفتار میں، کسی معاملہ کا تصفیہ اطالوی قوم کے جذبات کے موافق نہیں ہوتا تھا۔ کسان گاہ بگاہ بڑے جوش و خروش کے ساتھ فرانسیسیوں کے مقابلہ میں لڑے مگر اسپینیوں کی طرح یہاں کوئی قومی جذبہ نہیں تھا جو نپولین یا اس کے دشمنوں کی جانب میں اطالیہ کے اعلیٰ طبقات کو متحد کر دیتا۔ رضا و تسلیم اس قوم کی عادت میں داخل ہو گئے تھے، قومی اتحاد و وقعت کا احساس اور وہ شخصی فخر جو فقدان حریت کو ایک جور ناقابل برداشت بنا دیتا ہے، اطالویوں کے طبائع میں بہت بعد کو پیدا ہوا۔

لیکن سیاسی حیثیت سے اس طرح کالعدم ہونے کے باوجود بھی اطالیہ کی حالت انحطاط و زوال کی نہیں تھی۔ اس کے بدترین ایام اٹھارویں صدی کے وسط کے قبل ختم ہو چکے تھے۔ انقلاب فرانس سے پچاس برس ماقبل کا زمانہ اگر جذبۂ حریت کے پیدا کرنے میں موید نہیں ہوا تاہم دوسرے اعتبارات سے یہ زمانہ ترقی و تجدید کا زمانہ تھا۔ لمبارڈی میں اسپینیوں کی مدتوں کی جمود و بدنظمی کے بعد میریا تھریسا اور جوزف کی حکومت نے زندگی و جوش پیدا کر دیا تھا۔ مقامی مستعد کاری کے روایات زندہ ہو گئے تھے، آب رسانی و زرعی ترقیات کے کاموں میں کمیونوں کی ہمت افزائی کی جا رہی تھی۔ اظہار رائے و مطابع کی خاص آزادی کی وجہ سے اطالیہ میں آسٹروی مقبوضات ذہنی تحریک کا مرکز بن گئے تھے۔ جنوب میں ترقی کا آغاز اس دن سے ہوا جس دن (۱۷۳۵ء میں) آخری غیر ملکی ویسرائے (نائب السلطنت) نیپلز سے ناپید ہوا اور شاہ چارلس پنجم ایک خود مختار بادشاہی کے طور پر سسلی کی حکومت پر متمکن ہوا (حالانکہ یہ بادشاہ بھی خاندان اسپین کا ایک رکن تھا)۔ صرف وینس اور پاپائی ممالک ایسے بےحس معلوم ہوتے تھے جن پر ان مادی و معاشری ترقیوں کا کوئی اثر نہ پڑا جو بقیہ

۱۷۴۸ء کے بعد تجدید حیات

اطالیہ میں سیاسی زندگی کے پیدا ہونے کے قبل اس قدر زور دکھا رہے تھے۔

یہ زمانہ آئینی امتیازات سے بھی خالی نہیں تھا۔ اٹھارویں صدی کے نصف آخری حصہ میں اگرچہ اطالیہ کے علم ادب میں وہ بات نہیں رہی تھی جو اس کے شاندار عہد شباب کے جذبات کو یاد دلاتی پھر بھی اتنا ضرور تھا کہ اس سے سنجیدگی اور اہم معاملات کی دلچسپی کا اظہار ہوتا تھا۔ لمبارڈی کے ماہران اقتصادیات کسی طرح انگلستان کے ماہرین سے پیچھے نہ تھے۔ ملان کے بکاریا کی تصنیف "جرائم و پاداش" نے یورپ کے ہر ملک میں قانون جرائم کے اصلاح کی تحریک پیدا کر دی۔ عالی خاندان و تعلیم یافتہ اطالیوں کی زندگی میں بے مصرف سپہ گری اور لاحاصل تنقید کو بڑا ہنر سمجھا جاتا تھا مگر اب اس کے بجائے زراعت، تجارت، اور تعلیم کے مسائل کی طرف زیرکانہ و روزافزوں توجہ بڑھتی جاتی تھی۔ ایک صاحب جودت وٹاریو الفیری (اطالوی فسانۂ غم کے بانی) نے نظم و نثر دونوں میں بے باکانہ خودمختاری اور ظالمانہ اقتدار کی مقاومت کے انداز کو انتہائی کمال کو پہنچا دیا تھا۔ الفیری نہ خود سیاسی معاملات میں کوئی صاحب فہم شخص تھا اور نہ وہ اطالیہ کے کسی واقعی سیاسی روش کا نمائندہ تھا مگر اطالیہ والوں کو اس نے جو سبق پڑھایا، اس وقت، اطالیہ کو بس اسی کی ضرورت تھی، اس نے انہیں اپنی ذات اور اپنے ملک کی عزت کرنے کا سبق دے دیا اور علم ادب میں اس مردانہ و پرزور جذبہ کے ظہور نے یہ امید پیدا کر دی کہ اطالوی قوم اب زیادہ دنوں تک اپنی سیاسی حالت پر قانع نہ رہے گی۔

معاشرتی حالت

بیرونی دنیا کو اطالیہ اس سے زیادہ کچھ نہیں معلوم ہوتی تھی کہ وہ روما کے "فورم" (جائے اجتماع عام) فلورنس کے رواق، کیپری کی بہشت اور نیپلز کے سواحل کا ویرانہ و خرابہ ہے، اس کی زندگی کے مقامی حالات کی گوناگونی پیرباہر کے

لوگوں کی نظر میں بہت کم پڑتی تھیں۔ اطالیہ میں ایسے اضلاع بھی تھے جہاں کا معاشری نظم تقریباً پولینڈ کی طرز کی بربریت کا سا تھا، اور ایسے اضلاع بھی تھے جہاں امیر و غریب یورپ کے ہر ایک دوسرے ملک کی بہ نسبت زیادہ خوشگوار تعلقات کے ساتھ لبسر کرتے تھے۔ اس فرق کا انحصار زیادہ تر اس امر پر تھا کہ گزشتہ زمانے میں بلدی زندگی نے کسی حد تک اس جاگیری نظم کو مغلوب کر دیا تھا جس کے بموجب مالک مقام اپنے علاقہ کا جج و حکمران خود ہی ہوتا تھا۔ شہروں میں صاحب جائداد امرا کو جذب کر لینے میں ٹسکنی نے سب سے زیادہ اور نیپلز و سسلی نے سب سے کم زور دکھایا۔ ازمنۂ وسطی میں، جب جمہوریہ فلورنس نے گرد و نواح کے امرا کو مجبور کیا کہ وہ شہری بن کر شہر کے دیواروں کے اندر رہیں تو بعض صورتوں میں اس نے امرا کو کل اقتدار و اختیار سے محروم کر دیا اور بعض صورتوں میں انہیں اپنے کاشتکاروں پر اختیار عدالتی قائم رکھنے کا مجاز کر دیا، مگر ان حالتوں میں بھی شہر کے اقتدار شاہانہ نے جاگیری تعلق کی شدت و جبر کو بہت کچھ محو کر دیا۔ فلورنس کی آزادی کے زوال کے بعد مڈیچیوں نے قدیم بادشاہیوں کی نقالی میں ان لوگوں کو مارکوئس اور کاونٹ کے خطابات عطا کئے جنہوں نے غلامی کو آزادی پر ترجیح دی اور اس عطائے منصب کے ساتھ مقامی اقتدار بھی موروثی طور پر بخش دیا، مگر ان نئے تنظیمات نے ملک کی زندگی میں کچھ مضبوط جڑ نہ پکڑی اور خاندان لورین (۱۷۴۹) کے پہلے آرچ ڈیوک کے قانون نے صاحب جائداد امرا کو محض دیہات کے شرفار کی حیثیت میں بدل دیا۔ علاقے بہت بڑے بڑے نہیں تھے، رائج الوقت زرعی نظم اس وقت کی طرح "مزارعت" کا تھا، یعنی زمیندار اور کاشتکار میں شراکت ہوئی تھی۔ حسب رواج کاشتکار کا قبضہ ارضی مستقل ہوتا تھا اور پیداوار میں زمیندار کا حصہ ہوتا، اور وہ مویشی اور سامان کشتکاری کا ایک جزو مہیا کرتا تھا۔ ٹسکنی میں اس "مزارعت" کے حالات کاشتکاروں کے لئے بغایت مفید تھے، اور اگر ایک سہل انگیز و روشن خیال حکومت کے

تحت میں خوش فکری کی دہقانی زندگی ہی سلطنت کا مآل کار ہو تو پھر آٹر سکینی کو بہت ہی نادر و نایاب خوش حالی حاصل تھی۔

نیپلز و سسلی۔

نیپلز اور سسلی کی حالت اس سے بہت ہی مختلف تھی یہاں شہری زندگی کی ترقی کبھی اس درشت فرمانروائی پر اثر انداز نہ ہوئی تھی جسے بیرنون نے ان وسیع قطعات ارض پر جاری کر رکھا تھا جو متمدن دنیا سے علٰحدہ تھے۔ ۱۷۳۵ء میں جب چارلس سوم تخت نشین ہوا تو اس نے دیکھا کہ پورے پورے صوبے ایسے تھے جہاں سلطنت کی طرف سے معدلت گستری کا مطلق کوئی انتظام نہیں تھا امرا کے جاگیری حقوق انتہائی حد تک آزار دہ تھے، اور عوام کی بربریت بعض شہروں میں حد غایت کو پہنچی ہوئی تھی۔ بادشاہی کے دو ہزار چھ سو قصبوں اور دیہاتوں میں سے صرف پچاس ایسے تھے جو جاگیری اقتدار کے تابع نہ ہوں۔ نیپلز کے پندرہ میل پر سان جنیرو دی پالما کے علاقہ میں ۱۷۸۶ء تک صرف بیرن کے عہدہ دار ہی وہ اشخاص تھے جو مکانوں میں رہتے تھے اور دو ہزار کاشتکار پھوس کے چھپروں میں سوتے تھے ؎۱ ۱۷۳۰ء سے ۱۷۵۹ء تک

؎۱۔ گلانٹی "انتشار سسلی": Deocriszione delle Sialic کہ اہل سینیم اور اہل لوکینیا اس قدر ہولناک منظر نہیں پیش کر سکتے تھے کیونکہ وہاں جاگیری قواعد نہیں تھے"۔ غالباً گلانٹی کی کتاب اس بے اندازہ کام کا بہترین تصور پیدا کرتی ہے جو اٹھارویں صدی کی شاہی کو اس اصول کے خلاف انجام دینا پڑتا تھا جسے وہ بجا طور پر "جاگیری حکومت کی بلا" کہتا ہے۔ اٹھارویں صدی میں بہت آگے تک یورپ کے زیادہ پس ماندہ ملکوں میں جاگیری طریق کی تکمیل و مصیبت کا صحیح اندازہ واقعی زندگی کے ان ضربات کے مطالعہ کے بغیر نہیں ہو سکتا جن کا خاکہ ان چشم دید شاہدان نے کھینچا ہے کاسلری (۸-۲۱۷) میں ۱۸۱۰ء کی سسلی کا ایک بہت اچھا گمنام بیان موجود ہے۔

جب کہ نیپلز کا تاج چارلس کے زیب سر رہا تو خود اس نے اور اس کے بعد اُس کے کمزور جانشین فرڈینینڈ چہارم کے وزرا تنوسی اور کاراچولی نے انصاف و انتظام کے معاملہ میں سلطنت کے اقتدار کو نافذ کیا اور امرا کے بعض نہایت ہی تکلیف دہ جاگیری حقوق کو منسوخ کیا مگر ان کے یہ قوانین اگرچہ نہایت دلیرانہ اور انگریزی معیار کے مطابق تو انقلابی تھے، مگر جو معاشری نظم صوبوں کی ناقص حکومت و بد انتظامی پر مبنی ہوا ہے یہ قوانین بھی دو نسلوں تک نہ بدل سکے۔ انقلاب فرانس کے آغاز کے وقت دونوں سسلی کی بادشاہی کا حال وہی تھا جو اس وقت بھی ہے یعنی یہ ایک ایسی سرزمین تھی جس میں دولت و جائداد کی عدم مساوات بہت بڑھی ہوئی تھی۔ یہاں بہت بڑے بڑے علاقے ستم شعار و بد دماغ مالکوں کے ہاتھوں برباد ہو رہے تھے اور کسانوں کی کیفیت یہ تھی کہ نفع بخش حرفت یا قانون کے منصفانہ و باضابطہ نفاذ کے نہ ہونے سے ان کی طبیعتوں میں کچھ تربیت نہیں آئی تھی اور اس لئے انھیں وحشی صفت اور متعصب پادریوں سے بہتر کوئی رہبر نہیں ملتا تھا۔

پڈمانٹ۔

بقیہ حصص اطالیہ میں حالات زندگی ٹسکنی اور نیپلز کے طرزوں کے اندر ہی مختلف مقامات پر مختلف نوع کے تھے۔ پڈمانٹ جو اپنے قومی جذبات اور اپنی حب الوطنی میں اطالیہ کی دوسری سلطنتوں سے بہت بڑھا ہوا تھا، وہ معاشری حیثیت سے سب سے پیچھے رہنے والوں میں تھا۔ یہ پادریوں، امیروں اور

سپاہیوں کا ملک تھا' جہاں کام کے ایک بے کیف مقررہ طریق پر چلنے اور ہر طرح کی جدتِ خیال و اخلاق کے دبائے جانے سے، شاعر' الیفری کے ایسے اعلیٰ ارباب ذہن اونکا کو اپنا وطن چھوڑ کر کوئی اور آزاد تر سرزمین تلاش کرنا پڑی۔

نظامت اور بونا پارٹ کے ادعات اور اصلی ارادے۔

انقلاب کے ابتدائی برسوں میں، فرانسیسی جوشیلوں نے یہ کوشش کی تھی کہ اطالیہ کے خاص خاص شہروں میں انجمن قائم کرکے وہاں انقلاب کو وسعت دیں، مگر اسے کچھ زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ البتہ نیپلس کے اعلیٰ طبقات کے نوجوانوں میں آزادی کی کچھ تحریک پیدا ہوئی کیونکہ یہاں ملکہ میری کیرولاین کے زیر اثر حکومت اب رجعت پسند ہو گئی تھی۔ ٹیورن اور لمبارڈی کے بعض دوسرے شہر بھی فرانسیسیوں کے طرفداروں سے خالی نہیں رہے تھے، مگر سیوائے کی ایسی عام بدولی آپس کے مشرق جانب کہیں نہیں تھی۔ ۱۷۸۹ء اور ۱۷۹۲ء کی شور انگیزی گزر گئی اور اطالیوں کو آزادی یا قومی خود مختاری نصیب نہ ہوئی۔ بونا پارٹ کو جب فوج کی کمان حاصل ہوئی، اس وقت اطالیہ میں جمہوری جذبات کا وہ جوش و خروش ناپید ہو چکا تھا جس کی انقلابی جنگ کے اولین سرگروہوں میں کچھ کمی نہ تھی، اور ہول و تخویف کے جو مدبر باقی رہ گئے اور انھوں نے نظامت میں عہدے

حاصل کرلئے وہ "حقوق انسان" اور "حریت اقوام" کے فقروں کا محض مذاق کرتے تھے۔ بوناپارٹ اطالیہ میں یہ صدا لگاتا ہوا داخل ہوا کہ وہ اطالوی آزادی کو بحال کردے گا مگر اس کا قطعی مقصد یہ تھا کہ وہ اطالیہ کو فرانس کے خالی شدہ خزانہ کو معمور کرنے کا ذریعہ بنائیگا۔ نظامت سے اس نے جو مراسلت کی اس سے غارت و فریب کاری کا یہ سوچا سمجھا طریق جس میں سپہ سالار اور حکومت دونوں ایک دل تھے بہت وضوح کے ساتھ ظاہر ہوجاتا ہے۔ دوسرا سوال کہ شمالی اطالیہ میں جو علاقے فتح ہوگئے ان کا انجام کیا ہوگا اس کے متعلق بوناپارٹ اور نظامت میں کوئی مفاہمت نہیں ہوئی تھی، اور درحقیقت اس معاملہ میں ان دونوں کے مقاصد مخالف یکدگر تھے۔ نظامت یہ چاہتی تھی کہ لمبارڈی کو فتح کرکے آسٹریا کو دیدے اور اس کے عوض نشیبی ندرلینڈ لے لے، بوناپارٹ کے ذہن میں کم ازکم یہ خیال ضرور تھا کہ ایک اطالوی سلطنت کا قائم ہوجانا ممکن ہے، اور اس کا ارادہ یہ تھا کہ وہ آسٹروی لمبارڈی کو یا شمالی اطالیہ کے کسی دوسرے حصہ کو ایک جمہوری سلطنت بنادے جو فرانس کے لیے ایک بیرونی فوجی چوکی کا کام دے۔

بوناپارٹ نے آسٹروی اور سارڈینوی فوجوں کو علٰحدہ کردیا۔ اپریل ۱۷۹۶ء

۱۷۹۶ء کی مہم کا آغاز ماہ اپریل میں ان پہاڑیوں کے اندر ہوا جو نائس و جنیوا کو ملانے والی ساحلی سڑک کے اوپر واقع تھیں۔ بوناپارٹ کی فوج میں چالیس ہزار آدمی تھے، اور اس کے مقابلہ میں بیولو کے تحت میں اونتیس ہزار آسٹروی اور اس سے کچھ کم سارڈینوی تھے، یہ فوجیں پڈمانٹی اپنیانیز کے اوپر اس طرح جمائی گئی تھیں کہ پڈمانٹ کو جانے والی ساحلی سڑک کے راستوں کو روک دیں اور فرانسیسی اگر مشرق کی طرف جنیوا کے خلاف بڑھ جائیں تو ان کے عقب کو خطرے

میں ڈال دیں، پڈمانٹ کی فوجیں اپنی رسد وغیرہ ٹیورن سے حاصل کرتی تھیں اور آسٹریا کی فوجیں منٹوا سے، ان دونوں فوجوں کو علیحدہ کر دینے کا اثر یہ ہوتا کہ انہیں مجبور ہو کر بازگشت کے ایسے راستوں پر ہٹنا پڑتا جو انہیں ایک دوسرے سے بعید اور بعید تر کرتے جاتے۔ بوناپارٹ نے اپنی پیش بینی سے یہ سمجھ لیا تھا کہ ان دونوں فوجوں کو الگ کر دینے کا اثر سارڈینیا کی حکومت پر کیا پڑے گا۔ چار روز تک وہ علی التواتر مانٹینوٹ اور ملیسیمو پر حملے کرتا رہا تاآنکہ اس نے خود اپنی فوج کو اس حد پر پہنچا دیا کہ وہ مخالفین کے وسط میں آ پڑی۔ بعد ازاں تھوڑی فوج آسٹریا پر نظر رکھنے کے لئے چھوڑ کر باقی تمام فوج سے وہ اہل پڈمانٹ پر ٹوٹ پڑا اور ان کو اس حد تک پیچھے ہٹا دیا کہ وہ ٹیورن سے تیس میل رہ گئے۔ خود دارالسلطنت میں شورش ہو جانے کے اندیشہ سے حکومت خوف زدہ ہو گئی اور اس نے (۲۰ر اپریل) کو مقام کراسکو میں بوناپارٹ کے التوائے جنگ کو قبول کر لیا اور کونی، سیوا اور ٹرانٹو کے قلعے (جو اطالیہ کے داخلہ پر حاوی تھے) فرانسیسیوں کے حوالے کر دیے۔ یہ حوالگی نہایت زبون تھی کیونکہ ٹیورن پر اس سے قبل قبضہ نہیں ہو سکتا تھا کہ آسٹروی اپنی پوری قوت کے ساتھ واپس آ جاتے مگر بوناپارٹ نے اپنی فتح کے اثر کا بہت صحیح اندازہ کیا تھا التوائے جنگ کے بعد ہی فرانس و سارڈینیا میں جلد تر معاہدہ صلح ہو گیا اور سیوا ئے، جمہوریہ فرانس کو حوالہ کر دیا گیا جس سے بوناپارٹ کو آسٹریوں کے تعاقب کے لئے پوری آزادی مل گئی اور اسے یہ پریشانی لاحق نہ رہی کہ اس کے عقب میں یورپ کے نہایت ہی مستحکم قلعوں میں سے بعض قلعے واقع ہیں۔

سارڈینیا سے التوائے جنگ و صلح۔

سارڈینیا سے مراسلات میں بوناپارٹ نے قصبۂ ولنزا کی حوالگی کا اس بنا پر مطالبہ کیا کہ دریائے پو پر سے بحفاظت گزرنے کے لئے اس کی ضرورت ہے۔ اس سے آسٹریا

کے سپاہ سالار بیولو کا خیال اس طرف گیا کہ وہ اپنی فوجیں اسی نقطہ پر جمع کرے، وہ اسی خیال میں رہا اور بوناپارٹ دریا کے جنوبی کنارے سے لگا ہوا دفعتہً مشرق کی طرف چل پڑا اور بیولو جس جگہ اس کا انتظار کر رہا تھا اس سے پچاس میل پیچھے مقام پیازنسا پر دریا کو عبور کر گیا۔ یہ بڑی نمایاں کارروائی تھی۔ آسٹریوں کے وسائل آمد و رفت خطرے میں پڑ گئے اور آسٹروی سپہ سالار کو ملان اور اس سے مغرب کے تمام حصہ ملک کو چھوڑ کر ایڈا کے خطوط پر پیچھے ہٹنا پڑا۔ بوناپارٹ

جسر لوڈی ۱۰ر مئی۔

بھی اس کے پیچھے پیچھے چلا اور دسویں مئی کو بمقام لوڈی، آسٹریوں پر حملہ کر دیا۔ اپنے خاص سپاہیوں کے آگے ہو کر، اس نے بذات خاص لوڈی کے پل پر تاخت کی اور اسے لے لیا۔ یہ جنگ آسٹریوں کے لئے اس قدر تباہ کن ثابت ہوئی کہ وہ دوسرے معرکہ کے خطرے میں پڑنے کی ہمت نہ کر سکے اور مینٹوا اور خط منسیو پر پلٹ گئے[۱]

---

[۱] مراسلات نپولین، جلد اول۔ صفحہ ۲۶۰ بوٹا مقالہ ششم مراسلات کرنل گریہم (برطانوی اتاچی، ہمراہ فوج آسٹریا)، دفاتر سلطنت ہائے اطالوی جلد ۵۷۔ ان نہایت اہم خطوط سے، جن کا آغاز ۱۹ر مئی سے ہوتا ہے، اس تفرقہ اور شک وشبہ کا اظہار ہوتا ہے جو اول ہی سے آسٹروی فوج میں برپا تھے۔ "خود بیولو کے سپہ سالاروں نے اس کے ساتھ موافقانہ اتحاد عمل نہیں کیا، پڈمانٹ والوں نے تو اور بھی کم ایسا کیا وہ ان پر یہ الزام لگاتا ہے کہ انھوں نے اس وجہ سے شکست کھا جانا چاہا کہ جس صلح کا وعدہ گزشتہ جنوری میں ہوا تھا وہ وقوع میں آ جائے۔" بیولو اپنے ان سپہ سالاروں پر ہمیشہ سے زیادہ غضبناک تھا جو اس کے تجاویز کی ناکامی کا باعث ہوئے۔ اس نے کہا کہ ان میں سے نوبزدل تھے۔ میرا یقین ہے کہ ان میں سے بعض اس معاملے کی نسبت اچھا خیال نہیں رکھتے تھے۔" ۱۵ر جون "اکثر عہدہ دار اپنے کو اس خیال سے تسکین دیتے ہیں کہ شکست سے صلح ہو جائے گی اور دوسرے مایوسی

(بقیہ بر صفحۂ دیگر)

بوناپارٹ، ملان میں، استحصالات

بوناپارٹ اب (۱۵ مئی) کو فاتحانہ شان سے ملان میں داخل ہوا۔ اس کے پرشکوہ فتوحات اور اطالیہ کی دوستی کے متعلق اس کے سرگرم اظہار خیالات نے اس آبادی میں ایک جوش پیدا کر دیا جواب تک آسٹروی حکومت کی معاند نہیں تھی۔ ایک نئی سیاسی تحریک کا آغاز ہو گیا۔ فرانسیسی فوج کے ساتھ فرانسیسی جمہوریت کے وہ تمام طرفدار بھی آموجود ہوئے جو اطالیہ کے دوسرے حصص سے خارج کر دئے گئے تھے۔ ملان میں جو مختصر سا انقلابی عنصر پہلے سے موجود تھا، اس کے ساتھ مل کر ان لوگوں نے جراید اور وطن پرستانہ جلسوں کے ذریعہ سے ایک نئی رائے عامہ پیدا کرنا شروع کر دی۔ بوناپارٹ کے حق میں یہ نہایت ہی مفید تھا کہ لمبارڈی کے اضلاع میں اعلیٰ طبقات کے اندر ایک انقلابی فریق مرتب ہو جائے کیونکہ فرانسیسی فوج کی یورشوں نے کسانوں کو برافروختہ کر دیا تھا، اور خود بوناپارٹ کی کارروائیاں بھی ایسی نہ تھیں جن سے اسے تمام تر نکو خواہی حاصل ہو سکتی۔ نظامت کی طرف سے اسے جو ہدایات ملے وہ نہایت ہی سادے تھے۔ اس کے داخلہ ملان کے بعد ان ناظموں نے اسے یہ لکھا تھا کہ "جو شے بھی ہمارے لئے مفید ہو سکے اور سیاسی حالت جس کے انتقال کی اجازت دے، ان میں سے اطالیہ میں کچھ بھی باقی نہ چھوڑو"۔ اس قسم کے حکم کے مطلب سمجھنے میں بوناپارٹ کو اگر کچھ شک بھی رہا ہو تو سال ماسبق میں بلجیم اور ہالینڈ کے فنون لطیفہ کے کاموں کی لوٹ نے اس پر یہ اچھی طرح واضح کر دیا ہو گا کہ اس حکم کا لفظ بہ لفظ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کا اظہار کرتے ہیں"۔ ۲۵ جولائی۔ بیولو نے گریہم سے یہ کہا کہ اگر جنگ لوڈی کے بعد بوناپارٹ بڑھتا آتا تو وہ سیدھے مینٹوا میں داخل ہو جاتا۔ مدافعت کی تیاریاں بعد میں ہوئی تھیں۔

پورا کرنا مقصود ہے۔ پس عطیہ آزادی کے صلہ میں، اہل ملان سے یہ خواہش کی گئی کہ وہ اپنے نجات دہندوں کو دو کرور فرانک پیش کریں، اور اپنے گرجوں اور رواقوں کے نقش و نگار میں سے انہیں حسب دلخواہ انتخاب کر لینے دیں۔ التوائے جنگ کے عوض میں ڈیوک پارما اور ڈیوک موڈینا سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنے وہاں سے چالیس بہترین تصاویر حوالہ کریں اور آمدنی کے حسب حال زر نقد بھی دیں۔ ڈیوک اور شہر کے لوگوں نے اپنے حصے کی رقمیں بخندہ پیشانی دے دیں مگر لمبارڈی کے کسان جن کے مویشی اس فوج کے ضروریات کے لئے لے لئے گئے تھے جو اپنے کسی سامان کے بغیر کوچ کر رہی تھی وہ مسلح ہو کر لڑنے کے لئے تیار ہو گئے وہ پیویا میں جا پڑے اور راستہ میں جتنے فرانسیسی سپاہی ملے سب کو قتل کر ڈالا۔ یہ شورش فوراً ہی دبا دی گئی اور شہر پیویا تاراج کے لئے وقف کر دیا گیا۔ اطالیہ کے حریت پسند فریق کی خاطر سے اس تحریک کو پادریوں اور امیروں کی سازش قرار دیا گیا۔

اب وسطی اطالیہ کا راستہ بوناپارٹ کے سامنے کھلا ہوا تھا، روما اور نیپلز کی ایسی حالت نہ تھی کہ وہ کچھ مقاومت کرتے مگر فرانسیسی سپہ سالار نے نہایت صحیح بصیرت سے اس وقت تک کے لئے اس ضعیف شکار کی طرف بڑھنے سے انکار کر دیا جب تک کہ آسٹریا کی فوج جواب شکستہ ہو چکی تھی بالکلیہ میدان سے خارج نہ کر دی جائے۔ اپینایئنز کو قطع

جنگ منسیو ۲۹ رمئی

کرنے کے بجائے بوناپارٹ، منسیو کے آسٹروی مستقرات کی طرف بڑھ گیا۔ اسے یہ مناسب معلوم ہوا کہ برسیا پر قبضہ کر کے متصلہ مملکت وینس کی غیر جانبداری کی خلاف ورزی کر گزرے۔ بیولو نے اسی کی تقلید کی اور خلیج گرڈا کے پائین میں پیچرا پر قبضہ کر لیا، اور اس طرح خلیج مینٹوا سے آگے منسیو کے تمام طول و عرض پر قابض ہو گیا۔ ایک جنگ ہوئی اور آسٹروی خلیج و قلعہ کے درمیان میں شکست کھا گئے۔ بیولو کی قوت نے جواب دے دیا۔ وہ اب میدان

میں دشمن کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا اور اپنی فوج کو اطالیہ سے نکال کر ٹرول میں لے گیا۔ اور مینٹوا کو فرانسیسیوں کے تصرف کے لئے چھوڑ گیا۔ فاتح کی پہلی فکر یہ تھی کہ وینس سے اس جرم کا معاوضہ وصول کرے کہ اس کی مملکت آسٹروی ضلع کی مشرقی و مغربی حدوں کے درمیان کیوں حائل ہے بوناپارٹ نے ایسا ظاہر کیا گویا وہ یقین کرتا تھا کہ خود اس کے بریسیا پر قبضہ کرنے کے قبل اہل وینس نے بیولو کو پشچیریا کے قبضہ کی اجازت دیدی تھی، وینس سے جو ایلچی اس خیالی جرم کی معذرت کے لئے آئے ان سے اس نے بہت ہی خوفناک تہدیدی الفاظ استعمال کئے۔ وہ جمہوریہ وینس سے روپیہ وصول کرنے کا عزم بالجزم کر چکا تھا، وہ وردنا پر قبضہ کرنے اور آئندہ کی زیادتیوں کے لئے بھی کسی حیلہ کی تلاش میں تھا۔ اس نے (۷ سر جون کو) نظامت کو لکھا تھا کہ "میں نے قاصداً یہ مناقشہ برپا کیا کہ اگر آپ وینس سے پچاس ساٹھ لاکھ فرانک لینا چاہیں تو لے سکیں۔ اگر آپ کے کچھ اور قطعی ارادے ہوں تو بہتر ہے کہ اس تنازعہ کو قائم رکھا جائے"۔ جس ارادے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ یہ ذلت انگیز منصوبہ تھا کہ ندرلینڈر کے عوض میں وینس کو آسٹریا پر قربان کر دیا جائے۔ یہ کارروائی ان تجاویز پر مبنی تھی جنھیں تھیوگٹ ۱۷۹۳ء سے جانتا تھا[1]۔

آسٹروی اب اچھی طرح لمباردی سے خارج ہو چکے تھے،

---

[1] تھیوگٹ، خلاصہ، جلد اول صفحہ ۱۰۷۔ تھیوگٹ اور سنٹ پیٹرسبرگ کے آسٹروی سفیر لڈوگ کوبنزل کے درمیان اسی منشا کی مراسلت حصہ حروف میں ۱۷۹۳ء میں ہوئی تھی جون ۱۷۹۵ء میں تھیوگٹ جب بلجیم میں تھا اس وقت لڈوگ نے وینس کو ایک مراسلہ روانہ کیا جو خفیہ حروف میں نہیں تھا۔ بڈھے پرنس کانز (سابق وزیر) نے یہ سنا کہ سنٹ پیٹرزبرگ سے کوئی قاصد آیا ہے اس نے ایک آمر مطلق کی طرح وزارت خارجہ میں اس مراسلہ کا مطالبہ کیا مراسلہ اسے دیدیا گیا۔ اس راز کو الوداع جو گزشتہ ایک برس تک اس قدر فکر سے محفوظ رکھا گیا تھا،

اور بوناپارٹ کو اب جنوب اطالیہ کی طرف دست شفقت دراز کرنے کی آزادی حاصل تھی۔ وہ کلیسا کے ممالک میں داخل ہو گیا اور بولونا سے پاپا کے وکیل کو نکال دیا۔ فرڈینینڈ جس نے تھوڑے ہی زمانہ قبل شاہ کشوں کے ملعون گروہ کے خلاف اپنے غیظ و غضب میں زمین و آسمان کو سر پر اُٹھا لیا تھا، اس نے اب اس میں دانشمندی سمجھی کہ نپولین کا ہاتھ روک دے کم از کم اس وقت تک کے لئے تو ضروری ایسا کرے کہ آسٹریوں کی حالت ایسی ہو جائے کہ وہ لمبارڈی میں، پھر جنگ جاری کر سکیں۔ اس نے خود اپنی بادشاہی کے خلاف مخاصمات کے ملتوی کر دینے کی استدعا کی۔ نیپلز کے بیڑے اور اس کے سواحل کی وجہ سے اُسے فرانس و انگلستان کی کشاکش میں اہمیت حاصل تھی، اور بوناپارٹ نے التوائے جنگ کے لئے بادشاہ کو آسان شرائط عطا کر دیئے۔ (برخلاف ازیں) پوپ کو چند مہینوں کی عارضی صلح حاصل کرنے کے لئے فریرا، روینا اور اینکونا کے قبضہ کی اجازت دینا پڑی۔ اور اپنے فاتحین کے ضروریات، علمیت، ذوق اور نکو کرداری کے تسلیم کرنے کے لئے اسے دو کرور فرانک، پانچسو مسودات، سو تصاویر، اور مارکس اوریلیوس بروٹس کے مجسمات ہدیہ پیش کرنا پڑے بولونا میں پوپ کی حکمرانی غیر ہر دلعزیز تھی، اور بوناپارٹ نے عوام کی حکومت کے قائم ہونے تک اختیارات جس سینات کو تفویض کر دیئے تھے، اس نے بخوشی تمام جمہوریۂ فرانس کی وفاداری کا حلف اٹھایا اب صرف ٹسکنی کی ایک سلطنت رہ گئی تھی جس کی خبر لینا باقی تھا، درحقیقت ٹسکنی نے ایک برس قبل جمہوریت سے صلح کر لی تھی مگر لگھارن میں انگریزی سوداگروں کے جہازات و سامان یقیناً اچھے شکار تھے، اور اس حیلہ سے کہ انگریزوں نے فرانسیسی جھنڈے کی توہین کی ہے اور انھیں سزا دینا ہے بوناپارٹ نے لگھارن پر تاخت کر دی، اور اس کے ورود کے قبل جو

نیپلز سے التوائے جنگ ۵ر جون۔

چیزیں ہٹا نہ لی گئیں تھیں ان سب پر قبضہ کر لیا۔ فرانسیسی جب لگھارن میں ایک مرتبہ جم گئے تو پھر انھوں نے اس کے خالی کرنے سے انکار کر دیا۔ پس ڈیوک اعظم کے ساتھ تعلقات کو متوازن کرنے کے لئے انگریزوں نے جزیرہ البا میں اس کے بندرگاہ پورٹو فریرو پر قبضہ کر لیا۔

اسی اثنا میں مینٹوا کا بھی محاصرہ ہو گیا، اور وسطی اطالیہ میں ایک مختصر سی یورش کرنے کے بعد بوناپارٹ وہیں واپس آگیا۔ جولائی کے اختتام کے قریب آسٹریا کی ایک امدادی فوج ٹرول سے آگئی، تعدادی قوت کے اعتبار سے یہ فوج بوناپارٹ کی فوج سے دوچند تھی، یہ تین جیشوں میں منقسم تھی، ایک جیش کواسڈینوڈک کے تحت میں اسی سڑک کی طرف سے بڑھا جو خلیج گرڈا کے مغرب میں واقع تھی، دوسرے دو جیش سپہ سالار اعظم ورمسر کے تحت میں ان سڑکوں کی طرف سے بڑھے جو خلیج اور دریائے ریڈج کے درمیان واقع تھیں فرانسیسیوں کے لئے خطرہ نہایت سخت تھا، ان کی فوج کے بیرونی افتادہ حصوں کو شکست ہو گئی اور وہ پیچھے ہٹا دیئے گئے۔ بوناپارٹ کے لئے اپنے کو بچا لیجانے کی امید صرف اسی صورت میں ہو سکتی تھی کہ وہ اپنی تمام قوت کو خلیج کے پایئن میں جمع کر لے اور اس کے قبل کہ آسٹریا کی یہ فوجیں منسیو میں ایک دوسرے سے مل جائیں، وہ ان میں سے ایک نہ ایک پر حملہ کر کے اسے توڑ دے۔ پس اس نے فوراً ہی مینٹوا کے محاصرے کو اُٹھا دیا، اور دریا کے تمام مشرقی جانب سے اپنی فوجوں کو واپس لے لیا۔ ۳۰ جولائی کو کواسڈینوگ پر حملہ ہو گیا اور وہ خلیج گرڈا کے مغرب میں مقام لونیٹو پر روک دیا گیا، ورمسر کو اپنے رفیق کی اس پسپائی کی خبر نہ تھی وہ شان کے ساتھ مینٹوا میں داخل ہوا اور پھر وہاں سے اس توقع کے ساتھ روانہ ہوا کہ بوناپارٹ کو دوآگوں میں گھیر لیگا مگر فرانسیسی اس کی آمد کے لئے تیار تھے۔ ورمسر کیسٹیلیان

جنگہائے لونیٹو وکیسٹیلیان
جولائی و اگست ۱۷۹۶ء

میں روک دیا گیا اور اسے وہیں شکست ہو گئی اور ادھر آسٹروی فوج کے مغربی حصص بدستور لونیٹو میں رکے رہے۔ اب آسٹروی فوجوں کا ایک دوسرے سے ملنا غیر ممکن ہو گیا۔ پانچ روز کے اندر بونا پارٹ کے تدابیر اور اس کے سپاہیوں کی جانبازانہ مساعی نے وہ سب کچھ حاصل کر لیا جو زائل شدہ معلوم ہوتے تھے اور کچھ اور زائد بھی پالیا۔ آسٹروی شکست خوردہ و بددل ٹرول میں واپس ہو گئے اور اپنے پندرہ ہزار قیدی دشمن کے ہاتھ میں چھوڑ گئے۔

بونا پارٹ نے اب مہم کی ابتدائی تجویز کی تکمیل کے خیال سے جرمانیہ میں بزور اپنا راستہ نکالنے کی کوشش کی، ستمبر کے ابتدائی

عہ ورمسر کی یادداشتیں والبوناٹ میں موجود ہیں، اکلرفیٹ صفحہ ۷۷-۴۔ آسٹروی صدر مقام سے گریہم کے روزانہ مراسلات میں ان کارروائیوں اور جوش مسرت کے حالت مایوسی میں دفعتہً بدل جانے کی واضح تصویر دی گئی ہے "یکم اگست، میں جناب والا کو یہ اطلاع دینے کی عزت حاصل کرتا ہوں کہ مینٹوا کا محاصرہ اٹھا لیا گیا، فرانسیسی گزشتہ شب میں غایت عجلت کے ساتھ پسپا ہو گئے۔" ۲ اگست "آسٹروی تمام فرانسیسی دمدموں اور توپوں پر قابض رہے (جن کی تعداد تقریباً ۱۴۰ ہے) اور ۱۹۰۰۰ گولے اور بم بھی ان کے ہاتھ آئے ہیں۔" ۵ اگست :- "آج کے انہزام نے صورت حالات کو افسوسناک طور پر بدل دیا ہے، سپہ سالار کوامو ڈینوح کا کچھ حال معلوم نہیں ہے۔" ۹ اگست :- ہماری جانب آدمیوں اور توپوں کا نقصان اس سے بہت زیادہ تھا جتنا خیال کیا گیا ہے۔ جو مصائب ہم پر آپڑے ہیں مجھے اس حد مصائب کا گمان بھی نہیں تھا۔" ۱۰ اگست: فوج میں جو بدنظمی و بددلی پھیلی ہوئی ہے اس کا بیان کرنا تقریباً ناممکن ہے"۔ اگر مجھے اپنے خط کے متعلق اندیشہ نہ ہوتا (کیونکہ اس کا سامان اور علامات خفیہ تحریر غارت ہو گئے تھے) ۔ سپہ سالار ورمسر کے عہدہ داروں میں جو بددلی پھیلی ہوئی ہے اس کا صحیح نقشہ کھینچنے کے لئے مجھے مناسب الفاظ نہیں ملتے۔ سپہ سالاروں سے لے کر ادنی سپاہیوں تک سب یہی کہتے ہیں کہ ہمیں اس لئے صلح کرنا چاہیئے کہ ہم یہ نہیں

ایام میں اس نے پھر آسٹریوں کو منہزم کیا اور رویریڈو اور ٹرنٹ پر قبضہ کر لیا۔ اس پر ورمسر نے یہ کوشش کی کہ جنوب کی طرف حرکت کر جائے اور فرانسیسیوں کو پہاڑوں میں بند کر دے، لیکن ادھر تو وہ ناکافی فوج کے ساتھ برنٹا اور ایڈج کے درمیان کارروائی کر رہا تھا، اُدھر وہ جرمانیہ سے منقطع کر دیا گیا اور خود گرفتار ہونے سے صرف اس طرح بچا کہ اپنی شکستہ حال فوج کو لے کر منٹوا میں داخل ہو گیا۔ اب ٹرول کی طرف سے ہو کر جرمانیہ کا راستہ کھلا ہوا تھا، مگر اپنی کامیابیوں کے دوران میں بوناپارٹ کو یہ معلوم ہوا کہ مورو اور ژرودان کی شمالی فوجیں جن کے ساتھ مل کر وہ کارروائی کرنا چاہتا تھا، پوری سُرعت کے ساتھ پیچھے ہٹی جاری تھیں۔

مورو اور ژرودان کا حملہ جرمانیہ پر۔ جون۔ اکتوبر ۱۷۹۶ء

جولائی اور اگست کے مہینوں میں، وادیٔ ڈینیوب کے اندر مورو کی پیش قدمی کو برابر فوجی و سیاسی کامیابی حاصل ہوتی رہی شہنشاہی کی مدافعت آرچ ڈیوک چارلس کو تفویض ہوئی تھی، اس نے یہ دیکھا کہ اس کے پاس اتنی قوت نہیں ہے کہ وہ مورو اور ژرودان سے علٰحدہ علٰحدہ مقابلہ کرنے کے قابل دو فوجیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) جانتے کہ جنگ کس طرح کریں۔

۱۸ راگست نہ صرف سپہ سالار اعظم بلکہ سپہ سالاروں کی بہت بڑی تعداد حقارت اور مضحکہ کا نشانہ بنی ہوئی ہے"۔ ۲۰ راگست "۔۔۔ میں جب یہ کہتا ہوں کہ مجھے قطعی تمسخر کی مثالیں ملی ہیں تو میں اس میں کوئی مبالغہ نہیں کرتا"۔ ۲۹ر کے احکام میں یہ درج تھا کہ ۲۹ر کے حملے کے قبل سپاہیوں کو شراب تقسیم ہوگی مگر شراب کے ماٹنی بالڈو تک لیجانے میں کچھ دشواری تھی اسپہ سالار بابولٹزی نے یہ کہا کہ اس میں کچھ حرج نہیں ہے سپاہیوں کو بعد میں نقد دے دیا جائیگا۔ سپاہیوں نے صبح کو حملہ کرنے کے لئے چھ بجے شام کو بغیر شراب کے کوچ شروع کیا اور بعد میں ان کو چار چار گروشز دیدیئے گئے۔ یہ واقعہ ہے جس کی میں تصدیق کر سکتا ہوں۔ دوران جنگ میں میں نے دیکھا ہے کہ جو عہدہ دار ضروری پیغام لے کر بھیجے جاتے تھے وہ پیدلوں کی طرح چلتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کے گھوڑے بھوک سے مر رہے ہیں اور وہ ان کو ہلاک نہیں کر سکتے"۔

میدانِ جنگ میں لا سکے، اس لئے اس نے یہ عزم کر لیا کہ وہ مورو کے سامنے سے نزمبرگ کی طرف پیچھے ہٹتا جائے اور وارٹنسلبین کو جو دریائے مین پر ژردان کے بالمقابل کارروائی کر رہا تھا، اسے بھی یہ حکم دے دیا کہ وہ بھی اسی جانب کو ہٹتا آئے تاکہ مورو ابھی کچھ دور ہی رہے کہ دونوں فوجیں مل کر اپنا پورا زور ژردان کے خلاف صرف کر دیں۔

آرچ ڈیوک کی تجویز کو انجام کار میں کامیابی حاصل ہو گئی مگر اس بے چھ ہفتوں کے لئے جرمانیہ کا ملک فرانسیسی فوجوں کے لئے کھل گیا اور یہ ظاہر ہو گیا کہ شہنشاہی کا فوجی نظم کس درجہ ابتر ہے، اور جرمانیوں کو ایک دوسرے سے کس قدر کم امید رکھنا چاہئے۔ مورو کے ہاتھ سے ہر ایک خفیف سے معرکے کے سر ہونے کے بعد قرب و جوار کی کوئی نہ کوئی سلطنت عام موافقت کو چھوڑ کر بعجلت تمام فاتح سے شرائط طے کر لینا چاہتی تھی۔ ۱۷ ارجولائی کو ڈیوک ورٹمبرگ نے چالیس لاکھ فرانک دے کر التوائے جنگ حاصل کیا، ایک ہفتہ بعد بیڈن کثیر مقدار میں خوراک و سامان مہیا کر کے فرانسیسی سپہ سالار کی حفاظت سے متمتع ہوا۔ شہنشاہی کے حلقہ سوبیا کے سپاہی جنھیں جنگجو آسٹروی "کٹھ پتلی" کہہ کر مذاق کرتے تھے وہ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے، اور مورو کا بویریا میں داخل ہوتا تھا کہ بویریا کا امدادی رسالہ بھی اپنی باری میں آرچ ڈیوک سے علٰحدہ ہو گیا۔

جن اضلاع نے سپہ سالار کو خراج ادا کیا تھا ان کے ساتھ تو مورو کے سپاہیوں نے کسی قدر مدارا برتا مگر مین کے نواح میں ژردان کی فوج نے بلالحاظ دوست و دشمن اور بلاخیال رحم ملک کو لوٹ لیا۔ انھوں نے گرجوں کو برباد کر دیا، بچوں سے بدسلوکی کی، گداگروں تک کے پیسے چھین لئے۔ اس کے قبل کہ آرچ ڈیوک چارلس ضرب لگانے کے لئے طیار ہو اس ملک کے کسانوں نے بطور خود موثر جوابی کارروائی جاری کر دی تھی۔ یہ وہی کسان تھے جنھیں ان کی حکومت مسلح کرنے سے خوف کھاتی تھی۔ آخر الامر آسٹریوں کی رجعت قہقری رک گئی۔

چارلس نے تیس ہزار آدمی دریائے لک پر اس غرض سے چھوڑ دیئے کہ مورو سے اس کی نقل و حرکت پوشیدہ رہے اور خود ۱۷ نومبر کو نیوبرگ سے دفعتہً شمال کی طرف پھر گیا، ایمبرگ میں وارٹنسلیبن سے جا ملا اور اسی موقع پر بہت بڑھی ہوئی تعداد سے ژوردان پر حملہ کر دیا۔ ژوردان کو شکست ہو گئی اور وہ ابتری کے ساتھ رائن کی طرف ہٹا اور اس کے قبل کہ مورو کو اپنے رفیق کے خطرے کی خبر ہو اس مہم کی قسمت کا فیصلہ ہو گیا اس کے لئے اب صرف یہی راہ کھلی رہی کہ وہ خود اپنی فوج کو ماہرانہ بازگشت سے بچا لیجائے۔ ژوردان کے سپاہی جب ان اضلاع میں سے ہو کر گزرے جنھیں انھوں نے تباہ کیا تھا تو تعاقب کنندہ فوج سے انھیں وہ نقصان نہ پہنچا جو وہاں کے کسانوں کے انتقام سے پہنچ گیا۔ ۱۷۹۶ء کے موسم خزاں تک رائن کے پار ایک فرانسیسی بھی باقی نہ رہا۔ اس مہم نے آسٹریا کے فوجی جذبہ کو بحال کر دیا۔ اس سے جرمانیہ کو ایک ایسا سپہ سالار مل گیا جس پر سپاہی اعتماد کر سکتے تھے مگر اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی حکومتیں کسی غیر ملک کی باجگزار بن جانے کے لئے کس قدر آمادہ تھیں اور شہنشاہی کے نصف مغربی حصہ کو فرانسیسی توابع میں بدل دینے کے لیے کس قدر کم سعی کی ضرورت تھی

پرشیا سے خفیہ معاہدہ، ۵ راگست

۱۷۹۶ء کے مہم کے ہر ایک تغیر قسمت کے ساتھ برّاعظم کی سیاسی رفتار میں بھی اسی طرح تغیر ہو جاتا تھا۔ جب مورو نے اپنے ابتدائی فتوحات حاصل کیے تو دربار پرشیا نے نظامت کے دباؤ سے مجبور ہو کر معاہدۂ باسل کے مشروط دفعات کے بجائے ایک قطعی قرارداد یہ کر لی کہ وہ دریائے رائن کا بایاں کنارہ فرانس کے حوالہ کر دے گی اور خود پرشیا کے لیے یہ شرط بڑھا دی گئی کہ وہ اسقفی منسٹر کا الحاق کر کے نقصان کی تلافی کر لے۔ پرشیا شہنشاہی کے صوبوں کو خود حوالہ نہیں کر سکتی تھی وہ صرف ان کی حوالگی کی قرارداد کر سکتی تھی لیکن اس معاہدہ میں پرشیا نے قطعی طور پر شہنشاہی کی توحد کے خلاف اعلان کر دیا، اور اس طریق کو قبول کر لیا جو "کلیسائی

سلطنتوں کو دیناوی سلطنت بنانے" کے نام سے مشہور ہے جرمانیہ کی کامل ترتیب جدید کے لئے یہ پہلا قدم تھا، یہ قرارداد شہنشاہ اور کلیسائی حکمرانان دونوں سے خفیہ رکھی گئی تھی۔ آسٹریا سے مراسلات کرنے میں نظامت کو کم کامیابی ہوئی۔ اگرچہ آسٹریا کی تباہی کے طولانی سلسلہ نے تھیوگٹ کے جنگ پر مصر رہنے کے خلاف عام شور برپا کر دیا تھا مگر اس وزیر کے عزم و استقلال میں ذرا بھی تزلزل نہ آیا اور انجام کار میں آرچ ڈیوک چارلس کی فتحمندی نے شہنشاہ پر اس کا اثر اور بھی زیادہ بحال کر دیا۔ آسٹریا نے کسی ایسی مراسلت کے کرنے سے انکار کر دیا جس میں انگلستان کی شرکت نہ ہو اور فی الحال نظامت کی یہ کوششیں بے برگ و بار رہ گئیں کہ انگلستان کو دول براعظم سے علیحدہ و منفرد کر دیا جائے۔ یہ نہیں تھا کہ تھیوگٹ کو اس کی امید یا فکر تھی کہ ندرلینڈز میں آسٹریا کی اس قسم کی حکومت بحال ہو جائے جو انگلستان کے براعظمی حکمت عملی کا اولین مقصد تھا بلکہ اس کی رائے میں فرانس کا ندرلینڈز کو چھوڑ دینا، آسٹریا کے لئے اس وجہ سے ضروری تھا کہ یہ بوریا کے حصول کا ایک قدم تھا جو حکومت وائنا کی بڑی محبوب تمنا تھی۔ نظامت کی اس تجویز کا کچھ فائدہ نہ ہوا کہ آسٹریا، بوریا کا الحاق کر لے اور وہاں کے حکمراں کو بلجیم یا کوئی دوسرا ملک بطور معاوضہ کے ندے۔ فرانس کی ان مشفقانہ صلاحوں کے سننے کے لئے تھیوگٹ آمادہ نہیں ہوتا تھا، اسے ملکہ کیتھرائن سے فوری امداد کا وعدہ حاصل ہو گیا تھا، اسے یقین تھا کہ جمہوریت جو پہلے سے صلح کے لئے مضطرب تھی اسے دیرپا استقامت سے مجبور کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے تمام فتوحات سے دست بردار ہو جائے۔ اور یہی وہ مقصد تھا جس کے لئے ۱۷۹۶ء کے موسم سرما میں ان مقامات کے خلاف پیاپے فوجیں روانہ کی جا رہی تھیں جہاں نپولین ہنوز نامفتوح مینٹوا کے شمال میں اپنا دستۂ محافظ قائم کئے ہوئے تھا۔[1]

[1] ۱۷۹۶ء میں آسٹریا کی حکمت عملی کے متعلق مجھے غالب صداقت یہی معلوم ہوتی ہے۔

مامزبری کا پیرس کو بھیجا جانا، اکتوبر ۱۷۹۶ء۔

آرچ ڈیوک کی فتحیابی نے خود انگلستان میں صلح کے توقعات پیدا کردیئے۔ فرانس، اسپین اور ہالینڈ سے تجارت کے ضایع ہوجانے کی وجہ سے جنگ غیر مقبول ہو گئی تھی، اور صلح کے لئے درخواستیں روزانہ پارلیمنٹ میں پہنچتی رہتی تھیں۔ پٹ شائع الوقت جذبات سے اس قدر دب گیا کہ اس نے نظامت سے مراسلات جاری کردیئے اور لارڈ مامزبری کو پیرس روانہ کردیا مگر پٹ جس شرط پر مصر تھا یعنی ندرلینڈز کا آسٹریا کو واپس دیدینا، اس سے اتفاق باہمی غیر ممکن ہو گیا، اور جوں ہی پٹ کے شرائط نظامت کو معلوم ہوئے، معاً مامزبری کو پیرس کے چھوڑ دینے کا حکم دیدیا گیا۔ تاہم یہ مراسلات پٹ کی جانب سے محض حیلہ سازی نہیں تھے۔ اس کے ذہن میں یہ قطعی خیال جم گیا تھا کہ فرانس کے وسائل ختم ہو چکے ہیں اور لمباردی و رائن کے فتح کرلینے کے باوجود نظامت کو یہ محسوس ہوجائے گا کہ وہ اس قدر کمزور ہے کہ جنگ کو جاری نہیں رکھ سکتی۔ انقلابی مالیات کی ابتریوں اور مصیبت و تباہی کی مبالغہ آمیز اطلاعوں کے درمیان، پٹ اس امر کے سمجھنے سے قاصر رہ گیا کہ جن تغیرات کی وجہ سے کسانوں کو اپنی اراضی و محنت پر کامل قدرت حاصل ہو گئی تھی، اور بہت سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مگر اس کے مخالف خیالات ہاسر جلد دوم باب ۱-۳ اور ہوفر کی تصنیف آسٹریا و پرشیا صفحہ ۱۴۲ میں ملیں گے۔ تھوگٹ نے ۱۷۹۳ء میں یہ ظاہر کیا تھا کہ انگلستان کا لحاظ کر کے اس نے بویریا کے مبادلہ کا خیال ترک کر دیا ہے، لیکن اس کے بعد ہی بہت جلد اس نے یہ اقرار کر لیا کہ وہ پھر شاہ پرشیا پر اس کے منظور کر لینے کے متعلق زور دے رہا ہے مگر یہ بھی کہا کہ یہ ایک حیلہ ہے جس سے پرشیا اس پر راضی ہو جائے کہ آسٹریا اس کے بجائے فرانس کے ایک وسیع قطعہ کا الحاق کر لے۔ ایڈن، ستمبر ۱۷۹۳ء، دفاتر۔ آسٹریا، جلد ۳۴۔ اس واقعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ معاملات سفارتی میں صداقت کا پتہ چلانا کس قدر دشوار ہے۔

نیم برباد علاقے متوسط درجہ کے کام کرنے والے چھوٹے چھوٹے زمینداروں کے ہاتھ میں آ گئے تھے، ان تغیرات نے پیداوار کو بے اندازہ بڑھا دیا تھا [۱] انقلاب کے قبل فرانس کے جو کچھ بھی وسائل رہے ہوں اب باغلب وجوہ وہ دو چند سے زیادہ ہو گئے تھے۔ فرانس کی اقتصادی تباہی کے متعلق پٹ کا یقین بالکل بے بنیاد تھا، اور یہی ایک بنا اس کے اس خیال کی ہو سکتی تھی کہ نظامت بغیر لڑے

---

[۱] تاہم دوران ہول و تخویف میں لارڈ الجن کے جاسوسوں میں ایک جاسوس نے ایک سلسلہ حیرت انگیز رپورٹوں (اطلاعوں) کا بہم پہنچایا اس سے حکومت کو انتباہ ہو گیا تھا۔ فرانس میں اس قدر کاشت کبھی نہیں ہوئی جس قدر اس قدر ہو رہی ہے۔ ایک ایکڑ زمین بھی ایسی نہیں ہے جس میں بیج نہ بوئے گئے ہوں۔ صرف وہ زمین مستثنیٰ ہے جس پر متخاصم فوجیں لڑ رہی ہیں، یہ تمام کاشت نتیجہ ہے نظما کی حکومت کا، جو لوگ کاشتکاری پر رضامند نہ تھے، ان نظماء نے انھیں بھی کاشت اراضی پر مجبور کر دیا ہے۔

الجن نے پیرس سے سرحد بلجیم تک جاسوسوں کا ایک سلسلہ قایم کر دیا تھا، انقلابی حکام نے انہیں سے ہر شخص کو گرفتار کر لیا۔ اسوقت الجن اتفاق سے مذکورۂ بالا تحریر کے لکھنے والے سے ملاقی ہوا (جس کا نام پوشیدہ رکھا گیا ہے) اور اسے سوئزرلینڈ کی سرحد پر پہنچا دیا۔ یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی ایسا شخص تھا جو ملکی و فوجی دونوں نظم و نسق سے پوری طرح آگاہ تھا، ظاہر یہ ہوتا ہے کہ اس نے ہر ایک فرانسیسی سے جو سوئزرلینڈ میں داخل ہوا گفتگو کی تھی اور دور ہول و تخویف میں جو رپورٹیں انگلستان میں پہنچیں، ان میں اس کی رپورٹ میں سب سے بہتر واقعیت موجود تھی، جس سے ان شاہ پرستوں کی تردید ہوتی تھی جو یہ کہتے تھے کہ جنگ صرف خوف و وہشت کے ذریعہ سے قائم رکھی گئی ہے۔ اس نے انگریزی حکومت کو اس امر سے تنبیہ کر دیا تھا کہ فرانسیسی قوم من حیث المجموع انقلاب کی جانبدار ہے اور یہ صاف کہدیا تھا کہ رابسپیر اور دوسرے ارباب ہول اور تخویف کے زوال سے جنگ کے جاری رہنے میں کوئی فرق نہ پڑے گا، یہ رپورٹیں اگر پڑھی گئی تھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حکومت نے ان کی طرف مطلق التفات نہیں کیا۔

ہوئے بلجیم کو دے دے گی، مگر فرانسیسی حکومت اگر اس کے اس مطالبہ پر کان دھرتی تو اس سے عجیب تر کوئی فعل نہ ہوتا۔

تاہم نظامت اگرچہ بلجیم کی حوالگی کے متعلق کچھ سننا نہیں چاہتی تھی مگر آسٹریا سے صلح کر لینے کے لئے وہ مضطرب تھی اور اطالیہ کے مفتوحہ صوبوں میں کوئی ایسی قرارداد نہیں کرنا چاہتی تھی جس سے آسٹریا کے ساتھ صلح زیادہ وقت طلب ہو جائے۔ نظامت نے بوناپارٹ کو یہ ہدایت دیدی تھی کہ وہ اطالیوں کو ان کی حکومتوں کے خلاف برانگیختہ کرے مگر اس کا مقصود یہ تھا کہ حکومتیں بیکار ہو جائیں نہ یہ کہ قومیں آزاد ہو جائیں۔ نظامت اطالیہ کی ترتیب جدید کی ہر ایک ایسی تجویز کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتی تھی جس سے فرانس ان نوساختہ اطالوی سلطنتوں کی تائید کا پابند ہو جائے، لیکن اس موقع پر نظامت کی کیادیان اور بوناپارٹ کی حوصلہ مندی ایک دوسرے سے قطعاً مخالف تھیں۔

بوناپارٹ نے ایک جمہوریہ ماورائے پو قائم کردی۔ اکتوبر ۱۷۹۶ء

بوناپارٹ چاہتا تھا کہ اطالیہ میں ایک ایسا سیاسی نظم پیدا کر دے جو اسی کی طبیعت کے موافق ڈھلا ہو اور اس کی تائید کے لئے اسی کے قوت بازو کی ضرورت ہو۔ نظامت کے نام ایک مراسلہ میں اس نے یہ خیال ظاہر کیا کہ موڈینا کی امارت کے بجائے (جہاں انقلابی تحریکات جاری ہو گئے ہیں۔) ایک دست نگر جمہوریہ قائم کر دی جائے۔ اس کے قبل کہ حکومت کو جواب دینے کا موقع ملتا اس نے ایک حکم شائع کر دیا کہ موڈینا اور ریگیو، فرانسیسی فوج کے زیر حفاظت ہیں، اور اس کے ساتھ ہی ڈیوک کے تمام عہدہ داروں کو معزول کر دیا (۴ر اکتوبر) چند روز بعد جب نظامت کا جواب آیا تو اس میں نپولین کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ وہ اطالوی سلطنتوں کی موجودہ ترتیب کے درہم برہم کرنے میں احتیاط برتے۔ بوناپارٹ نے اس کا جواب یہ دیا کہ موڈینا کے ساتھ بولونا اور فریرا

کے پاپائی صوبوں کو بھی ملحق کر دیا، اور اس طرح اس نے جو سلطنت قائم کی اسے "جمہوریہ ماورائے پو" کا لقب عطا کیا۔ [۱]

آزاد اطالیہ کا خیال

یہ واقعہ کوئی غیر وقیع واقعہ نہیں تھا، یہ کہا جا سکتا ہے کہ اطالوی خود مختاری کا خیال اسی وقت سے پیدا ہوا۔ یہ خیال اگرچہ قوم کے عامتہ الناس کے لئے ایک غیر مانوس خیال تھا مگر یہ خیال اس قسم کی سیاسی امیدوں میں سے تھا جو کبھی ماند پڑ جائیں اور کبھی چمک اٹھتی ہیں مگر ایک مرتبہ پیدا ہو کر پھر دنیا سے بالکلیہ رخصت نہیں ہوتیں۔ لوگوں کا ایک طبقہ جو اطالیہ کے اندر فرانسیسی جمہوریت پسندوں کے ابتدائی شورانگیزیوں سے منغض ہو کر الگ ہو گیا تھا، اس نے اب نہایت صحیح طور پر یہ رائے قائم کر لی کہ آسٹریوں پر بوناپارٹ کے مسلسل فتوحات سے اہم تغیرات کے ایک سلسلہ کا آغاز ہوا چاہتا ہے اور اس لئے وہ اب اس امید سے انقلابی تحریک میں شامل ہو گیا کہ قدیم طاقتوں کے زوال سے ملکی آزادی کی کوئی واقعی صورت نکل آئے گی۔ خواہ ابتدا میں فرانسیسی فریق بعض کرائے کے لوگوں اور جوشیلے آدمیوں ہی پر مشتمل رہا ہو مگر جب بوناپارٹ دریائے منیسو کو عبور کر کے پاپائی سلطنتوں میں داخل ہو گیا، تو پھر یہ حالت باقی نہیں رہی، خاص کر بولونا کے شہریوں

[۱] - مراسلات نپولین جلد دوم صفحہ ۲۸ - تھیوگٹ نے اسی زمانے کے قریب بولونا اور فریرا کو آسٹریا سے ملحق کر لینے کی تجویز قرار دی تھی اور یہ کہا تھا کہ اگر یہ نتیجہ حاصل ہو جائے تو پھر پاپائی ریاستوں پر فرانسیسیوں کا حملہ کوئی برا کام نہ ہوگا۔ دایونانٹ، کلرفیٹ صفحہ ۱۱ ۵ میں الونزی کے نام کے ہدایات ملاحظہ ہوں۔ انھیں ہدایات میں اطالوی مبدعین کو قید کرنے کے وہ اولین آسٹروی احکام بھی شامل ہیں جن سے آسٹریا کی مابعد کی اطالوی حکمت عملی کا آغاز ہوتا ہے۔

میں ایسے صاحب وزن و صاحب علم اشخاص موجود تھے، جنھوں نے آزاد آئینی بادشاہی کے لئے کوشش کی اور کسی حد تک اس کثیر التعداد فریق عامہ کے راستہ میں روک پیدا کر دی جو محض فرانسیسی عمومیت کے فقروں کو رٹتا تھا۔ خود بونا پارٹ کے الفاظ و افعال نے نہایت ہی درخشاں امیدیں پیدا کر دیں۔ موڈینا میں اس نے شہریوں کو اطالیہ کے تفرقوں کی مضرت پر خطبہ سنایا اور یہ زجر کی وہ اپنے ان بھائیوں سے متحد ہو جائیں جنھیں اس نے پوپ سے آزاد کرا دیا ہے۔ موڈینا میں ۱۶ اکتوبر کو ایک موتمر کا انعقاد ہوا، موڈینا، رگیو، بولونا، اور فریرا کے نمایندوں نے یہ اعلان کر دیا کہ وہ فرانس کے زیر حفاظت ایک جمہوریت میں متحد ہو گئے ہیں۔ انھوں نے جاگیری طبقہ امرا کو منسوخ کر دیا، قومی فوج کی تیاری کا حکم دیا، اور دو مہینہ بعد رگیو میں ایک "عام مجلس" اس غرض سے طلب کی کہ اس نئی جمہوریت کا نظام سلطنت تیار کرے۔ موڈینا کے موتمر اور اس کے بعد کی مجلس رگیو (منعقدہ ۲۵ دسمبر) میں یہی یہ ہوا کہ اطالیہ کی آزادی و خود مختاری کے خیال نے پہلی مرتبہ لوگوں کی ایک معقول تعداد میں جوش پیدا کیا۔ خود بونا پارٹ نے اس معاملہ میں کس حد تک صداقت سے کام لیا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ادھر تو وہ ماورائے پو کے لوگوں کو اطالیہ کے اتحاد کی ضرورت پر خطبہ سنا رہا تھا، ادھر ملان کے لوگوں کو اس بنا پر قید کر رہا تھا کہ انھوں نے اس اتحاد کو اپنے وہاں تک وسعت دینے کے لئے عام تحریک پیدا کی تھی۔ آسٹریا سے ہنوز صلح نہیں ہوئی تھی، اور یہ امر غیر متیقن تھا کہ ملان سے بہترین کام لیا جا سکتا ہے۔

منتوا ابھی مقاومت پر قائم تھا اور نومبر میں آسٹریا کی امدادی کارروائیاں پھر جاری ہو گئیں۔ آلونزی اور ڈیویڈوڈک کے تحت میں دو فوجیں ایڈیج اور بیاوی کی وادیوں سے نیچے کو ہلیں اور بونا پارٹ کو جس کی فوج کا قلب ورونا میں تھا پھر نیا موقع مل گیا کہ اپنے دشمن کو علیحدہ

ارکولا ۱۵-۱۷۔ نومبر

علٰحدہ پامال کر ڈالے۔ آلونزی، پیاوی کی طرف سے آرہا تھا اور اس نے بمقام ارکولا تین دن کی جنگ میں فرانسیسیوں کو انتہائی خطرے میں مبتلا کر دیا مگر آخر میں اسے مجبور ہو کر شدید نقصان کے ساتھ پسپا ہونا پڑا۔ ڈیویڈووک کو ایڈیج پر کامیابی ہو گئی تھی مگر جب اسے اپنے رفیق کی ہزیمت کا حال معلوم ہوا تو وہ بھی پیچھے ہٹ گیا۔ دو مہینے اور گذر گئے اور آسٹروی تیسری مرتبہ دریائے ایڈیج پر نمودار ہوئے، ورونا کے نیچے ایک مغالطہ ایسا کیا گیا کہ نپولین کو ریوولی سے دور ایڈج اور خلیج گرڈا کے درمیان کھینچ لینے میں تقریباً کامیابی ہو گئی اور خلیج گرڈا کے قریب آلونزی اپنی اصل فوج کے ساتھ حملہ کے لئے تیار کھڑا تھا مگر اس کے قبل کہ وقت نکل جائے آلونزی کی فوج کی قوت معلوم ہو گئی اور غیر معمولی سرعت کے ساتھ اپنی فوج کے حصوں کو پیاپے ایک نقطے سے دوسرے نقطے پر پہنچا دینے سے نپولین نے آخر میں آسٹریوں کو میدان جنگ کے ہر حصے میں مغلوب کر دیا یہ آسٹریوں کی آخری کوشش تھی۔ ۲ فروری ۱۷۹۷ء کو مینٹوا کی حوالگی سے آسٹروی لمبارڈی کو فرانسیسیوں نے بالکلیہ فتح کر لیا[1]۔ پوپ نے اب اپنے کو اس حالت میں پایا کہ ان حملہ آوروں سے اپنے معاملات کو طے کرے جن کے خلاف التوائے جنگ کے بعد بھی سازش کرنے

---

[1] ورمسر کو حکم دیدیا گیا تھا کہ جنوب جانب پاپائی ریاستوں میں پھیل جائے وہ (تھیوگٹ) یہ جانتا تھا کہ یہ احکام مارشل کو پہنچ گئے ہیں مگر یہ احکام دشمن کو بھی معلوم تھے کیونکہ اسٹریبالڈو کی رجمنٹ کا ایک شاگرد جوان احکام کا مثنیٰ لے جارہا تھا، قید ہو گیا تھا، اور یہ دیکھ کر وہ موم کا ایک گولہ نگل گیا ہے جس میں یہ حکم لپٹا ہوا تھا، اسے فوراً قتل کر دیا گیا اور کاغذ اس کے پیٹ سے نکال لیا گیا۔ ایڈن، جنوری ۱۷۹۷ء دفاتر آسٹریا جلد ۲۸۔ کرنل گریہیم جو ۱۰ ستمبر سے مینٹوا میں بند تھا، ۱۷ دسمبر کو بھاگ نکلا اور ورمسر اور آلونزی کے درمیان رسل و رسائل کو بحال کر دیا ریوولی کی جس جنگ کا حال اس نے اپنے مراسلات

سے وہ باز نہیں رہا تھا۔ اس کے وائنا کے مراسلات بوناپارٹ کے ہاتھ میں پڑ گئے، اور اس نے عارضی صلح کی شکست کا اعلان کر دیا اور دوبارہ پوپ کی مملکت پر حملہ آور ہو گیا۔ رومانی فوجوں نے مقاومت کا کچھ ظاہری ٹھاٹھ دکھایا مگر ملک فی الحقیقت بوناپارٹ کے رحم و کرم پر تھا جو اینکونا سے تیس میل جنوب ٹالینٹینو تک بڑھ آیا۔ یہاں پوپ نے اپنی اطاعت کا اظہار کیا، روما کا دربار اگر اس سے زیادہ مایوس کن حالت میں نہیں پڑا تھا، تو اس کے ساتھ یہ بھی تھا کہ بوناپارٹ سے زیادہ اعتدال پسند و شائستہ مزاج فاتح بھی اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا، مسیحی تقدس کے جذبات سے بوناپارٹ اتنا ہی معرّا تھا جتنا نیرو یا ڈیا کلیشین معرّا رہے ہوں گے مگر پاپائیت کا جو اثر لوگوں کے دلوں پر تھا اس کی وہ وقعت کرتا تھا اور وہ سمجھتا تھا کہ فرانس کی جس حکومت کو قسیسیوں کے طبقہ کی تائید حاصل ہو گی اسے ان حکومتوں پر کس قدر وسیع فوقیت حاصل ہو گی۔ جو اس طبقہ کے عناد کا ہدف ہو گی۔ پوپ کے ایلچیوں سے گفت و شنود میں اس نے فرانس کی حکومت عاملانہ کی زیادتیوں پر افسوس کیا اور کلیسا کو خود اپنی حفاظت و ہمدردی کے وعدے سے تسلی بھی۔ صلح کے جو شرائط اس نے عطا کئے ان سے اگرچہ کلیسائی مملکت میں بہت کمی آگئی لیکن درحقیقت یہ شرائط اس سے زیادہ پر از مراعات تھے جن کی توقع کا کوئی حق پوپ کو ہو سکتا تھا۔ بولونا، فریرا اور رومانیا (Ramagha)، جن پر التوائے جنگ کے شرائط کے بموجب قبضہ کیا گیا تھا انہیں اب پوپ نے حوالہ کر دیا مگر روحانی اختیار کے نفاذ کے متعلق نظامت نے جو شرائط تجویز کئے تھے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) میں بیان کیا ہے اس میں وہ خود موجود تھا۔

ؔ۲ ہم ہر لحظہ یہ سنتے ہیں کہ نیپلز کی فوج یہاں داخل ہوا چاہتی اور مذہبی جنگ کا اعلان ہوا چاہتا ہے۔ اس قسم کے واقعہ کے لئے ہر ایک طیاری ہو چکی ہے۔" گریوز بنام لارڈ گرینول، یکم اکتوبر ۱۷۹۶ء۔ دفاتر روما، جلد ۵۶۔

وہ واپس لے لئے گئے اور کچھ رقم نقد کی ادائی کے شرط کے سوا شرائط التوائے جنگ میں کوئی اور اہم اضافہ نہیں کیا گیا۔ اب جمہوریہ وینس کے آخری دن قریب آئے اس کا کچھ فائدہ نہ ہوا کہ جب تمام حصص اطالیہ، فرانس کے دشمنوں کے ساتھ شریک ہو گئے تھے اس وقت وینس نے اپنی غیر جانبداری کو قائم رکھا تھا، فرانس کے ساتھ محالفہ کرنے سے اس کا انکار کرنا ناقابل معافی جرم قرار دیا گیا۔ جب تک آسٹریا کے ساتھ جنگ جاری رہی، بوناپارٹ نے مملکت وینس کو وصولی سامان سے عاجز کر دیا۔ جب صلح قریب نظر آنے لگی تو پھر یہ ضروری ہو گیا کہ وہ اس پر قبضہ کر لینے یا اسے دشمن کے حوالہ کر دینے کے لئے کوئی حیلہ تلاش کرے۔ مناقشہ کے جاری رکھنے کے لئے خود اپنے منصوبے کی تکمیل کے لئے اس نے حکومت وینس کی ایسی ایسی تذلیل اور اس کے ساتھ ایسی زیادتیاں کیں جن سے اغلب یہی تھا کہ وہ بمصداق تنگ آمد بہ جنگ آمد لڑ پڑے گی۔ آخر جب وینس نے اپنی غیر جانب داری کی حفاظت کے لئے خود کو مسلح کیا تو حملہ آور کے کارکنوں نے وینس کے بری حصہ کے باشندوں سے یہ استدعا کی کہ وہ عدیدیت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور اپنی قسمت کا پانسہ آزاد شدہ صوبہ ملان کے ساتھ ڈال دیں۔ بوناپارٹ نے وینس پر فرانس سے محالفہ کر لینے پر پھر زور دیا۔ اس سے انکار کر دیا گیا۔ اور فرانسیسیوں نے جس شورش کی تیاری کر لی تھی وہ اس کے بعد ہی شروع ہو گئی۔ برگیمو اور بریشیا نے جہاں فرانس کی قلعہ گیر فوجوں نے وینس کی حکومت کو ہر طرح کی مدافعت سے محروم کر دیا تھا بغاوت کر دی اور وینس کے ساتھ ہر طرح کے ترک تعلق کا اعلان کر دیا۔ سینات نے بوناپارٹ سے فرانسیسی فوجوں کے ہٹا لینے کی استدعا کی مگر ان التجاؤں کا حاصل اس کے سوا کچھ نہ ہوا کہ اس نے پے در پے فرانسیسی محالفہ کے قبول کرنے کا مطالبہ کیا جو انقیاد و اطاعت کا محض دوسرا نام تھا۔ اہل وینس کو اس کا شبہ

بہت کم تھا مگر اب خود بوناپارٹ کے دل میں جو کچھ تذبذب تھا وہ صرف یہ تھا کہ آیا وینیشیا کے صوبوں کو وہ اپنے جمہوریہ ماورائے پو میں شامل کردے یا ان صوبوں کو آسٹریا کو دے کر کچھ اور مقامات لیلے جن کی فرانس کو ضرورت ہو۔

آسٹریا اب اٹلی کے اندر اپنی مدافعت اس سے زیادہ نہیں کرسکتی تھی۔ مارچ کے ختم ہونے کے قبل ہی کیر منتھیا کے پہاڑی راستوں پر بوناپارٹ نے قبضہ کرلیا تھا، اس کی فوج دشمن کو وائنا والی سڑک پر دباتی ہوئی چلی گئی۔ تا آنکہ بھاگنے والے اور بھگانے والے دونوں دارالصدر سے اسی میل کے اندر پہنچ گئے۔ ۷ راپریل کو لیوبن نے التوائے جنگ کی درخواست کی۔ یہ درخواست منظور ہوگئی۔ صلح کے لئے گفت وشنید ہونے لگی۔[۱] بوناپارٹ نے وینس کے شہر

---

[۱] صلح کے لئے شور و غل بہت بلند و سخت ہو گیا ہے۔ ایک ایم۔ ڈی تھیوگٹ کے سوا تمام وزرا اور جو لوگ شہنشاہ کے حضور میں باریاب ہوتے ہیں، سب اس پر دباؤ ڈال رہے ہیں۔ یہ بھی کوششیں کی جارہی ہیں کہ شہنشاہ کو شورش کے خوف سے ڈرادیا جائے۔ ان مصائب کے درمیان ایم تھیوگٹ اپنے استقلال پر قائم ہے، اور امرا اور بے شمار پریشان کن مخالفین کی متحدہ آواز کے خلاف جو اس پر زور ڈال رہے ہیں، وہ برابر جد وجہد کررہا ہے" ایڈن یکم اپریل "فوج میں اس قدر انتشار برپا ہے کہ اس کا یقین نہیں ہوسکتا۔ اگر بوناپارٹ ادھر وائنا کی طرف اپنی ترقی جاری رکھتا تو اس میں کسی قسم کا شک نہیں کیا جاتا کہ وہ بغیر مخالفت کے اس جگہ میں داخل ہو جاتا لیکن اس مبادرت کے بجائے اس کا رک جانا اور آسٹریوں کو چھ دن کا موقع دیدینا کہ وہ اپنے خوف کو رفع کردیں اور اپنے مدافعات طیار کرلیں، یہ ایک ایسا امر ہے جس کی کوئی توجیہ قیاس میں نہیں آسکتی"۔ ۱۲ راپریل۔" اس نے (ڈمیک نے) کہا کہ جب اس جگہ کو دشمن سے خطرہ لاحق ہوا تو جس وقت شہنشاہ اپنے وزیر سے صلاح ومشورہ کررہا تھا ملکہ دفعۃً اس کے پاس آپڑی، خود اس کے قدموں پر گرپڑی اور بچوں کو بھی

کو تو نہیں مگر وینس کے صوبوں کو شہنشاہ کے سامنے پیش کر دیا۔ ۱۸ اپریل کو لیوبن میں صلح کے مبادی پر دستخط ہو گئے جس کے بموجب نیدرلینڈز اور دریائے اوگلیو سے مغرب کے حصہ لمبارڈی کے عوض میں بوناپارٹ نے خفیہ طور پر یہ اتفاق کر لیا کہ وہ دریائے اوگلیو سے مشرقی جانب مملکت وینس کا تمام حصہ اور نیز ساحل ایڈریاٹک پر اس کے صوبجات استریا اور ڈالمیشیا کو آسٹریا کے حوالہ کر دے گا۔ اس غارت گری کے فعل پر پردہ ڈالنے کے لئے ایک حیلۂ ظاہری یہ کیا گیا کہ اس کے عوض میں بولونا اور فریرا وینس کو دیدے جائیں گے۔[۱]

فرانسیسیوں کا وینس میں داخلہ

لیکن ابھی اور بدتر صورت پیش آنے والی تھی، بوناپارٹ ابھی لیوبن میں مجلس مشاورت ہی کر رہا تھا کہ ورونا میں ایک شورش برپا ہو گئی اور تین سو فرانسیسی سپاہی جن میں دارالشفا کے بیمار بھی شامل تھے عوام کی زیادتی سے نذر اجل ہو گئے۔ وینس کے سینیات نے اپنے اظہار تاسف اور اطمینان دہی کے لئے بوناپارٹ کے پاس ایلچی بھیجے۔ اس گفتگو کے درمیان ہی یہ خبر آئی کہ وینس کے قلعدار نے ایک فرانسیسی جہاز پر گولہ باری کر دی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اس کے قدموں پر ڈال دیا اور اس طرح شہنشاہ کو اس مراسلت کے جاری کرنے پر مصمم کر دیا جس کا انجام اپنے حلیف کو اس شرمناک طوق پر چھوڑ دینے پر ہوا" ۱۲ اگست، دفاتر۔ آسٹریا، جلد ۴۹۔ ۵۔ تھیوگٹ نے بعد کو لارڈ منٹو سے یہ کہا کہ اگر پانچ لاکھ پونڈ نقد اس کے ہاتھ آجاتے جس سے وہ وائنا کے بنک کے مطالبات کا انصرام کر دیتا تو جنگ جاری رہتی اور اس صورت میں اس کا یقین یہ تھا کہ وہ بوناپارٹ کی فوج کو گھیر لیتا۔

[۱] ۔ جیسا کہ عام طور پر بیان کیا جاتا ہے رائن کے صوبوں کی حوالگی، مبادی میں داخل نہیں تھی۔ مراسلات نپولین، جلد دوم صفحہ ۷، ۴۹۔ ہوفر صفحہ ۲۵۹، بعد کے مراسلات کے خبریات اسی میں ملیں گے۔

اور جہاز کے کچھ ملاح ہلاک ہو گئے۔ بوناپارٹ نے ایلچیوں کو اپنے حضور سے نکال دیا اور کہا وہ ایسے لوگوں سے کوئی معاملت نہیں کرسکتا جن کے ہاتھوں سے فرانسیسیوں کا خون ٹپک رہا ہو۔ جنگ کا ایک اعلان شایع کیا گیا اور سینیات پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ ۱۲۸۲ء کے سسلی والے قتل عام کو دوبارہ وقوع میں لانا چاہتی تھی۔ بوناپارٹ کا منشا جس اضطراب کے پیدا کرنے کا تھا وہ اس سے فوراً ہی برپا ہو گیا۔ حکومت نے خود کو اس کے رحم کے حوالہ کر دیا۔ بوناپارٹ نے ظاہر کیا کہ وہ عدیدیت کے بجائے وینس میں عمومی حکومت قائم کرے گا۔ اس کے شرائط قبول کر لئے گئے۔ سینات نے یہ منظور کر لیا کہ جمہوریت کا قدیم نظام سلطنت ساقط کر دیا جائے، اور وینس میں ایک فرانسیسی فوج متعین رہے۔ ۱۲ر مئی کو مجلس عظمیٰ نے خود اپنی برطرفی کی رائے دیدی۔ صلح موکد ہو گئی۔ معاہدہ کے مشتہرہ عام شرائط میں یہ اعلان کیا گیا کہ فرانس اور وینس کی جمہوریات میں دوستانہ رہے گا۔ وینس کا اقتدار اعلیٰ شہریوں کی جماعت کے ہاتھ میں ہو گا اور نئی حکومت جس وقت یہ اعلان کر دے گی کہ اسے اب فرانسیسیوں کی مدد کی ضرورت نہیں رہی، اسی وقت یہ فوج ہٹ جائے گی۔ خفیہ دفعات میں ایک رقم کی ادائی اور حسب معمول فنون لطیفہ کی حوالگی کے شرائط قرار دیئے گئے۔ اقطاع ملک کے تبادلہ کے متعلق ایک غیر معین بیان اس غرض سے داخل کر دیا گیا کہ وینس کے بڑے حصہ ملک کی حوالگی اور بقیہ مملکت وینس کے ساتھ بولوناد فریرا کا اتحاد اس کے ضمن میں آجائے۔ بوناپارٹ، وینس کو فرانس کے جس وداد و مخالفہ کے عطا کرنے کے لئے اس درجہ مضطرب تھا اب اس کے ثمرات ظاہر ہونے لگے۔ اس نے وینس کی نئی حکومت کو یہ لکھا تھا کہ "ان کی حریت کو مستحکم ہونے اور اس بد قسمت ملک اطالیہ کو غیر دل کی حکومت سے آزاد ہوتے دیکھنے کی مجھے جیسی خواہش ہے ان کا ثبوت دینے

کے لئے میرے امکان میں جو کچھ ہو گا اسے کروں گا تاکہ آخر الامر یہ ملک دنیا کی بساط پر شان کے ساتھ اپنی جگہ لے سکے اور فطرت، قسمت اور خود اس ملک کے محل وقوع کا جو اقتضا ہے اس کے مطابق وہ دوبارہ اقوام عظمیٰ کی صفت میں کھڑا ہو سکے" یہ تو وینس کے لئے تھا، فرانس کی نظامت کے لئے بوناپارٹ کے پاس دوسرا ہی قصہ تھا، (۱۹ مئی کو) اس نے لکھا تھا کہ "اس معاہدے کے موکد کرنے میں میرے متعدد اغراض تھے یعنی شہر میں بغیر دشواری کے داخل ہو جانا، سلاح خانہ اور تمام دوسری چیزوں کو اپنے قبضہ میں کر لینا تاکہ ہمیں جس چیز کی ضرورت ہو خفیہ دفعات کے حیلے کے زور سے انہیں لے لیں،........ معاہدہ لیوبن کے مبادی سے جو ناگواری لاحق ہوتی تھی اُن سے بچ نکلیں۔ ان دفعات کے لئے عذرات ہاتھ آجائیں اور ان کے نفاذ میں سہولت ہو"

فرانسیسیوں کا جزائر یونان پر قبضہ کرلینا۔

مخالفہ وینس کے ثمر اولین کے طور پر بوناپارٹ نے کارفو اور دیگر جزائر یونان پر قبضہ کر لیا۔ اس نے سپہ سالار گنٹیلی کو لکھا کہ جس قدر عجلت و پوشیدگی سے ممکن ہو آپ روانہ ہوں اور لیوانٹ میں وینس کے تمام مستقرات پر قبضہ کر لیں.......... اگر باشندے خود مختاری کی طرف مائل ہوں تو آپ انہیں اس کی چاشنی دیتے رہیں اور اپنے کسی اعلان میں یونان، ایتھنز، اور اسپارٹا کے حوالوں کو نظر انداز نہ کریں" اس غنیمت میں یہ فرانسیسیوں کا حصہ تھا۔ لیکن اپنے جزائر، اپنے سواحل اور اپنے قدیمی اطالوی اقطاع ملک کے نکل جانے پر بھی وینس اطالیہ کا ایک ممتاز و سربرآوردہ شہر رہ سکتا تھا، اسے اب فرانس کے لئے رائن کے صوبے حاصل کرنے کے لئے قربان کر دیا گیا۔ بوناپارٹ، ملان کے نواح میں واپس آگیا تھا اور قصبہ مانٹیبلو میں اس نے آسٹریا کے ایلچی ڈی گیلا سے

ملاقات کی۔ معاہدہ لیوبن کے مبادی سے خواہ مخواہ ایک معنی پیدا کر کے

وینس کے آسٹریا کو دے جانے کی تجویز۔

بوناپارٹ نے سرحد رائن کا دعوٰی کیا اور اطالیہ کو نہ صرف وینس کے بڑی اقطاع ملک بلکہ خود شہر وینس دیدینا چاہا۔ ڈی گیلو راضی ہوگیا۔ گفت وشنود میں جن اسباب سے بھی تعویق ہوئی ہو، ان سے بحث نہیں مگر وینس کو اس طرح دغا دینے کے لئے بوناپارٹ نے عزت یا مروت کسی خیال سے جھوٹوں بھی اظہار افسوس نہ کیا۔ اس نے ۲۶ رمئی کی شب کو نظامت کو یہ لکھا کہ "آج ہم نے قطعی معاہدے کے متعلق اپنی پہلی بزم مشورت منعقد کی اور مسائل ذیل پیش کرنے پر اکتفا کیا:- رائن کا خط فرانس کے لئے ہو۔ سالزبرگ اور پاسو، شہنشاہ کے لئے ہوں .... جرمانی جماعت قائم رہے .... وینس شہنشاہ کے لئے ہو۔ راس امید کے دریافت ہو جانے اور ٹرسٹ وانیکونا کی ترقی کے بعد سے وینس پر زوال آرہا ہے اور ہم نے جو ضربات اس پر لگائے ہیں ان سے اب اس کا جانبر ہونا دشوار ہے۔ اس کے بزدل و بے بس آبادی حریت کی کسی طرح سزاوار نہیں ہے، ملک اور دریا اس کے پاس نہیں ہیں پس یہ ایک طبعی امر ہے کہ جس شخص کو ہم نے بڑی حصہ ملک دے دیا ہے وینس بھی اس کے پاس جائے"۔

وینس کی قسمت کا جو فیصلہ تیار ہو رہا تھا اسے دیکھتے ہوئے اس کی بہن جمہوریہ جنیوا کے ساتھ فیاضانہ سلوک ہوا۔ ایک انقلابی تحریک نے (جسے فرانسیسی سفیر نے بہت دنوں سے طیار کیا تھا) قدیم عدیدی حکومت کا تختہ الٹ دیا مگر عمومی خیال اور فرانسیسیوں سے ہمدردی آبادی کے طبقۂ متوسط سے نیچے نہیں پہنچی تھی، اور جب حکومت نے خود اپنی حمایت کو ترک کر دیا تو کوئلہ جلانے والے اور بندرگاہوں کے مزدور اس کی مدافعت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرانسیسی فریق پر "میریا کی عمر دراز" کے شور کے ساتھ حملہ کر دیا اور اپنے مخالفوں کے فرانسیسی سہ رنگ نشان کے مقابلہ میں اپنی ٹوپیوں پر "مریم عذرا" کی تصویر لگائی۔ مذہبی جنون کو اس دن فتح حاصل ہوگئی

قدیم حکومت بحال کر دی گئی، اور کچھ فرانسیسی جنھوں نے اس مقابلہ میں شرکت کی تھی، قید خانے میں ڈال دئے گئے۔ فرانسیسیوں کے قید کئے جانے سے بوناپارٹ کو مداخلت کا موقع مل گیا۔ اس نے حکومت کے بدلنے کی ہر طرح کی خواہش سے انکار کیا اور صرف یہ مطالبہ کیا کہ اس کے اہل ملک رہا کر دئے جائیں اور فرانس کے دشمن گرفتار کئے جائیں، مگر فرانسیسی ایلچی فیپولٹ کے ساتھ عدیدیت کو الٹ دینے کا انتظام مدتوں سے ہو چکا تھا اور (۵ر جون کو) جنیوا کو ایک عمومی دستور سلطنت عطا کیا گیا جس نے فرانس کے دوستوں کو با اقتدار بنا دیا۔

فرانس، ۱۷۹۷ء میں

ادہر بوناپارٹ، قصبۂ مانٹیلو میں اپنا دربار لگا کر معاہدہ لیوبن کے مبادی کی بنا پر آسٹریا سے گفت وشنود کر رہا تھا، ادہر خود فرانس میں کچھ ایسے واقعات پیش آئے جن سے اسے اس جمہوریت کی حکومت میں براہ راست دخل دینے کا موقع مل گیا۔ جس انتخاب کی رو سے مجلس وضع قوانین کے ثلث ارکان کی جگہیں از سر نو پر ہونے والی تھیں وہ ۱۷۹۷ء کے موسم بہار میں واقع ہوا۔ اس وقت ملک کے خیالات بہت کچھ ویسے ہی تھے جیسے ۱۷۹۵ء میں تھے، جب کہ کونسل کی ان جگہوں پر جنھیں مجلس عارضی نے اپنے لئے محفوظ نہیں کر لیا تھا شاہ پرستوں کا ایک بہت بڑا عنصر منتخب ہو گیا تھا، فرانس زیادہ معقول اور زور دار حکومت کا خواہاں تھا۔ نظامت نے یہ ضرور کیا تھا کہ حلف نہ اٹھانے والے پادریوں اور واپس آنے والے جلاوطنوں کے خلاف قوانین کو بے نفاذ چھوڑ دیا تھا، مگر سرکاری انتہا پسندوں کے انداز وروایات حکومت کے اندر بدستور اپنا کام کر رہے تھے۔ نظماء خود سب کے سب شاہ کشوں میں سے تھے۔ بادشاہ کے قتل کی یادگار اب بھی ایک قومی دعوت سے منائی جاتی تھی چھوٹے بڑے تمام عہدے ان لوگوں کے قبضہ میں تھے جنھوں نے انقلاب میں عروج حاصل کیا تھا۔ فرانس کے تمام امراء و شرفا زندگی عامہ

میں حصہ لینے سے خارج تھے۔ پس ۱۷۹۷ء کے انتخابات انقلاب کی اس طبقاتی حکمرانی اور اس طریق کے خلاف بمنزلہ تعرضات کے تھے جس نے ملک کو چند ناظموں اور سپہ سالاروں کے رحم و کرم پر اسی طرح چھوڑ رکھا تھا جس طرح وہ پہلے مجلس عاضی کی کمیٹی کے رحم و کرم پر تھا۔ چند بار بغتی سازشوں کے ساتھ بہت کثرت کے ساتھ ایسے لوگ منتخب ہو گئے تھے جو بظاہر شاہ پرست کہلاتے تھے مگر فی الواقع وہ اعتدال پسند آئینی تھے اور ان کی خواہش صرف یہ تھی کہ انقلاب کے اس حصہ کو پلٹ دیں جس نے قوم کے پورے پورے طبقات کو سیاسی زندگی سے خارج کر دیا تھا۔

نظامت کا فریق مخالف

تشریعی جماعت میں اس قسم کے فریق نے بالطبع نظامت کے زیادہ شدت پسند حصے کے خلاف فریق مخالف کی حیثیت پیدا کر لی۔ جو ناظم ۱۷۹۷ء میں اپنے عہدے سے ہٹا اس کے بجائے آئین پسند بارتھیلمی کا انتخاب ہو گیا جس نے معاہدہ باسل کی گفتگو کی تھی۔ کارنٹ جو عہدے پر قائم رہ گیا تھا وہ بھی فریق مخالف کی طرف ہو گیا کیونکہ اسے بجا طور پر یہ خوف تھا کہ نظامت کی حکمرانی جلد تر خود بوناپارٹ کی حکمرانی ہو جائیگی۔ جدید ایوان میں پہلے مباحثے تارکان وطن سے متعلقہ قوانین کے بارے میں ہوئے۔ دوسرا مباحثہ نپولین کے اطالیہ میں فرمانروایانہ اختیار کے غصب کر لینے کے متعلق ہوا۔ ۲۳ جون کو معاملات وینس و جنیوا کے متعلق حصول معلومات کی ایک تحریک "مجلس پنج صد" میں پیش ہوئی۔ محرک ڈیومولارڈ نے بوناپارٹ کی کارروائی کی رازداری، مجلس کے متعلق اس کے استخفاف، دوستدار سلطنتوں کے تنظیمات میں اس کے ظالمانہ و غیر جمہورانہ مداخلت کی شکایت کی۔ مجلس نے کوئی قرارداد منظور نہیں کی مگر صرف یہ امر واقعہ کہ مجلس نے اس کے کاموں کے متعلق معاندانہ نکتہ چینی کو سنا، بوناپارٹ کی نظر میں کافی وجہ تھی کہ وہ مجلس پر شاہ پرستی اور غداری کا الزام لگادے

پیرس، ریوبل، اور لار دیلیر، یہ تینوں ناظم پہلے ہی یہ تجویز سوچ چکے تھے کہ مجلس کو بزور مغلوب کر دیں۔ بوناپارٹ کے خود اپنے اغراض اس کے متقاضی ہوئے کہ وہ اپنی تائید ان کے سامنے پیش کرے۔ اگر آئین پسند فریق کو اقتدار حاصل ہو جاتا تو اطالیہ میں خود اس کے لیے دغدغہ حکومت کا خاتمہ ہو جاتا۔ اگر باربنی فریق کو کامیابی ہو جاتی تو دوسرے قسم کے لوگ سلطنت کے تمام اغراض پر قابض ہو جاتے۔ نظامت کی حکومت کیسی ہی کمزور کیوں نہ رہی ہو مگر اس سے خود بوناپارٹ کے موجودہ غلبہ کے برقرار رہنے کا یقین تھا اور یہ امید باقی تھی کہ عوام جب نظامت کے روادارانہ رہیں گے تو وہ اعلیٰ اقتدار حاصل کرلے گا۔

مجلس کی قسمت پر مہر لگ چکی تھی۔ قبضۂ بیسٹائل کی سالگرہ کے روز بوناپارٹ نے اپنی فوج کے نام ایک اعلان شائع کیا کہ شاہ پرستوں کی سازشوں سے جمہوریت خطرے میں ہے۔ ایک ضیافت منعقد ہوئی اور ہر حصۂ فوج کے افسروں اور سپاہیوں نے نظامت کے نام محضروں پر دستخط کیے جو سازشی امرا کے خلاف تہدیدات و جوش وغضب سے بھرے ہوئے تھے۔ بوناپارٹ نے حکومت کو لکھا کہ "فوج میں غصہ بہت بڑھا ہوا ہے، سپاہی چلا چلا کر یہ سوال کرتے ہیں کہ آیا وطن واپس جانے پر انہیں یہ صلہ ملے گا کہ قتل کردئے جائیں کیوں کہ معلوم یہ ہوتا ہے کہ تمام محبان وطن سے یہی سلوک ہونے والا ہے۔ خطرہ ہر روز بڑھتا جاتا ہے اور ناظم صاحبان! میرا خیال ہے کہ آپ کو ادھر یا ادھر ایک فیصلہ کرلینا چاہیے۔" اس قسم کے زجر کے بعد ناظموں کو فیصلہ کرنے میں کوئی اشکال باقی نہیں رہی مگر ان کی ہمت بلند کرکے بوناپارٹ خود پردے میں چھپ گیا اور ایک طوفان انگیز جیکوبن سپہ سالار آگیرو کو پیرس بھیج دیا، کہ اگر ناکامی ہو تو اس کا خطرہ اور ارتکاب جرم کی ناگواری وہی برداشت کرے۔ مگر مجلسوں کے فریق غالب یا خطرے میں پڑے ہوئے دونوں نظار کارنٹ اور

بارتھیلیمی کسی کی بھی یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ مدافعت کی کارروائی کیونکر اختیار کریں۔ ۱۳ اردسمبر (۱۷۔ فرکٹیڈور) کو آگیرو کی فوجوں نے ٹیولیریز کو گھیر لیا۔ بارتھیلیمی، لکسمبرگ میں گرفتار ہو گیا۔ کارنٹ اپنی جان بچا کر بھاگا۔ دوسرے روز صبح کو مجلسوں کے ارکان جلوس بنا کر ٹیولیریز کی طرف چلے مگر سپاہیوں نے انہیں یا تو گرفتار کر لیا یا منتشر کر دیا۔ سہ پہر میں مجلسوں کا فریق قلیل اس غرض سے جمع ہوا کہ آگیرو اور تین دیگر نظار نے جن کارروائیوں کا عزم کر لیا تھا ان کی تصدیق کر دیں۔ مجلس وضع قوانین کے پچاس ارکان اور جرائد کے چالیس نامہ نگاران مالکان اور مدیران پر جلا وطنی کا حکم صادر کیا گیا۔ اڑتالیس صوبوں کے انتخابات منسوخ کر دیئے گئے، پادریوں اور جلا وطنوں کے خلاف قوانین کی تجدید کی گئی، اور نظامت کو یہ اختیار دے دیا گیا کہ وہ جس جریدے کو چاہے بند کر دے۔ اس ضرب ناگہانی کو شاہ پسندوں کی سازش کا انطفا قرار دیا گیا۔ یہ ضرور تھا مگر اس سے کچھ زائد بھی تھا۔ یہ جملہ آئینی حکومت کا دبا دینا تھا اور سرگروہ لشکر کی مطلق العنانی اختیار کرنے میں صرف ایک قدم کی کسر رہ گئی تھی۔

آسٹریا کے ساتھ صلح پر دستخط ہو گئے۔ ۱۷ اکتوبر

آسٹریا اور انگلستان کے ساتھ مراسلات میں اس تحریک کا اثر فوراً ہی ظاہر ہوا۔ لارڈ مامزبری اب پھر فرانس میں تھا اور صلح کی معاملت میں اسے معقول کامیابی کی امید نظر آئی کیونکہ معاہدہ لیوبن کے مبادی نے حوالگی ندرلینڈز کے متعلق انگلستان کی مخالفت کو رفع کر دیا تھا۔ دوسری طرف آسٹریا نے اپنی گفتگو کو طوالت دیدی کیونکہ لیوبن میں جن ممالک کی حوالگی کی قرارداد ہوئی تھی، بوناپارٹ نے ان پر مینٹوا اور صوبہ جات رائن کے اضافہ کا دعویٰ کر دیا تھا۔ کاونٹ لڈوگ کوبنزل سفیر آسٹریا متعینہ سنٹ پیٹرسبرگ وہ شخص تھا جس نے پولینڈ کی آخری تقسیم میں اپنے آقا کے اغراض کو بڑی ہی خوبی سے محفوظ رکھا تھا۔ یہی شخص اب اطالیہ میں آسٹریا کے سفیرانِ خاص کا صدر تھا اور وہ یہ کوشش کر رہا تھا کہ بوناپارٹ کو

اُن شرائط پر واپس لائے جو مبادی (لیوبن) میں مقرر ہوئے تھے یا اطالیہ میں آسٹریا کے لئے مزید اقطاع ملک حاصل کرے۔ پیرس میں جیکوبن کی فتح نے فرانسیسی سرگروہ کی طبیعت کو جس قدر بلند کر دیا تھا اسی قدر آسٹریوں کو پست کر دیا تھا، بوناپارٹ بہ عزم کئے ہوئے تھا کہ وہ ایسی صلح کرے جو بالکلیہ اسی کی صلح ہو اور اس کا امکان صرف اسی طرح تھا کہ آگیرو، جو رائن کی فوج کے ساتھ عنقریب جرمانیہ پر حملہ کرنے والا تھا، بوناپارٹ اس سے سبقت لے جائے۔ وینس کو بوناپارٹ کی اس ذاتی ہوس پر قربان کیا گیا۔ نظماء اس امر پر رضامند تھے کہ آسٹریا وینس کی مملکت کا ایک جزو لے لے مگر خود وینس کی مجوزہ حوالگی کی انہوں نے ممانعت کر دی تھی۔ چند ہفتوں کے اندر اندر رائن کی فوج کے بڑھنے سے فرانس، اس قابل ہو جاتا کہ وہ جو شرائط چاہتا قبول کرا لیتا مگر فرانس یا اطالیہ کا کوئی خیال و لحاظ ایسا نہیں تھا جو بوناپارٹ کو اس امر پر راغب کر سکتا کہ وہ صلح کی شاندار عزت میں کسی اور کو شریک و سہیم بنائے ۱۷؍ اکتوبر کو اس نے کیمپو فارمیو کے مختتم معاہدے پر دستخط کر دیئے، جس سے فرانس کو رائن کی سرحد مل گئی اور ایڈج کے پار کی وینسی مملکت اور خود وینس دونوں شہنشاہ کے ملک میں داخل ہو گئیں۔ ایک وقت کے لئے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وائنا اور پیرس دونوں جگہ اس معاہدے کو باطل قرار دے دیا جائے گا۔ تہوگٹ نے اس کے خلاف تعرض کیا کیونکہ اس معاہدے کی رو سے مینٹوا اور صوبجات رائن تو حوالہ کر دیے گئے مگر آسٹریا کو پاپائی صوبے حاصل نہ ہوئے اور صرف شہنشاہ کے حکم قطعی پر اس کی توثیق کی۔ دوسری طرف، نظامات نے، وینس کی حوالگی کو برا کہا مگر بوناپارٹ کے خوف اور دل کے چور کی وجہ سے نظمار بوناپارٹ کے بے بس شریک جرم بنے رہے، اور عامۂ قوم فرانس صلح ہو جانے سے اس قدر مسرور و مخمور ہو گئی تھی کہ اسے صلح کی ان شرائط مرتبہ سے کچھ بھی کراہت